هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ

بَیَانٌ لِّلنَّاسِ

جلد سوم

احمد الدین

دوست ایسوسی ایٹس

پبلشرز بک سیلرز اینڈ جنرل آرڈر سپلائرز

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

Phone : 7122981 Fax : 092-42-7122981

email:shahid.adil@usa.net

نذر

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

نیاز آگین

احمد الدین

فہرست مضامین تفسیر بیان للنّاس منزل سوم

سورہ یونس مضمون و ربط — صفحہ ۱

رسول کریم نے لمبے صبر اور برداشت کے ساتھ قوموں کی سچی خیر خواہی کرکے عرب کو عذاب سے بچالیا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے قوم یونسؑ کو بھی محفوظ رکھا — ص۱

ضدی لوگوں کا خاتمہ بالعموم کفر پر ہی ہوتا ہے — ص۱

اگر یونسؑ کی طرح کوئی رسول بلا وجہ روٹھ جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا تعالےٰ بھی رسول کی ناراضگی کی وجہ سے روٹھ جائے۔ — ص۱

خدا تعالےٰ نے شروع ہی سے جبر مذہبی سے روکا ہوا تھا — ص۱

اللہ تعالےٰ ہی اصل حق ہے — ص۲

اللہ تعالےٰ اُن لوگوں پر پلیدگی ڈالتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے — ص۲

رکوع اوّل۔ قرآن مجید حکمتوں سے بھرا پڑا ہے۔ لیکن لوگوں نے ایسے مسائل اس کی طرف منسوب کر دئیے ہیں جو حکمت کے سراسر خلاف ہیں — ص۲

قرآن شریف کی تعلیم سے مومنوں کے لئے ترقیوں کے دروازے ہمیشہ کھُلے رہتے ہیں — ص۳

خدا کے ساتھ دوسروں کو ملانا اور ان پر بھروسہ رکھنا صریح دھوکہ ہے — ص۴

خدا کے حضور اس کے بلا اذن کوئی شفیع نہیں ہوسکتا۔ اس سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ شفیع بنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہوسکتی — ص۴

عقیدہ شفاعت کی تردید — ص۵

دنیا فانی ہے... آخرت کے ماننے کے بغیر اصل نیکیاں اور آئندہ ترقیاں خاک میں مل جاتی ہیں — ص۶

جائے پناہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم ایک ہسپتال ہے — ص۷

اس دنیا میں بھی نعماء الٰہی سے فائدہ حاصل کرنے کے بعد الحمد للہ رب العالمین ہی کہنا چاہیئے — ص۷

سُورہ یونس کا رکوع دوم — ص۸

نیکی اور بدی کا بیج مناسب قواعد سے اپنے اپنے وقت پر ضرور پھل لاتا ہے ... — ص۸

خدا تعالےٰ ہر کام کو مناسب وقت پر کرتا ہے۔ جن کو خدا سے ملنے کی اُمید نہیں وہ اس سے گمراہی میں پڑ جاتے ہیں ... — ص۸

جب انسان پر تکلیف آتی ہے صبر نہیں
کرتا بلکہ چاہتا ہے کہ خدا میرا خادم بنکر میرے
حکم پر چلے اور میں اس کی رضا کو مقدم نہ
جانوں صـ۹
انسان کی اصلاح صرف خدا تعالیٰ کی طرف
رجوع کرنے سے ہی ہوسکتی ہے صـ۹
حضور رسول کریمؐ قرآن کے تابعداروں
سے تھے۔ حضور کبھی قرآن پر حاکم و قاضی
نہیں بنائے گئے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ
بلاشبہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں
تو مجھے بھی بڑے دن کے عذاب کا خوف
ہے صـ۱۰
قرآنی تعلیم رسول کریم کی پہلی حالت سے
بالکل الگ بات ہے صـ۱۱
خدا نے کسی کو سفارشی بنا کر بٹھایا ہوا نہیں
ہے صـ۱۱
خدا تعالیٰ لوگوں کو جبراً ہدایت نہیں دیتا صـ۱۲
سورہ یونس کا رکوع سوم صـ۱۳
لوگوں کی ناقدردانی کا ذکر صـ۱۳
لوگوں کی ناقدردانی کی ایک اور مثال صـ۱۴
دنیا دار فنا ہے صـ۱۵
مشرک جن کو اپنا شفیع و حامی اور محافظ
سمجھتے ہیں نہ وہ اس جگہ کچھ کام دے سکتے
ہیں نہ آخرت میں۔ صـ۱۷
رکوع چہارم (تمام عالم پر اللہ تعالیٰ
متصرف حقیقی ہے) صـ۱۸
توحید الٰہی کو چھوڑ کر اور گمراہی میں
پڑ کر فاسق لوگ ایمان سے خالی رہ
جاتے ہیں صـ۱۸
اصل اطاعت اللہ تعالیٰ کی ہے۔
پس وہی اصل مطاع ہوسکتا ہے صـ۱۹
لوگ ظنی روایات پر چل کر اُن کو بھی
وحی کی مثل بنا دیتے ہیں صـ۲۰
وحی کی تعلیم قرآن ہے صـ۲۰
سورہ یونس کا رکوع پنجم صـ۲۱
مشرکانہ اعتقادات ہی دنیا میں فساد
کا موجب ہیں صـ۲۱
بندوں کے حالات کے مطابق نتیجے
دینا خدا تعالیٰ کا کام ہے صـ۲۲
دنیا کی حقیقت آخرت کے مقابلہ پر
کچھ بھی نہیں صـ۲۳
لوگ عذاب کو جلدی مانگتے ہیں
اس میں کوئی خوبی اور مرغوبیت
نہیں ہے صـ۲۴
لوگ دنیا کے مال پر دل لگائے ہوئے
ہیں اور اسی کو اصل جانتے ہیں
لیکن آخرت کے عذاب کے مقابلہ
میں یہ سب چیزیں ہیچ ہونگی صـ۲۵
رکوع ششم صـ۲۵
ہدایت عقلی رہنمائی ہے اور رحمت

اس کا نتیجہ ہے — ص۲۶

لوگوں نے صرف اپنی یا اپنے بزرگوں کی مرضی کے مطابق حرام اور حلال بنالیا ہے یہ اللہ تعالےٰ کی ناشکر گزاری ہے — ص۲۷

رکوع ہفتم — ص۲۷

اصل چیز محبت الٰہی ہے۔ اخلاص اور تقوےٰ والوں کے لئے اُن کی غلطیاں معاف کی جاسکتی ہیں۔ — ص۲۸

خداتعالےٰ سب کی دعاؤں کو سنتا اور سب کے دلوں کی نیتوں کے مطابق فرق کرتا ہے — ص۲۹

مومن صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھتے ہیں اور مشرک غیروں پر — ص۲۹

مشرک لوگ اللہ پر وہ باتیں کہتے ہیں جن کا انھیں علم نہیں مثلاً بخاری ومسلم کی نسبت کہنا کہ یہ بھی قرآن میں داخل ہیں — ص۳۰

رکوع ہشتم

جس قوم کی بنیاد ہی مخالفت الٰہی کے سبب کھوکھلی ہو جائے اُس کو زر ومال اور حمایتی کچھ فائدہ نہیں دے سکتے۔ اس کے دو تین تاریخی نمونے — ص۳۱

دین اسلام میں تمام دائمی صداقتیں آجاتی ہیں — ص۳۲

قومی رسموں کی اصلاح ہمیشہ لوگوں کو ناگوار گزرتی رہی ہے — ص۳۳

سورہ یونس کا رکوع نہم — ص۳۴

اگر عصا سچ مچ سانپ بن جاتا تو فرعون اور اُس کی قوم کے لئے کوئی روکاوٹ نہ رہتی۔ لیکن اس کے بعد بھی بنی اسرائیل فرعون سے اسی طرح ڈرتے رہے جس طرح پہلے ڈرتے تھے — ص۳۴

لوگ چاہتے ہیں کہ ان قواعد کو جو حکیمانہ طور پر بنائے گئے ہیں توڑ دیں اور ان کی جگہ خوارق پیدا کرکے دکھلائیں۔ ایسے خوارق احسن تقویم۔ فطرت اللہ اور غیر مبدل سنن آلہیہ کے برخلاف ہونگے اور خوارق کے ماننے سے کبھی وہ فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا جس کی لوگ تمنا کرتے آئے ہیں — ص۳۵

تصرف الٰہی نے فرعون اور اس کی قوم کی تباہی کے سامان پیدا کرنے شروع کر دئے — ص۳۶

فرعونیوں پر عصائے موسیٰ کا وہ اثر نہیں ہوا جو ان بلاؤں کا ہوا جو اُن پر نازل ہوئیں۔ — ص۳۷

فرعون کا آخری وقت کا ایمان صحیح تھا لیکن بے موقع تھا اور اس کے لئے مفید نہیں تھا — ص۳۸

فرعون جہنم میں ہے لیکن اس کا جسم ممی کیا ہوا آج تک دنیا میں موجود ہے — ص۳۹

سورہ یونس کا رکوع دہم ص۳۹
انسان پر اُس کی عقل اور فہم کے مطابق ہی
تکلیف ڈالی جاسکتی ہے ۔کسی شخص کی پیروی
کرنا اور جب غلطی معلوم ہو اُسے چھوڑ دینا
ہمیشہ نتیجہ خیز اور باعث ترقی ہوا کرتا ہے ص۴۰
وحی کے فہم کا مدار انسانوں کے اجتہادوں اور
کوششوں پر ہے ۔بشر رسولوں کا حال اس
سے الگ نہیں ۔ ص۴۱
ایمان الٰہی قواعد کے موافق ہی مفید ہو سکتا
ہے جبری ایمان کی کوئی حقیقت نہیں۔اگر
جبری ایمان مفید ہوتا تو خدا تعالےٰ خود ہی سب
کو مومن بنا سکتا تھا ص۴۲
مقلد کو اپنے پیشوا کی ضرورت ہے نہ خدا کی۔
اگر اس کا پیشوا خدا کے سوائے کسی اور کو خدا
بتلائے تو وہ اسے بھی خدا ماننے کو تیار ہوگا
ایسے ایمان کی خدا تعالےٰ کے حضور کوئی
قدر نہیں ص۴۳
مشرکوں کے شرکاء اُن کو صحیح راستہ پر
چلنے کی اجازت نہیں دیتے ص۴۴
سورہ یونس کا رکوع یازدہم ص۴۴
نبی مومنوں کی صف میں ہی بٹھایا جاسکتا ہے
خدا کے ساتھ کبھی "مثلہٗ معہٗ" نہیں
ہوسکتا ۔اس کے لئے بھی سچی عبادت کرنا
اور شرک سے خائف رہنا لازم ہے ص۴۵
رسول کو حکم ہے کہ خدا کی پیروی کرنے میں
کسی دوسرے کو اس کے ساتھ نہ ملانا۔
تم پر اور تمہارے ساتھ والوں پر صرف
اسی خدا کی وحی کی پیروی کا حکم ہے ص۴۶
سورہ ہودؑ۔مضمون اور نظم و ربط ص۴۷
سورت یونس میں یونسؑ کی قوم کے
توبہ کرنے سے قریش کو بھی رحمت الٰہی
کا اُمیدوار بنایا گیا ہے ۔اس سورت
میں بار بار فرمایا گیا ہے استغفروا
ربکم ثم توبوا الیہ جس میں برزنہ
کے مشرکوں کو استغفار اور توبہ کی
بڑی تاکید کی گئی ہے ص۴۸
اس سورت میں ترقی کے موجب یعنی
قرآن مجید کی بے مثلیت دکھائی گئی
ہے ص۴۸
سورہ ہود کا رکوع اول ص۴۸
مستقر اور مستودع کی حقیقت ص۵۰
کان عرشہٗ علی الماء کے معانی ص۵۱
سورہ ہود کا رکوع دوم ص۵۲
عذاب کو ٹھٹھے میں اُڑانا ایسا گناہ ہے
جو تمام گناہوں پر آمادہ کردیتا ہے ص۵۲
مصیبت کا ٹلنا اور نئی نعمت کا آنا بہت
کچھ انسان کے اختیار سے باہر ہوتا ہے
لیکن وہ اپنی ہی شیخی بگھارتا ہے ص۵۲
حق بات کا ثبوت خود اس کی حقائیت
ہی میں پایا جاتا ہے پس قرآن کا سچا

اور علمی معجزہ وہ ہے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہیگا اور دکھلائیگا کہ یہ اللہ کے علم کے مطابق نازل ہوا ہے اور توحید کی سچائی کو واضح کرتا ہے۔ یہ بات انسان کے مسلم ہونے کے لئے کافی ہے — ص ۵۴

جب دنیا کے کاموں میں آخرت کے اجر کا لحاظ نہ ہو اور وہ خدا تعالٰے کو راضی کرنے کے لئے نہ کئے جائیں تو ضرور ہے کہ وہ آخرت میں حبط اور باطل ہو جائیں — ص ۵۵

سورہ ہود کا رکوع سوم — ص ۵۵

نبی بھی دوسروں کی طرح خدا تعالٰے کے مطیع ہوتے ہیں اور خدا تعالٰے کے معاملات میں دخل نہیں دے سکتے — ص ۵۹

انبیاء علیہم السلام جھوٹے اور دھوکہ دینے والے دعوے نہیں کرتے۔ — ص ۵۹

رکوع چہارم حضرت نوح کا بیان — ص ۶۱

اللہ تعالٰے رسول کریم سے فرماتا ہے کہ جس کو تو پیار کرے اس کو تو ہدایت نہیں دے سکتا۔ لیکن اللہ تعالٰی جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے ۔ — ص ۶۲

حضرت نوح علیہ السلام غیب دان نہ ہونے کی وجہ سے یہ سمجھ کر کہ وہ لڑکا اُن کے اہل سے ہے اور خدا کا وعدہ سچا ہے اُسے پکارتے رہے جب اللہ تعالٰے نے فرمایا کہ تو اپنے اہل کو اہل کشتی میں ملا دے تو وہ الگ ہو گیا — ص ۶۵

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ کے معانی اور مطلب — ص ۶۷

طوفان نوح کل دنیا کے لئے نہیں آیا — ص ۶۸

سورہ ہود کا رکوع پنجم (حضرت ہود کا بیان) — ص ۶۸

سورہ ہود کا رکوع ششم (حضرت صلح کا بیان) — ص ۷۱

سورہ ہود کا رکوع ہفتم (حضرت ابراہیمؑ اور لوطؑ کے مہمانوں کا بیان) — ص ۷۴

رسول تو اپنے مہمانوں کو اپنے سامنے دیکھکر انسان سمجھتے ہیں مگر ملاّ لوگ اتنی مدت کے بعد خواہ مخواہ اُنھیں فرشتے بنائے جا رہے ہیں — ص ۷۵

سورہ ہود کا رکوع ہشتم (حضرت شعیب کا بیان) — ص ۷۹

ماپ تول کے پیمانے کم نہ رکھو۔ پورا تولو لوگوں کی امانتوں میں خیانت نہ کرو جو خلاف قانون حرکتیں کرکے بدامنی نہ پھیلاؤ جو کچھ حاصل کرو انصاف سے حاصل کرو — ص ۷۹

رسول اپنی قوم کی زبان ہی میں آتا ہے تاکہ وحی الٰہی کو اُن کے آگے بیان کر سکے مگر زبان دانوں میں بھی ایسے جاہل ہوتے ہیں جن کی سمجھ میں سیدھی بات بھی نہیں آتی — ص ۸۰

سورہ ہود کا رکوع نہم (حضرت موسٰی کا بیان) — ص ۸۱

انسان اس دنیا میں بداعمالی سے اپنی روح کو جیسا بگاڑتا ہے اور جیسے برے اثر ڈالتا ہے اور وہی اثر جہنم کی صورت اختیار کرکے اُسے ستاتے رہتے ہیں — ص ۸۲

یہ خیال کہ شرک پرانی دنیا کا اجماع ہے شاید
اس میں کچھ حقیقت ہو غلط ہے۔ مشرک ہمیشہ
مقلد ہوتا ہے اور تقلیدی باتوں کا کوئی اعتبار
نہیں ہوتا۔ ص۸۵

سورہ ہود کا رکوع دہم ص۸۸

سورہ یوسف (مضمون اور نظم وربط) ص۹۱

ہمارے رسول کریم کے اکثر حالات جن کا بیان
کرنا وحی الٰہی کی تصدیق میں ضروری تھا وہ بھی
قرآن میں ہی لائے گئے ہیں۔ پس رسول کریم
کی اطاعت بھی خود قرآن میں ہی آجاتی ہے ص۹۲

سورہ یوسف کا رکوع اوّل ص۹۲

اگر رسول کریم کی وحی اور غیر وحی یکساں ہوتی
تو قرآن کے نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی ص۹۳

سورہ یوسف کا رکوع دوم ص۹۴

جس توبہ کے بھروسہ پر گناہ کیا جائے ایسی
توبہ خود گناہ ہے اور خدا تعالےٰ کے غضب پیدا کرنے
کا موجب بن جاتی ہے ص۹۶

سورہ یوسف کا رکوع سوم ص۹۹

سورہ یوسف کا رکوع چہارم ص۱۰۱

سچے علم سے سچا ارادہ پیدا ہوتا ہے اور
سچا ارادہ بدی سے روکنے کا موجب بن
جاتا ہے۔ ص۱۰۶

سورہ یوسف کا رکوع پنجم ص۱۰۸

سورہ یوسف کا رکوع ششم ص۱۱۱

سورہ یوسف کا رکوع ہفتم ص۱۱۴

یوسفؑ جیسے رسول نے اس بادشاہ کی
اسی طرح نوکری اختیار کی جسطرح موسیٰؑ
کی ماں نے فرعون کے ماتحت دایہ کی نوکری
پسند کی۔ ص۱۱۵

سورہ یوسف کا رکوع ہشتم ص۱۱۵

خدا کے رسول بھی دوسرے بشروں کی
طرح بشری ہوتے ہیں اور بغیر خوراک زندہ
نہیں رہ سکتے ص۱۱۶

جب رسول اس دنیا میں خدا کے ہاں
سفارش نہیں کر سکتے اور اس کے فیصلہ
کو نہیں ٹال سکتے تو جزا کے دن جہاں
خدا کے سوا کسی کا اختیار نہیں کیسے سفارش
کر سکتے ہیں ص۱۲۰

رسولوں کے ایسے حکم بھی ہوتے ہیں جو
خدا کے سکھلائے ہوئے یا وحی کئے ہوئے
نہیں ہوتے لیکن اُن کی پیروی انتظامی
طور پر کرنی ضروری ہوتی ہے ص۱۲۰

سورہ یوسف کا رکوع نہم ص۱۲۱

بن یامین کی بوری میں شاہی پیمانے کا
رکھا جانا ص۱۲۲

سورہ یوسف کا رکوع دہم ص۱۲۵

اگر یعقوبؑ نابینا ہوگئے ہوتے تو یوسف
کے بھائی اُن کو رحم دلانے کے لئے اپنے
باپ کی نابینائی کا بھی ذکر کرتے ص۱۲۵

جو نبی بادشاہت کو نہ پہنچا ہو اس کی اولاد

بھی صدقہ مانگ سکتی ہے — صفحہ ۱۲۹
سورہ یوسف کا رکوع یازدہم — صفحہ ۱۳۰
جب خوشی کے دن آتے ہیں تو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی خوشی کے الہام ہوتے ہیں — ۱۳۱
وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا کے معانی — صفحہ ۱۳۲
رسول خدا نزول وحی سے پہلے وحی والی باتوں سے غافل تھے — صفحہ ۱۳۳
سورہ یوسف کا رکوع دوازدہم — صفحہ ۱۳۴
مشرک اپنے چاؤ سے خدا کی وحی کے ساتھ اپنے بزرگوں کی غیر وحی باتوں کو بھی وحی بنا لیتے ہیں — صفحہ ۱۳۴
توحید کے لئے بصیرت ضروری ہے نبی خود بھی توحید کا جزو ثانی نہیں بن سکتا — صفحہ ۱۳۵
نبی آدمی ہی ہوتے ہیں — صفحہ ۱۳۵
رسولوں کو غلبہ فوراً حاصل نہیں ہو جاتا بڑی دیر تک صبر و انتظار کرنا پڑتا ہے — صفحہ ۱۳۶
مشرک ہی جھوٹے شفیع بناتے ہیں جو وقت پر اُن کے کام نہیں آتے — صفحہ ۱۳۶
جو افترا کی جا سکتی ہے وہ حدیث نہیں ہو سکتی — صفحہ ۱۳۶
سورۃ الرعد (مضمون اور نظم و ربط) — صفحہ ۱۳۸
خدا تعالیٰ کی ملاقات کی بڑی ضرورت ہے اس کے ثبوت میں معجزات دکھلانے کی حاجت — صفحہ ۱۳۹
ہماری دعائیں قبول کرنے والا اکیلا وہی ہے — صفحہ ۱۳۹
اُن نیک اعمال کا بیان جن سے اللہ راضی ہوتا ہے اور اُن برائیوں کا ذکر جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے — صفحہ ۱۳۹
خوارق کی تردید — صفحہ ۱۳۹
رسول وحدانیت الٰہی اور حقانی تعلیم کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں خود اصلی راستہ نہیں ہوتے — صفحہ ۱۳۹
رسولوں کی حقیقت — صفحہ ۱۳۹
سورۃ الرعد کا رکوع اوّل ترجمہ و تشریح — صفحہ ۱۳۹
ہم حدیثوں کو وحی نہیں جانتے لیکن اگر ضرورت ہو تو اُن سے کام لے سکتے ہیں — صفحہ ۱۴۰
قرآن خدا تعالیٰ کے ایمان کی طرف خدا تعالیٰ کا حسن و احسان و تصرف دکھلا کر بلاتا ہے۔ ترتیب عالم سے اس کے حسن کا پتہ لگتا ہے — صفحہ ۱۴۱
قوت کے سرے کو عرش کہتے ہیں۔ اس پر رحمان کا تسلط ہی راست آتا ہے — صفحہ ۱۴۱
خدا کا احسان خدا کے انعاموں سے واضح ہوتا ہے — صفحہ ۱۴۱
تصرف و اختیار الٰہی کا پتہ مجبور نیچر کے اختلافات اور رنگارنگی سے لگتا ہے — صفحہ ۱۴۲
جب انسان کو عقل دی گئی تاکہ وہ آئندہ بھی ترقی کرے تو ایسی تیاری کے بعد اس ترقی کے لئے موقعہ نہ دینا خلاف

عقل نہیں ہے؟ ص ۱۴۲

جب انسان عقلمند بن گیا تو اس کے لئے فرائض بھی مقرر ہو گئے۔ ان فرائض کی جوابدہی کے لئے عالم آخرت ضروری ہے ص ۱۴۳

جب ہمارا جسم کثیف مٹی ہو کر بکھر جائے تو اسوقت ہماری روح اگر نسمہ کے جسم کے ساتھ احکم الحاکمین کی پیشی میں آجائے تو اس میں کونسا مقام حیرت ہے ص ۱۴۳

ارحم الراحمین عذاب بھیجنے میں جلدی نہیں کرتا۔ ص ۱۴۴

یہ قرآن اس لئے نازل کیا گیا ہے تاکہ اس سے کل قوموں کو ہدایت دیجائے ص ۱۴۵

سورۃ الرعد کا رکوع دوم ص ۱۴۵

زمین و آسمان کے فوق الفطرت تصرفات اسی ذات پاک کے ہاتھ میں ہیں ص ۱۴۵

قدرتی اندازوں کے برخلاف قرآن کی تشریح کرنا سراسر غلط ہے ص ۱۴۶

خدا تعالٰی نے انسان کی حفاظت کے لئے سامان بنائے ہیں مگر وہ سامان اس کے حکم کے بغیر کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے بلکہ اکثر دفعہ ضرر کا موجب بن جاتے ہیں ص ۱۴۶

اللہ تعالٰی کا مقابلہ کوئی مخلوق چیز نہیں کر سکتی۔ ص ۱۴۷

معافی بھی رحمت کے لحاظ سے خدا تعالٰی کی خوبی و پاکیزگی ہی پر دلالت کرتی ہے ص ۱۴۸

ملائکہ انسانوں کے خادم ہیں ص ۱۴۸

خدا تعالٰی کے مجرم کو کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ ص ۱۴۸

مصیبت اور گھبراہٹ کے وقت جبکہ کوئی قدرتی سہارا نظر نہ آتا ہو خدا تعالٰی کے ساتھ کسی اور کو پکارنا سخت ظلم ہے ص ۱۴۹

دعا کے لئے ہتھیلیوں کے پھیلانے اور دونوں ہاتھوں کے اٹھانے کا وجہ ص ۱۴۹

اللہ تعالٰی کو اپنی مخلوق کے پیدا کرنے میں کسی کو اپنے ساتھ ملانے کی ضرورت نہیں ہے ص ۱۵۰

حق و باطل اور شرک و توحید کی مثال ص ۱۵۱

حق و باطل کی تمیز سے دو قسم کے لوگ پیدا ہوتے ہیں ص ۱۵۱

سورۃ الرعد کا رکوع سوم (اس رکوع میں نیکی و بدی کے بنیادی حکم بیان کئے گئے ہیں) ص ۱۵۲

عہد کو پورا کرنیوالوں اور عہد کو توڑنے والوں کا انجام ص ۱۵۲، ۱۵۳

رکوع چہارم ص ۱۵۴

انسان اپنے اختیار سے ہی کفر و گمراہی کو لے لیتا ہے ص ۱۵۵

سن رکھو خدا کے ذکر سے دل اطمینان پاتے ہیں ص ۱۵۵

سورۃ الرعد کا رکوع پنجم ص ۱۵۶

شریک بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ مشرک ان کا نام بالغیر شریک رکھ لیتے ہیں ص۱۵۸

دوسرے عالم کی حقیقت اسوقت انسان کے فہم میں نہیں آسکتی ص۱۵۸

سورۃ الرعد کا رکوع ششم ص۱۵۹

رسول بندوں کی طرح بندے ہی ہوتے ہیں۔ ص۱۵۹

آخر حق غالب ہوجاتا ہے اور کافر مغلوب ہوجاتے ہیں ص۱۶۰

کافر کوئی نشان نہ دیکھنے کے سبب کہتے ہیں کہ یہ تو رسول نہیں ص۱۶۱

قرآن حکیم مناسب وقت پر تمام جہان کی اصلاح کے لئے نازل کیا گیا ہے ص۱۶۱

سورۃ ابراہیم (مضمون اور نظم و ربط) ص۱۶۲

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بڑے بیٹے اسمٰعیلؑ کو مکہ کی غیر ذی زرع وادی میں بسایا تاکہ وہ عرب کے لوگوں کی اصلاح کریں ص۱۶۲

اصنام لوگوں کے بزرگوں کی شکلیں ہی ہوتی ہیں۔ لوگ ان مورتوں کا تصور باندھ کر ان کی پوجا کرتے ہیں ص۱۶۲

رسولوں کی شخصیت کا خیال کرنا داخل اسلام نہیں۔ اُن کے ذاتی عمل اُن کے ساتھ ہیں۔ ہمارے ذاتی عمل ہمارے ساتھ ہیں ہم کو اُن کے اعمال سے سوال نہیں ہوگا ص۱۶۳

اگر رسولوں کی شخصی اطاعت بھی دائمی ہوتی تو احکم الحاکمین بیشمار رسولوں کو اس طرح گم نہ کر دیتا کہ اُن کے نام نشان کا پتہ بھی نہ لگایا جاسکتا ص۱۶۳

سورہ ابراہیم کے سات رکوعوں کی تعلیم کا لب لباب ص۱۶۴

سورہ ابراہیم کا رکوع اول ص۱۶۴

تفسیر و تشریح اسی سورت میں صحیح ہوسکتی ہے جبکہ وہ وحی کے الفاظ سے ثابت کی جاسکے ص۱۶۶

سورہ ابراہیم کا رکوع دوم ص۱۶۸

اس دنیا میں اجل مسمی کے آجانے کے بعد مہلت نہیں ملا کرتی۔ ہاں ظلم و بدی کے سبب انسان پہلے بھی پکڑا جاسکتا ہے۔ ص۱۶۹

سورہ ابراہیم کا رکوع سوم ص۱۷۰

جب نا قدر دانوں کا ظلم حد سے تجاوز کر جاتا ہے تو اسوقت صابروں اور متوکلوں کے بھلے دن قریب ہوتے ہیں ص۱۷۱

کافروں کے مشرکانہ رسمی اعمال کے متعلق ایک مثال ص۱۷۲

سورہ ابراہیم کا رکوع چہارم ص۱۷۳

کسی مخلوق کی بات کو بلا سند مان لینے کے قابل سمجھنا اس کو خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانا ہے۔ یہی شیطان

کی پوجا ہے — ص۱۷۴
عملوں میں صلاحیت کا خیال رکھنا لازم ہے۔ رشد غیّ سے ممتاز ہے — ص۱۷۵
کلمۂ حق و کلمۂ باطل کی مثال — ص۱۷۵
آدمی شرک کرکے اپنے کمال سے گرجاتا ہے اور آدمخور پیشواؤں کا شکار بن جاتا ہے — ص۱۷۶
سورہ ابراہیم کا رکوع پنجم — ص۱۷۷
ظلم و بغاوت و بیحیائی اور نامعقولیت روح کے ساتھ امراض کی طرح سے ہی چمٹائی جاتی ہیں۔ — ص۱۷۷
کچھ اصل مطالع اور مطالع کے متعلق — ص۱۷۸
آخرت کا دن موت کے ساتھ ہی آجاتا ہے — ص۱۷۹
اللہ تعالےٰ نے چاند۔ سورج۔ زمین اور کل نعمائے دنیا انسان کے لئے اپنی مرضی سے پیدا کئے ان سامانوں کے لئے کسی انسان نے اس احکم الحاکمین اور خیر الرازقین کے حضور میں ہماری کوئی سفارش نہیں کی — ص۱۸۰
خدا پرست بلاشبہ خدا تعالےٰ کے مقبول ہیں اور جو خدا تعالےٰ کے ساتھ کسی بات میں بھی دوسرا شل بن بیٹھے خدا تعالےٰ اس سے بچائے۔ — ص۱۸۱
سورہ ابراہیم کا رکوع ششم — ص۱۸۱
اگر رسل و انبیاء اور اُن کی اولاد بُت پرستی کی طرف مائل نہیں ہو سکتے تو پھر دعا رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟ — ص۱۸۱
بلاشبہ خدا پرستوں کے اتحاد میں بڑے فائدے ہیں — ص۱۸۲
سورہ ابراہیم کا رکوع ہفتم — ص۱۸۳
اکثر ظالموں کو فرداً فرداً بھی اس دنیا میں عذاب آتا ہے اور اس عذاب سے دار آخرت کے عذاب میں جا پہنچتے ہیں — ص۱۸۴
اگر رسولوں کی اطاعت کے لئے ان کی کتابوں اور حدیثوں کی کوئی ضرورت نہیں اور ان سب کی اطاعت قرآن مجید میں ہی آجاتی ہے تو ہمارے رسول کریم کی اطاعت کے لئے قرآن سے باہر جانے کی کیا ضرورت ہے — ص۱۸۵
تعامل کیا چیز ہے — ص۱۸۶ تا ۱۸۹
ہوالحدیث احسن الحدیث کا کچھ نہیں بگاڑ سکیگی سخن الحدیث کے قائلوں کو گالیاں دینا اُنہی لوگوں کا کام ہے جو احسن الحدیث سے بیزار ہیں — ص۱۹۰
سُورَةُ الْحِجْر (مضمون اور نظم و ربط) — ص۱۹۲
انسان جب پیدا ہوتا ہے تو کچھ بھی نہیں جانتا لیکن اس میں فطری طور پر نیبی، استعدادیں موجود ہوتی ہیں۔ جو ضرورتوں کے مطابق تحریک پاتی ہیں — ص۱۹۲
وید ہندوستان کی پیدائش ہیں — ص۱۹۳

یہ قرآن حکیم رسول کریم کے زمانہ میں بلا اختلاف موجود تھا اور کسی شہادت در شہادت سلسلہ کے بغیر شائع ہوتا چلا آیا ہے۔ لیکن حدیثوں کا یہ حال نہیں ہے — ص ۱۹۴

قرآن کا اُترنا اور محفوظ رہنا قرآن کی صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے مگر ضدی لوگ مشاہدہ کرکے بھی انکار کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ — ص ۱۹۵

اس سورت کے چھ رکوع ہیں۔ ان رکوعات کے مضامین کا خلاصہ — ص ۱۹۵

سورۃ الحجر کا رکوع اول — ص ۱۹۶

اصل کتاب سے پرے ہٹ کر قومیں تنزل کی طرف مائل ہو جاتی ہیں — ص ۱۹۶

قرآن میں تمام صداقتیں ایک جگہ جمع کر دی گئی ہیں۔ — ص ۱۹۶

ملائکہ عذاب کی صورت میں نازل ہوسکتے ہیں یا موت کے وقت — ص ۱۹۸

قرآن ہمیں تمام وحیوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ پھر کیا بخاری و مسلم کی اڑتی پڑتی اور پریشان روایات کا ہی محتاج ہے — ص ۱۹۸

پہلی کتابوں میں لوگوں کی شرارت و جہالت اور تقلید و رسم پرستی کی بدولت جھوٹی حدیثیں بھی شامل ہو جاتی تھیں ...... اس لئے خدا نے یہ محفوظ اور مکمل قرآن بھیجا جس میں کوئی ملاوٹ نہیں — ص ۱۹۹

سورۃ الحجر کا رکوع دوم — ص ۲۰۰

معلوم ہوتا ہے کہ کاہنوں پر اس دنیا میں بھی نزول قرآن کے وقت ٹوٹنے والے ستارے گرتے تھے — ص ۲۰۰

سورۃ الحجر کا رکوع سوم — ص ۲۰۲

جن اور انسان بشر میں داخل ہیں — ص ۲۰۳

جہنم کے لئے سات دروازے ہیں — ص ۲۰۶

سورۃ الحجر کا رکوع چہارم — ص ۲۰۶

انسان کو انسان سے کینہ نہیں اچھا جس سینے میں کینہ ہو وہ سینہ نہیں اچھا — ص ۲۰۶

خدا تعالےٰ کی گرفت اور انعام کے نمونے تاریخ عالم سے — ص ۲۰۷

ضیف ابراہیم کو خدا مہمان یعنی ضیافت کھانے والے کہتا ہے لیکن مُلّا نے اُنکو فرشتے بتلاتے ہیں — ص ۲۰۸

سورۃ الحجر کا رکوع پنجم (قوم لوط کی تباہی کا حال) — ص ۲۰۹ تا ۲۱۲

سورۃ الحجر کا رکوع ششم (حجر والوں کی تباہی کا حال) — ص ۲۱۲

نبی ایمانداروں کے ساتھ خود تواضع سے پیش آتے ہیں اُنھیں اپنا غلام نہیں بنا لیتے جیسے آجکل کے علماء اور مشائخ کا شیوہ ہے — ص ۲۱۴

نماز میں ایسی توجہ لگانی چاہئے جس سے سچ مچ خدا کی طرف رغبت پیدا ہو جائے — ص ۲۱۵

سورۃ النحل (مضمون اور نظم و ربط) ص۲۱۶

احادیث کے وحی یا غیر وحی ہونے پر ایک زبردست محاکمہ ص۲۱۶ تا ۲۲۶

قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ کیوں کیا گیا۔ ص۲۱۶

جب ملت ابراہیم اور توریت و انجیل و زبور کی اطاعت اسی قرآن میں آگئی تو اور کونسی چیز ہوسکتی ہے جس کی اطاعت قرآن سے باہر رکھی گئی ہو۔ ص۲۱۷

قرآن حکیم کسی جگہ بھی شہادت در شہادت در شہادت کو اصلی شہادت قرار نہیں دیتا اور نہ قانوناً اور عقلاً بھی ایسا سلسلہ اصلی شہادت کہلا سکتا ہے۔ ص۲۱۷

مجالس کے مشورے وحی نہیں ہوا کرتے لیکن اُن کی اطاعت جب تک اس مشورے کا قیام رہے اُن لوگوں کے لئے ضروری ہے جن کا اس مشورے کے ساتھ تعلق ہے ص۲۱۸

جب حضور رسول کریم کی ضروری اور معقول باتوں کی تصدیق قرآن میں لائی جاتی تھی تو کیا حضور کی وحی کو ہی قرآن سے باہر رکھا جا سکتا تھا۔ ص۲۱۸

وحی اور غیر وحی میں فرق ص۲۱۹

محدثین نے حدیثوں کو صحیح و ضعیف اور موضوع ٹھہرایا۔ ان لوگوں کی اس کوشش سے پہلے حدیثیں خلط ملط تھیں ص۲۱۹

صحابہ کا طرز عمل حدیث سے ص۲۲۰

رسولوں کی جن باتوں کی تردید خود اللہ تعالیٰ نے کر دی ہے وہ قابل رد ہیں اور مومنوں اور رسولوں کی جن باتوں کی تصدیق خود قرآن پاک نے فرما دی ہے وہ بالضرور مصدقہ آلٰہی ہیں ص۲۲۰

تمام رسولوں کی وہ باتیں جن کا دین کے ساتھ تعلق ہے قرآن میں لائی گئی ہیں۔ انہی باتوں کی اطاعت تمام رسولوں کی اطاعت ہے۔ ص۲۲۴

اگر رسول اور دیگر حکام کی اطاعت وحی ہوتی تو ہمارے پاس قرآنی وحی کی طرح پہنچائی جاتی۔ ص۲۲۴

اللہ تعالیٰ کا محکوم بندہ قول خدا پر حاکم و قاضی نہیں ہوسکتا ص۲۲۴

امام اعظمؒ کا مدار فقاہت پر ہی تھا اگر اس فقاہت کو آئندہ کے لئے جاری رکھا جاتا تو قرآن کریم کی بڑی عظمت ظاہر ہوتی۔ محدثین کے سبب لوگوں نے ہر بات کو وحی جانا اور آئندہ تحقیقات کا دروازہ بند کر دیا۔ ص۲۲۵

صحابہ اکیلے قرآن کو لیکر ہی تبلیغ کرتے تھے۔ ص۲۲۶

سورۃ النحل کا رکوع اول ص۲۲۷

قرآن توحید کی تعلیم دیکر دنیا کو زندگی

بخشنے والا ہے۔ ص۲۲۷

سورۃ النحل کا رکوع دوم ص۲۲۹

اصل زندگی وہ ہے جس میں نہ اونگھ ہو نہ نیند۔ اصل زندگی ٹھوکروں سے محفوظ اور بے غلط ہوتی ہے۔ ص۲۳۳

سورۃ النحل کا رکوع سوم ص۲۳۳

اللہ تعالیٰ متکبروں یعنی بڑائی چاہنے والوں اور اپنا وقر دکھلانے والوں کو دوست نہیں رکھتا ص۲۳۴

سورۃ النحل کا رکوع چہارم ص۲۳۵

سورۃ النحل کا رکوع پنجم ص۲۳۶

اجماع اپنے آپ میں کسی بات کے حق ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے ص۲۳۸

دنیا گِدھوں کی طرح شرک کے مردار پر گرتی ہے ص۲۳۸

مشرک کہتے ہیں کہ اگر ہمارا اجماع صحیح نہیں تو نہ ہو جزا سزا پر بھی کوئی دلیل نہیں ص۲۴۰

سورۃ النحل کا رکوع ششم ص۲۴۱

رسولوں کا پیدا ہونا۔ بچپن۔ جوانی۔ شادی کرنا اور بوڑھے ہوکر وفات پاجانا وغیرہ وغیرہ صاف دکھلاتے ہیں کہ وہ نوع بشر سے ہرگز ہرگز خارج نہ تھے ص۲۴۲

اگر جبرئیل انسانوں کے لئے نماز کے متعلق نمونہ بن سکتا ہے تو کفار کا اعتراض صحیح ہوجائیگا جو وہ کہتے تھے کہ فرشتہ رسول بنکر آئے ص۲۴۴

اولوا الامر کی اطاعت کا حکم دینے سے یہ نتیجہ کسی طرح نہیں نکلتا کہ انکی باتیں بہرصورت وحی ہیں ص۲۴۵

سورۃ النحل کا رکوع ہفتم ص۲۴۵

مقدم خوف صرف اُسی خدا کا ہے جسطرح مقدم مرضی صرف اسی کی ہے۔ باقی تمام مرضیاں اس کے آگے توڑی پھوڑی جاسکتی ہیں۔ رسول بھی فرماتے ہیں کہ انی کنت من الظّٰلمین ص۲۴۵

خدا تعالیٰ اپنے لئے بیٹے اور بیٹیوں سے بےنیاز ہے۔ اُس کی خدائی اور حکومت میں کوئی شریک نہیں۔ ص۲۴۶

خدا تعالیٰ کی اعلیٰ صفت یہی ہے کہ وہ لاشریک لہٗ ہے ص۲۴۷

سورۃ النحل کا رکوع ہشتم ص۲۴۷

خدا تعالیٰ کے سوائے کوئی ابدال وانبیاء بھی اس دنیا کو نہیں بچاسکتے ص۲۴۷

خدا تعالیٰ پر جو لوگ اپنا تقدم جتا اور اپنی امامت دکھاتے ہیں وہی دوزخی ہیں ص۲۴۸

روحانی زندگانی کا موجب یعنی قرآن کا آنا ضروری ہے ص۲۴۹

سورۃ النحل کا رکوع نہم (تعالیٰ)

آتی مودہ - پھل اور شہد) صـ۲۴۹

انسان کی کمزوری کا پردہ فاش کیا گیا ہے صـ۲۵۱

سورۃ النحل کا رکوع دہم (انسان میں بخل کا جذبہ بڑے زور سے کام کر رہا ہے) صـ۲۵۲

انسان کی ہواپرستی کہ کھاتا رب العلمین کا ہے اور گن غیروں کے گاتا ہے صـ۲۵۲

ولادت مسیحؑ بلا باپ پر ایک اور دلیل صـ۲۵۲

مخلوق کو خالق کی مثل مت ٹھہراؤ صـ۲۵۳

جب سیدھے راستہ والا انسان پوجا کے لائق نہیں تو کیا اہرمن اور شیاطین ہی معبود بن سکتے ہیں۔ صـ۲۵۴

سورۃ النحل کا رکوع یازدہم صـ۲۵۵

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ کے انعام جتلا کر اسلام کی طرف بلایا گیا ہے۔ اور ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن ہی نے صفائی کے ساتھ اسلام کو بیان کیا ہے صـ۲۵۶

غیر وحی کے کاموں میں رسول وغیر رسول انسانی کوششوں اور شورائے وغیرہ سے ہی کام لیتے ہیں صـ۲۵۷

سورۃ النحل کا رکوع دوازدہم صـ۲۵۷

ویوم نبعث من کل امۃ شہیداً کے معانی صـ۲۵۷

قرآن خاتم الکتب اور مکمل ہدایت نامہ ہے صـ۲۶۰ تا ۲۶۶

سورۃ النحل کا رکوع سیزدہم صـ۲۶۶

قرآن مجید کی تکمیل کا ایک نقشہ صـ۲۶۶

عہد و پیمان بجا لانے پر زور دینا صـ۲۶۷

عہد کے توڑنے والے کی مثال صـ۲۶۸

خدا تعالیٰ کی پناہ میں آنے والے کو خدا تعالیٰ بچائے رکھتا ہے صـ۲۷۰

سورۃ النحل کا رکوع چاردہم صـ۲۷۱

(واذا بدلنا اٰیۃ مکان اٰیۃ کے معانی) صـ۲۷۱

جو شخص راستی کا اقرار کر کے قتل ہو جائے وہ نہایت مبارک ہے لیکن جو شخص زبان پر کلمہ کفر لے آئے مگر اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو تو وہ شخص مومن ہے، لیکن ناقص صـ۲۷۴

سورۃ النحل کا رکوع پانزدہم (اصلاح نفس سے غافل رہنا نازیبا ہے) صـ۲۷۴

مکہ اور نواح مکہ میں سخت قحط پڑا۔ صـ۲۷۵

بزرگوں کی بعض رسموں یا اقوال سے کسی چیز کو حرام و حلال بنانا اُن کو معبود سمجھنا ہے صـ۲۷۶

برکت کے خیال سے موسیٰ و مسیح و محمد علیہم السلام کا نام لینا بھی ویسا ہی شرک ہے جیسا کہ لات و منات

وعزیٰ کا نام لینا — ص ۲۷۶

کسی حیوان کو غیر کے نام پر ذبح کرنا اور
اس نذر میں خوشی کے ساتھ شریک ہونا
مشرک بنا دیتا ہے — ص ۲۷۶

انبیاء صلحا و شہدا و صدیق کا طرز
عمل — ص ۲۷۷

اگر کسی کھانے پر غیر کے تقرب و حصول
رضا کی پکار کی جائے تو ایسے کھانے میں
شامل ہونا یقیناً حرام ہے — ص ۲۷۷

خدا کی وحی کو مانو اور طیب و خبیث
کے حکیمانہ قاعدہ پر چلو — ص ۲۷۷

جس دن سے مسلمانوں نے حدیثوں کو
وحی قرار دیا ہے حاصل کردہ فلاح سے
بھی نکلتے چلے جا رہے ہیں — ص ۲۷۸

قرآن حکیم کی اطاعت میں تمام رسولوں
اور نیکوں کی وہ اطاعت ساتھ ہی آجاتی
ہے جو مصدقہ الٰہی ہے — ص ۲۷۸

کسی کے کرنے سے کوئی بدی کبھی
نیکی نہیں بن سکتی — ص ۲۷۹

سورۃ النحل کا رکوع شانزدہم — ص ۲۷۹

(اگر جماعت کی بات غلط ثابت ہو
تو وہ اجماع ہیچ ہے) — ص ۲۷۹

بلاشبہ ابراہیمؑ ایک اُمت
تھا۔ — ص ۲۷۹

ابراہیم علیہ السلام سبت کو
جانتے بھی نہ تھے — ص ۲۸۰

جسدن حاکم اکٹھ کے لئے بلائے
وہی یوم الجمعہ ہے — ص ۲۸۱

مغالطے ڈالکر بحث کو الجھنوں
میں نہ ڈالنا چاہئے — ص ۲۸۱

بلاشبہ حق ہمیشہ کامیاب
ہوتا ہے۔ — ص ۲۸۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منزل سوئم

(مشتمل بر ہفت سورہ)

سورہ یونس

مضمون وربط

اس سورت کا نام یونس ہے۔ اس کے آخر میں قوم یونس کے ایمان لانے اور دنیا کے عذاب سے بچ جانے کا بیان ہے۔ جسطرح قوم نوح اور آل فرعون قریباً سب کے سب غرق ہوئے اسی طرح سابقہ اقوام میں سے حضرت یونس علیہ السلام کی تمام قوم اس عام دنیاوی عذاب سے بچ رہی۔ سورہ انفال و توبہ میں اہل مکہ کے اندر ہی اندر مسلم بننے اور کسی جنگ کے بغیر اس کے ساتھ مکہ کے فتح ہوجانے اور تمام عربستان میں اسلام کی عام اشاعت ہونے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم نے لمبے صبر اور برداشت کے ساتھ قوموں کی سچی خیرخواہی کرکے عرب کو عام عذاب سے بچالیا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے قوم یونس علیہ السلام کو بھی محفوظ رکھا۔

جب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہدایت اور رحمت کی خوشخبری آئے تو لوگوں کو چاہیئے کہ سمجھ کے آتے ہی اسپر ایمان لے آویں اور اسپر کاربند ہوں۔ ہاں اگر کسی بات میں تحقیقات کی ضرورت ہو تو مناسب وقت کے لئے تحقیقات کو بھی جاری رکھا جا سکتا ہے لیکن ضد سے انکار کردینا ٹھیک نہیں۔ ایسے ضدی لوگوں کا خاتمہ بالعموم کفر ہی پر ہوتا ہے۔

قوم یونس کے بچ جانے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی رسول بلا وجہ روٹھ جائے تو اس سے لازم نہیں آتا کہ خدائے حکیم بھی اس رسول کی ناراضگی کے سبب روٹھ جائے۔ اصل مرشد اور گرو خدائے تعالےٰ ہی ہے ومن یضلل فلن تجد لہٗ ولیا مرشدا $\frac{15}{14}$ ۔ ان دونوں سورتوں میں اور بھی بہت سی مناسبتیں ہیں۔

اوّل :- سابقہ سورت میں کفار کے جبر مذہبی اور بار بار کی عہد شکنیوں کا بیان ہے۔ اس سورت میں فرمایا ہے کہ ہم (خدا) نے اس رسول کو شروع ہی سے جبر مذہبی سے روکا ہوا ہے افانت تکرہ الناس حتّٰی یکونوا مؤمنین ۔

دوئم :- سورت توبہ میں فرمایا ہے لاملجا من اللّٰه الا الیه یعنی اللہ سے ہٹ کر کوئی جائے پناہ نہیں مل سکتی مگر اللہ کی طرف آنے سے ہی پناہ مل سکتی ہے۔ اس سورت میں فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اصل حق ہے پس جب اللہ تعالیٰ ہی اصل حق ہے تو پھر حق کے بعد سوائے ضلال کے کیا ہو سکتا ہے۔ پس حق کا بھروسہ اور ضلال کا اعتبار یکساں نہیں ہو سکتا

سوئم :- سورہ توبہ میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے اُن کے جان و مال کا اختیار خرید لیا ہے کسی رسول کو بھی خدائے تعالیٰ کے ساتھ کوئی الگ اختیار و حق نہیں دیا گیا۔ کفار ایسی باتوں کو دیکھ کر حیران ہوتے تھے کہ اس رسول کا دین کیا ہے۔ یہ نہ یہودی ہے نہ نصرانی معلوم ہوتا ہے نہ صابی و مجوسی نظر آتا ہے تو اس کے جواب میں فرمایا کہ تو کہدے کہ اے لوگو اگر تم میرے دین سے شک میں ہو تو سن رکھو کہ میں اُن لوگوں کی پوجا نہیں کرتا جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوائے پوجتے ہو لیکن میں اس اللہ کو پوجتا ہوں جو تم کو فوت کرلیتا ہے اور مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمانداروں سے رہوں ۱۱/۱۴ الخ

چہارم :- سورت انفال میں فرمایا ہے کہ تمام دواب سے بدتر وہ بہرے ہیں جو عقل نہیں کرتے۔ اس سورت میں ارشاد کیا ہے اللہ اُن لوگوں پر پلیدگی ڈالدیتا ہے جو عقل نہیں کرتے ۱۱/۵ وغیرہ وغیرہ

ترجمہ و تشریح

بسم اللّٰه الرّحمٰن الرّحیم شروع اللہ کے نام کے ساتھ جو رحمان و رحیم ہے۔

(۱) الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ۝ (ان حروف میں اس سورت کا مفہوم اسطرح پایا جاتا ہے جسطرح بیج کے اندر درخت موجود ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو دانے اور گٹھلیوں کو پھاڑ کر درخت بنانے والا ہے وہ خود ہی آگے اس سورت میں ان حروف کی تشریح کرتا ہے۔ قرآن مجید کی وحی جو حرفوں تک بھی ہوئی وہ اس قرآن سے باہر نہیں رکھی گئی۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اس وحی کی تفصیل و تشریح بھی خود قرآن ہی کرتا ہے فرمایا ہی الٓرٰ) **یہ حکمت والی کتاب** (یعنی قرآن) **کی آیات ہیں** (قرآن مجید حکمتوں سے بھرا پڑا ہے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ لوگوں نے ایسے مسائل اسکی طرف منسوب کردئے ہیں جو حکمت کے سراسر خلاف ہیں۔ کہیں فرشتے اور جن

آدمی بنا کر لائے جاتے ہیں اور اس بات کو مشتبہ کر دیا جاتا ہے کہ کسی عورت کے پاس خاوند آیا ہے
یا جن یا فرشتہ شکل بدل کر آگیا ہے۔ کہیں ایسے معجزے پیش کئے جاتے ہیں جو عورتوں کی
عصمت کو بٹہ لگاتے ہیں۔ معمولی کشتی میں تمام دنیا کے جوڑے بھر دئے جاتے ہیں۔ اگر ایک
چیز صبح کو سیر ہو اور دوپہر کو آدھ سیر بن جائے اور یہی حال تمام مقادیر کا ہو تو دنیا کے تباہ ہونے
میں کوئی فرق نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اسطرح خدا کا ثبوت بھی نہیں مل سکتا)

(۲) اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ○

(قرآن حکیم بلاشبہ ایک عجیب کتاب ہے لیکن اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ یہ قرآن
انسانوں میں سے کسی ایک انسان پر نازل ہو۔ زمین اور آسمان کو وحی ہوتی ہے۔ شہد کی
مکھی کی طرف بھی وحی ہوتی ہے۔ آدمیوں پر خوابوں میں صحیح خبروں کا ظاہر ہو جانا بالعموم دیکھا گیا
ہے۔ آنیوالے واقعات قبل از وقت اثر ڈالتے ہیں۔ یہ باتیں تصرف الٰہی کی مدد سے وحی بن
جاتی ہیں۔ آج تک ہر علاقہ میں بہت سے پیغمبر ہو چکے ہیں اسلئے فرمایا) کیا آدمیوں کے
واسطے اس میں کوئی عجیب بات ہے کہ ہم نے اُن میں سے ایک مرد
پر وحی کر دی ہے (یہ کہتے ہوئے) کہ آدمیوں کو (اُنکی شرارتوں سے) ڈرا اور مومنو
کو خوشخبری دے کہ اُن کے لئے اُن کے رب کے پاس سچائی کا آنا ہے
(اس سے مومنوں کے لئے ترقیوں کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں اور وہ نیکی۔ خوشی اور
علم میں ترقیات کرتے جاتے ہیں۔ ایسی عمدہ باتوں کو سنکر) کافروں (یعنی ناقدر دانوں) نے
کہا بلاشبہ یہ ایک صریح دھوکہ باز ہے۔

(۳) اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○

(خدا کی یہ عنایات دھوکہ نہیں ہوسکتیں۔ تم جو خدا کے ساتھ دوسروں کو ملاتے ہو اور ان پر بھروسہ رکھتے ہو یہی صریح دھوکہ ہے۔ توحید الٰہی تو بالکل واضح ہے جیسا کہ فرمایا ہے) **بلاشبہ تمہارا پروردگار اللہ ہے جس نے** (اس زمین کے متعلقہ) **سماوات کو اور اس زمین کو چھ دنوں** (یعنی چھ زمانوں) **میں پیدا کیا** (ہر زمین اور اس کے سماوات کی پیدائش کا یہی حال ہے۔ اس کی تشریح کئی ایک مقامات پر گذر چکی ہے۔ اس سے خدائے تعالےٰ کے حکیمانہ انتظامات اور کاموں کے بالترتیب انجام دینے کا ثبوت ملتا ہے۔ ارض و سماوات کو پیدا کرکے خدائے تعالےٰ ان پر اپنے تصرف کا اظہار کرتا ہے۔ جب انسان نیچر میں مداخلت کرسکتا ہے تو کیا خدائے تعالےٰ ہی مداخلت سے عاجز ہے؟ مگر یاد رہے کہ اس مداخلت سے سنت الٰہیہ نہیں بدل سکتی اور قوانین قدرت نہیں ٹوٹتے جیسا کہ فرمایا) **پھر وہ خدا عرش** (حکومت) **پر راست آیا** (اس عرش پر کسی اور کی گنجائش ممکن نہیں) **وہ کاموں کی تدبیریں کرتا ہے** (اس کے حضور میں) **کوئی شفیع نہیں ہوسکتا مگر اس کے اذن کے بعد** (اس سے معلوم ہوا کہ اسکا اذن پہلے ہونا چاہیئے۔ اور جب اس کا اذن ہوجائے تو کسی کو شفیع بنانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کفار اپنے لئے شفیعوں کی ضرورت سمجھتے تھے جیسا کہ اسی سورت میں آگے آتا ہے۔ اُن کو فرمایا کہ تمہارے شفیع کیا میرے اذن سے پہلے ہی شفیع بن سکیں گے؟ اور اگر بعد میں بنینگے تو اذن دینا میرے اختیار میں ہے اور جب میں کسی کو بخشنے کا ارادہ کروں تو کسی کو اس بخشش میں اپنے ساتھ ملانے کی کوئی ضرورت نہیں) یہ (جس کے حضور میں اس کے اذن کے بغیر شفیع نہیں بن سکتا) **اللہ تمہارا پروردگار ہے سو اُسی کی عبادت کرو۔ کیا تم غور نہیں کرتے** (اور اثر پذیر نہیں ہوتے)

(۴) إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ○ (کفار شفعا کے قائل تھے۔ اللہ تعالےٰ ہر دفعہ ان سے پوچھتا ہے

کہ کیا میرے اذن سے پہلے کوئی شفاعت کر سکے گا۔ کفار نے کبھی اسکا انکار نہیں کیا۔ وہ مانتے تھے کہ خود خدا ہی بزرگوں سے وعدے کر سکتا اور ایسے اذن دے سکتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مشرکوں کے لئے کوئی اس قسم کی بھی شفاعت نہیں ہے۔ جب خدائے تعالےٰ اپنے انصاف سے کسی کو بخشنے یا سزا دینے کا ارادہ کرے تو وہ کون ہے جو اُسے ٹال سکے یا خدا کے ساتھ اس معاملے میں کوئی مداخلت کر سکے۔ ہاں دوسرے عالم میں شفاعت کی ایک صورت قرین قیاس ہو سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ زید نے بکر کو ستایا اور بیعزتی کی۔ بکر مر گیا تو زید نے اپنی شرارت سے توبہ کی۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو شخص سچی توبہ کرے تو میں اپنے اذن سے خود ہی معافی کرا سکتا ہوں۔ اس کے لئے بھی کسی اور پر بھروسہ رکھنے کی ضرورت نہیں۔ ورنہ خدائے عادل و حکیم کی جناب میں کسی کا شفاعت کر کے کسی کو خواہ مخواہ بخشوا دینا سراسر محال ہے۔ قرآن مجید میں کسی ایسی شفاعت کا کوئی ذکر نہیں جس کے لئے کسی بزرگ یا نبی کو خدا کے ساتھ شفیع ماننے کا ذکر آیا ہو۔ بنی اسرائیل جو نبیوں کی شفاعت کے قائل تھے اُن کو صاف طور پر فرمایا کہ عالم آخرت میں کوئی شفاعت کام نہیں دیتی اور مومنوں کو صاف طور پر کہدیا گیا کہ اس دن کوئی شفاعت نہیں ہے۔ خدا کی رحمت ہی خدا کے حضور میں شفیع بن سکتی ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ خدا کے سوا نہ کوئی سرپرست ہے اور نہ کوئی شفیع ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے) **تم سب کا رجوع** (فرداً فرداً اپنے اپنے وقت پر) **اسی** (خدا) **کی طرف ہے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے بلاشبہ وہ پیدائش کو پہلی دفعہ بناتا ہے پھر اُسے دُھراتا ہے** (اور ان دونو وقتوں میں تمہارا کوئی شفیع تمہارے ساتھ نہیں ہوتا۔ خود خدا ہی تمہیں ارتقا دیتا ہے اور آئندہ تمہارے عملوں کے مطابق جزا دیتا ہے اسلئے فرمایا) **تاکہ اللہ ایمانداروں اور نیکوکاروں کو انصاف کے ساتھ جزا دیوے اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا** (اور خدا کے ساتھ دوسروں کو ملایا) **اُن کے لئے کھولتے پانی کا پینا ہے اور دردناک عذاب ہے اس سبب سے کہ وہ کفر کرتے تھے۔**

(۵) هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَٰلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ (رہنمائی کے قواعد بھی خدا ہی

کے بنائے ہوئے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے) وہی تو ہے جس نے سورج کو روشنی دینے کے لئے بنایا اور چاند کو (اس سے) نور (حاصل کرنیوالا) بنایا اور اس (چاند) کی منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم (سورج اور چاند کے ذریعے سے) سالوں کی گنتی کو اور (اس کے علاوہ) حساب کو جانو (اس سے معلوم ہوا کہ علم ہیئت اور علم حساب کا جاننا بلاشبہ قابل تعریف بات ہے۔ اس سے خدا کی حکمتیں معلوم ہونگی جیسا کہ فرمایا) خدا نے ان چیزوں کو حق کے بغیر نہیں پیدا کیا (یہ صحیفۂ فطرت حق کو ظاہر کرنیوالا ہے) ہم علم والوں کے لئے آیات اور دلائل کی تفصیل کر رہے ہیں (چاند منطقۃ البروج میں قریباً ساڑھے ستائیس دن میں پورا دورہ کرتا ہے اسلئے چاند کی اٹھائیس منزلیں کہلاتی ہیں۔ اٹھائیسویں منزل دوسری منزلوں سے کم ہے لیکن اس عرصہ میں زمین بھی آگے حرکت کرتی ہے۔ اسلئے زمین کی حرکت کے لحاظ سے چاند قریباً ساڑھے انتیس دن میں پھر پہلی جگہ پر آجاتا ہے۔ اس سے زمین کی گردش کا یقیناً پتہ لگ جاتا ہے)

(۶) اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝ (نیچر میں رنگا رنگ چیزیں بنائی گئی ہیں اور ہر چیز کا الگ الگ اثر ہے۔ یہ اختلاف بھی علم میں بڑی مدد دیتا ہے جیسا کہ فرمایا) بلاشبہ رات اور دن کے بدلتے آنے میں اور زمین اور آسمانوں میں جو کچھ خدا نے (رنگا رنگی کو) پیدا کیا ہے (اس میں) بالضرور ان لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں (اور شرارتوں اور بے انصافیوں سے بچتے ہیں) نشانیاں ہیں۔

(۷) اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ (دنیا فانی ہے الباقیات الصالحات کا پورا نتیجہ آخرت میں ملتا ہے اور دائمی ترقیات بھی ہوتی رہتی ہیں۔ آخرت کے ماننے کے بغیر اصل نیکیاں اور آئندہ ترقیاں خاک میں مل جاتی ہیں اس لئے فرمایا) بلاشبہ وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے اور دنیا کی

زندگی پر ریجھ بیٹھے ہیں اور اسپر مطمئن ہیں اور وہ لوگ جو ہماری آیات (اور روحانی ترقیات) سے غافل ہیں (اُن کا حال اگلی آیت میں آتا ہے)

(۸) اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝ (ان کا حال یہ ہے کہ وہ) وہی لوگ ہیں کہ اُن کی جائے پناہ آگ ہے بہ سبب اُس کے جو (اس دنیا میں) کسب کرتے تھے (جائے پناہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جہنم بھی ایک ہسپتال ہے حقیقت میں وہ بھی رحمت کا ہی ایک نشان ہے۔ نیکوں اور بدوں کو عطائے الٰہی سے ہی مدد ملتی ہے۔ عطائے الٰہی کبھی منقطع نہیں ہوتی ۱۵/۲)

(۹) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ۝ (اب مومنوں کا حال بیان کیا جاتا ہے) بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور صلاحیت والے عمل کئے تو اُن کا رب اُن کو اُن کے (پختہ) ایمان کے سبب سے ہدایت دیتا جاتا ہے۔ ان کے نیچے سے نہریں جاری ہیں وہ نعمت والے باغوں میں ہیں۔

(۱۰) دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ (جب وہ جنت میں جاتے ہیں تو) اُن کی پکار اس (جنت) میں یہ ہوتی ہے کہ اے اللہ تو پاک ہے (تو اپنے وعدوں کی کبھی مخالفت نہیں کرتا) اور (جب وہ پہلے مومنوں کو دیکھتے ہیں تو) ان کی دعا اس (جنت) میں (سلام) سلام ہوتی ہے اور (جب آپس میں مل بیٹھتے ہیں اور انعامات الٰہی کو حاصل کرتے ہیں تو) اُن کی آخری پکار یہ ہوتی ہے کہ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے (اس دنیا میں بھی نعماء الٰہی سے فائدہ حاصل کرنے کے بعد الحمد للہ رب العلمین ہی کہنا چاہیے)

رکوع دوم (۱۱) وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۚ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ (نیکی اور بدی کا بیج مناسب قواعد سے اپنے اپنے وقت پر ضرور پھل لاتا ہے۔ آخرت میں اس کا پھل لانا یقینی ہے

انسان جلد باز ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ جلدی سے نتیجے کو دیکھ لیوے۔ اس کا علم بڑا محدود ہے اس کو اصل حقیقت کا پتہ نہیں۔ اس کے دل میں بے موقع نتائج کے دیکھنے کی خواہش ہے۔ دنیا کے لوگوں میں خیالات و اعتقادات کے بارے میں بہت بڑے بڑے اختلافات ہیں۔ ہر مذہب والا جہالت سے چاہتا ہے کہ دوسرے مذہب والے ہلاک ہوں اور مجھے کامیابی ملے۔ اگر حکیم مطلق ایسی لایعنی دعاؤں کو قبول کرلے تو ایک آن میں اس جہان کا خاتمہ ہوجائے۔ اگر بچوں کی خیالی دعائیں قبول ہوں تو کوئی اُستاد زندہ نہ رہے۔ باپ کے پاس بہت سا شہد موجود ہے۔ لیکن بیٹا گرمی دار ہے۔ بیٹا سمجھتا ہے کہ باپ مجھ سے بخل کرتا ہے۔ جن کو آخرت کی اُمید نہیں ہے۔ وہ جلد بازی سے باز نہیں آتے جیسا کہ فرمایا) اور اگر اللہ تعالے آدمیوں کے لئے اُن کی اس شر کو کہ وہ خیر کو جلدی سے مانگتے ہیں۔ جلدی سے پورا کردیا کرتا۔ تو اُن کی اجل کا اُن کی طرف خاتمہ کیا جاتا (خدا تعالےٰ ہر کام کو مناسب وقت پر کرتا ہے۔ جنکو خدا سے ملنے کی اُمید نہیں وہ اس سے گمراہی میں پڑجاتے ہیں جیسا کہ فرمایا) سو ہم اُن لوگوں کو جو ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے اُن کی اپنی سرکشیوں میں بھٹکے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں۔

(۱۲) وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (انسان کی اس دنیا میں بھی کئی دعائیں قبول ہوجاتی ہیں۔ مگر انسان اُن سے توکل کا سبق کم ہی حاصل کرتا ہے۔ جب

پھر تکلیف آتی ہے تو پھر ویسی ہی دعائیں مانگتا ہے۔صبر نہیں کرتا۔بلکہ چاہتا ہے کہ خدا میرا خادم بنکر میرے حکم پر چلے اور میں اُس کی رضا کو مقدم نہ جانوں۔جو بندگی کی حدود سے نکل جاتے ہیں۔اُن کا یہی حال ہوتا ہے۔جیسا کہ فرمایا) اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں لیٹ کر یا بیٹھکر یا کھڑے ہوکر پکارتا ہے۔سو جب ہم اُس سے اُس کی تکلیف کو کھول دیتے ہیں۔تو وہ اسطرح سے گزر جاتا ہے۔گویا کہ اُس نے ہمیں اُس تکلیف کی طرف جو اُسے پہنچی تھی پکارا ہی نہیں۔اسی طرح (بندگی کی) حد سے نکلنے والوں کے لئے اُن کے کاموں کو زینت دی جاتی ہے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان لیٹے بیٹھے ہر حالت میں خدا سے دعائیں مانگ سکتا ہے)

(۱۳) وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ۝ (بندگی کی حد سے نکلنے والے اپنے آپ کو امن میں سمجھتے ہیں۔لیکن اللہ تعالےٰ فرماتا ہے) اور بلاشبہ ہم نے اُن قوموں کو جو تم سے پہلے تھیں ہلاک کر دیا۔جب اُنھوں نے ظلم کیا۔اور اُنکے پاس اُن کے رسول واضح باتیں لیکر آئے تھے اور وہ تس پر بھی ایسے نہ ہوئے کہ ایمان لے آتے۔اسی طرح ہم مجرم لوگوں کو جزا دیا کرتے ہیں (اور اُن کے ظلموں کے سبب سے ایمان جیسی نعمت سے اُنھیں روک لیتے ہیں۔پس ہمارے لئے اپنے اندر کی اصلاح کرنی سب سے مقدم ہے۔اور وہ صرف خدا کی طرف رجوع کرنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے)

(۱۴) ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۝ (آگے فرمایا) پھر ہم نے تم کو اُن کے بعد زمین میں خلیفہ بنایا۔تاکہ دیکھیں تم کسطرح عمل کرتے ہو (کیا تم نے اُن کے حالات کو دیکھکر کوئی عبرت حاصل کی ہے؟)

(۱۵) وَاِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا
ائۡتِ بِقُرۡاٰنٍ غَیۡرِ ھٰذَاۤ اَوۡ بَدِّلۡہُ ؕ قُلۡ مَا یَکُوۡنُ لِیۡۤ اَنۡ اُبَدِّلَہٗ
مِنۡ تِلۡقَآیِٔ نَفۡسِیۡ ۚ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ ۚ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اِنۡ
عَصَیۡتُ رَبِّیۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ۝ (عبرت حاصل کرنے کی بجائے تمنے جو کچھ سیکھا ہے وہ اس سے ظاہر ہو سکتا ہے) اور جب اُن پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں (جن میں اُن قوموں کے اندرونی بگاڑ کا ذکر آتا ہے) تو وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے (تجھے) کہتے ہیں کہ تو اس کے سوا کوئی اور قرآن لے آ۔ یا اسے بدل ڈال (اس سے توحید اور خدا کی پیشی کے وعدوں کو نکال دے) تو کہہ کہ میری طاقت نہیں ہے کہ میں اُسے اپنی طرف سے بدل ڈالوں۔ میں تو صرف (اپنی وسعت کے مطابق) اُسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے (اس آیت سے سورج کی طرح روشن ہے کہ ہمارے رسول کریم قرآن کے عاجز تابعداروں سے تھے۔ حضور کبھی قرآن پر حاکم اور قاضی نہیں بنائے گئے تھے اور نہ آپ کو اپنی کسی بات کو وحی الٰہی بنانے کا اختیار ملا تھا۔ حضور کا حال اگلے لفظوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے) بلاشبہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بھی بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے رسول کریم بھی نافرمانی کی صورت میں آخرت کے عذاب میں پکڑے جا سکتے ہیں۔ اگر خدا نے انھیں فرمادیا ہوتا کہ تیری اس دنیا کی غلطیاں اس دنیا ہی میں دور کر دی جائینگی اور آخرت میں تیرا مواخذہ میں نا تعالیٰ ہے۔ تو ایسا کبھی نہ فرمایا جاتا۔)

(۱۶) قُلۡ لَّوۡ شَآءَ اللّٰہُ مَا تَلَوۡتُہٗ عَلَیۡکُمۡ وَلَاۤ اَدۡرٰىکُمۡ بِہٖ ۫ۖ
فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِیۡکُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِہٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝ (آگے فرمایا تو (انہیں) کہہ دے کہ اگر اللہ چاہتا (کہ میں ایسا قرآن تمہیں نہ پڑھوں) تو میں تم پر اس قرآن کو نہ پڑھ سکتا۔ اور (جب اس کی تفسیر کی ضرورت ہوتی تو) وہ (خدا)

تمہیں اس کو نہ سمجھاتا (اس آیت سے صاف روشن ہے کہ قرآن کو پڑھ دینا اور قرآن میں اس کی وحی والی تفسیر کالانا خدا تعالیٰ کا ہی کام ہے۔ رسول کریم کی اپنی تفسیر مجتہدانہ تھی وحی الٰہی ہرگز نہ تھی۔ آگے اس کے ثبوت میں فرمایا) سو بالتحقیق میں تم میں اس سے پہلے ایک عمر گذار چکا ہوں۔ پھر کیا تم عقل نہیں کرتے (کہ مجھے پہلے کبھی ایسی تجویزوں کا خیال تک بھی نہ گذرا تھا۔ یہ قرآنی تعلیم میری پہلی حالت سے بالکل الگ بات ہے)

(۱۷) فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ (رسول کریم کی گذشتہ زندگی کے تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ افتراء علی اللہ سے سخت بیزار تھے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے رسول کریم سے کہلوادیا کہ) پھر اس سے بڑھکر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے (اس پر وحی تو نہ ہوئی ہو لیکن کہے کہ مجھ پر وحی ہوتی ہے) یا (اپنا حاکم و قاضی ہونا جتا کر) اُس کی (یعنی خدا کی) آیات کو جھٹلائے۔ بلاشبہ بات یہ ہے کہ ایسے مجرم فلاح نہیں پاتے۔

(۱۸) وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (مگر حیف ہے کہ لوگوں نے خدائے تعالیٰ کے حضور میں شفیعوں کا خیال گھڑ لیا ہے اور اس بھروسے پر وہ بدیاں کرنے سے نہیں رکتے ان کو اپنے شفعاء پر بھروسہ ہوتا ہے کہ وہ ہمیں خدا سے بچا لینگے یہ صراحتاً شرک اور افتراء علی اللہ ہے جیسا کہ فرمایا) اور یہ لوگ اللہ کے سوا اُن کی پوجا کرتے ہیں جو ان کو نہ ضرر دیتے ہیں اور نہ نفع دیتے ہیں (یعنی اُن کا ضرر و نفع اُن کے اختیار میں نہیں) اور کہتے ہیں یہ خدا کے نزدیک ہمارے سفارشی ہیں (حالانکہ خدا نے کسی کو سفارشی بنا کر نہیں بٹھایا ہوا۔ یہ لوگ خدا کو وہ بات سکھاتے ہیں جو وہ اپنی

مخلوقات میں کہیں نہیں دیکھتا۔ اسلئے ارشاد ہے) تو کہہ کیا تم اللہ کو اس چیز سے خبر دار کرتے ہو جسکو وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں۔ وہ پاک ہے اور اُن کے شریک بنانے سے اعلیٰ ہے (اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے کسی کو شفاعت کا اذن دیکر یا وعدہ کر کے شفیع نہیں بنایا۔ موجودات میں خدا کے آگے ایسا عہدہ کسی کو نہیں دیا گیا۔ اگر ایسا عہدہ کسی کو ملا ہو تو ہماری نجات کے لئے اس کو بھی خدا کے ساتھ ملانے کی ضرورت رہیگی اور اسی کا نام شرک ہے)

(۱۹) وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّآ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ (یہ باتیں نادانوں نے بعد میں ایجاد کرلی ہیں۔ ابتداءً سب لوگ ایک جماعت تھے اور فطری ہدایت پر چلتے تھے۔ بعد کے لوگوں نے ایسے اختلافات پیدا کر دئیے جیسا کہ فرمایا) اور آدمی (پہلے) صرف ایک جماعت تھے۔ پھر اُنھوں نے اختلاف کیا۔ اور (چونکہ خدا تعالےٰ کا قاعدہ ہے کہ وہ لوگوں کو جبراً ہدایت نہیں دیتا اور اُن کو اختیار دینے سے یہی مقصود ہے کہ وہ خود سوچ سمجھکر اور خدا کی جانب کو ترجیح دیکر ایمان لائیں۔ یہ غرض نہیں ہے کہ اُنھیں معجزات کے ذریعہ سے جہنم اور آخرت دکھا کر ایمان پر مجبور کیا جائے۔ اگر ایسا ہوتا تو خدا یا تو سب کو ہدایت پر پیدا کر دیتا یا پیدا کرتے ہی عالم آخرت میں لے جاتا اور وہاں سب کچھ معائنہ کرا دیتا اسلئے فرمایا) اگر ایک کلمہ (یعنی قاعدہ) جو تیرے رب کی طرف سے گذر چکا ہے نہ ہوتا (جو یہ ہے کہ جبری ایمان کو کچھ وقر نہ دیا جائے) تو ان کے درمیان اُن باتوں میں فیصلہ کیا جاتا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں (اور اُن کے نتائج عالم آخرت کی طرح دکھا دئیے جاتے۔ پھر ایسے ایمان کا جس میں ہماری کوشش کا دخل نہیں کیا فائدہ ہوتا)

(۲۰) وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ إِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ (یہ لوگ چاہتے تھے کہ دنیا میں بھی کوئی ایسا نشان دکھلایا جاوے جس سے وہ ایمان پر مجبور کر دئیے جاویں جیسا کہ فرمایا)

اور کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں نازل کیا جاتا (یعنی جس غلبے کی یہ پیشگوئیاں کرتا ہے اس غلبے کا ایک حصہ اس کمزوری کی حالت میں بھی دکھلا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے کہ غلبہ تو ضرور ہوگا لیکن اس کا وقت سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں اسلئے فرمایا) سو کہہ دے کہ سوائے اس کے نہیں کہ غیب (کا جاننا) اللہ کے لئے ہے پس تم انتظار کرو بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنیوالوں میں سے ہوں (اسلام ضرور غالب ہوگا)

رکوع سوم (۲۱) وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ۭ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ○ (خدا تعالیٰ کے تصرفات اس دنیا میں ہمیشہ دیکھے جاتے ہیں۔ ارحم الراحمین دُکھ کے بعد سُکھ دکھاتا ہے۔ لوگ اسوقت حیلے بہانے بنا کر اپنے بنائے شریکوں کی طرف منسوب کر لیتے ہیں یا کہتے ہیں کہ یہ ہماری تجویز اور علم کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح غلبہ دیکھ کر بھی اکثر لوگ بہانے بنا سکتے ہیں کہ یہ غلبہ اتفاقی ہے خدا کے تصرف سے نہیں۔ اُن کی اس ناقدردانی کو دکھلانے کے لئے فرمایا) اور جب ہم آدمیوں کو اُس ضرر کے بعد جو اُن کو پہنچا رحمت چکھاتے ہیں تو اُسوقت اُن کے لئے ہماری آیتوں میں مکر کرنا (اور بہانے بنانا) ہوتا ہے (ناقدردان لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ غلبہ طبعی طور پر خدا کے تصرف کے بغیر حاصل ہوا ہے) تو کہہ دے اللہ مکر (کی سزا دینے میں) بہت تیز ہے (وہ ایسے لوگوں کو ہدایت سے محروم کر دیتا ہے) بلاشبہ ہمارے بھیجے ہوئے (کارکنان قدرت) جو تم مکر کرتے ہو اسکو (تمہاری روح پر اور صحیفۂ فطرت میں) لکھتے جاتے ہیں (اور قائم رکھتے ہیں تاکہ تمہیں اس کے مطابق بدلہ دیا جاوے)

(۲۲) هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَاۗءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَاۗءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ

بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ
لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ○ (اس کے لئے ایک اور مثال بیان فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد ہے) وہی (خدا) تو ہے جو تم کو خشکی اور تری میں سیر کراتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ (کشتیاں) موافق ہوا کے ساتھ ان لوگوں کو لیکر چلتی ہیں اور وہ اس (باد موافق) سے خوش ہوتے ہیں (تو اسوقت) اُن (کشتیوں) پر تُند (اور طوفانی) ہوا آتی ہے (یہ طوفانی ہوا بگولے کی طرح چکر لگاتی ہے اور جہاز بھنور میں پھنس جاتا ہے) اور (اس لئے) اُن پر ہر طرف سے لہریں آتی ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ ہم نرغے میں آ گئے ہیں تو (اسوقت) وہ اللہ کو اس کے لئے خالص بندگی بجالا کر پکارتے ہیں کہ اگر تو نے ہم کو اس (بلا) سے نجات دی تو ہم شکر گذاروں سے ہو جائیں گے (اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ کفار کی اسوقت کی دعائیں مخلصانہ اور موحدانہ رنگ میں ہوتی ہیں۔ اسوقت نہ کوئی شفیع یاد آتا ہے اور نہ کسی مددگار کا خیال ہوتا ہے ہے۔ انسان کی فطری حالت یہی ہے بعض پیر پرست لمبی مشق سے ایسی عادت پیدا کر لیتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو اکسا کر اسوقت بھی شرکیہ اوراد یاد دلاتے ہیں۔ یہ مرض کی مایوس کن حالت ہے ورنہ فطرت بلا کسی ترغیب کے خود بخود اپنی اصلی حالت کو ظاہر کرتی ہے)

(۲۳) فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ
یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ز
ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ پھر جب اُس (اللہ) نے اُنکو نجات دیدی جب تو وہ زمین میں ناحق بغاوت پھیلاتے ہیں (یعنی اللہ سے باغی ہو کر دوسروں کو خدا ٹھہراتے ہیں۔ بغاوت۔ مکر۔ لڑائی اور دکھ دینے کی ابتدا کرنا ناحق ہے اور لڑائی کے مقابلہ میں منصفانہ اور بہادرانہ جنگ کرنا حق بن جاتا ہے۔

آگے فرمایا) اے آدمیو سوائے اس کے نہیں کہ تمہاری بغاوت (کا نقصان) تمہاری جانوں پر ہے۔ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے (اٹھالو) پھر تمہارا (اپنے اپنے وقت پر) مڑنا ہماری طرف ہی ہوتا ہے پھر ہم تم کو تمہارے عملوں سے خبردار کرتے ہیں۔

(۲۴) إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ اَتٰهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○

(تم دنیا کی زندگی پر ریجھے ہوئے ہو یہ دنیا فانی ہے اسلئے فرمایا) سوائے اس کے نہیں کہ دنیا کی زندگی کی مثال پانی کی مانند ہے جسے ہمنے آسمان سے اتارا ہے پھر (پانی) کے ساتھ زمین کی روئیدگی جس میں سے آدمی اور مویشی کھاتے ہیں مل گئی یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی زینت کو پکڑا اور لہلہا اٹھی اور اس کے رہنے والوں نے گمان کیا کہ ہم اسپر قادر ہیں تو اسوقت ہمارا حکم رات کو یا دن کو آیا سو ہم نے اس کو ایسی کٹی ہوئی بنا دیا کہ گویا وہ کل موجود ہی نہ تھی۔ اس طرح ہم آیات (اور دلائل) کو سوچنے والے لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں (زندگی پانی کی طرح آسمان سے اترتی ہے۔ اجسام ارضی سے قوت پاتی ہے۔ وہ اجسام کچے پکے کاٹے جاتے ہیں۔ کبھی کوئی فوج آکر اپنے چارپایوں کے لئے کاٹ کر لے جاتی ہے۔ یہ دنیا بدامنی اور فنا کا گھر ہے۔ جہاں تک ممکن ہو خدا کے حکم کے مطابق ایک دوسرے کو فائدہ پہنچایا جائے

تاکہ سلامتی کے گھر میں ہمیشہ کے لئے

اسکا پھل ملے جیسا کہ آگے آتا ہے

(۲۵) وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ اور اللہ سلامتی کے گھر (یعنی جنت) کی طرف بلاتا ہے (وہاں کوئی آزار نہیں ہوگا ہر طرح سلامتی ہی سلامتی ہوگی) اور وہ (اللہ) جسکو چاہتا ہے (اپنی بے عیب مرضی کے مطابق) سیدھے راستے کی طرف چلا دیتا ہے (بیج اگانا انسان کا کام ہے اور نتیجہ میں اُس کو درخت بنا دینا خدا کا فعل ہے)

(۲۶) لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ان لوگوں کے لیے جنہوں نے نیکی کی ہے (اسکے علاوہ) اور ترقیاں (بھی) ہیں اور ان کے مونہوں کو نہ سیاہی ڈھانکتی ہے اور نہ ذلت۔ یہی لوگ جنت والے ہیں۔ وہ اس میں (سرخرو ہوکر) رہ پڑنے والے ہیں۔

(۲۷) وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ ۢبِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ اور وہ لوگ جنہوں نے بدیاں کمائیں تو بدی کی جزا اُس کی مثل کی مطابقت پر ہوتی ہے اور اُن کو ذلت ڈھانکتی ہے۔ اُن کے لئے اللہ سے کوئی بچانے والا نہیں گویا کہ اُن کے مونہوں کو اندھیری رات کے ٹکڑے اڑھا دئے گئے ہیں یہی لوگ آگ والے ہیں۔ یہ اس میں رہ پڑنے والے ہیں ۔

(۲۸) وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ

اَنۡتُمۡ وَشُرَكَآؤُكُمۡ ۚ فَزَيَّلۡنَا بَيۡنَهُمۡ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ

اِيَّانَا تَعۡبُدُوۡنَ ۝ (مشرک جن کو اپنا شفیع و عاصم اور محافظ سمجھتے ہیں۔ نہ وہ اس جگہ کچھ کام دے سکتے ہیں اور نہ ہی آخرت میں کچھ کام دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کے تعلقات کو قطع کیا ہوا ہے اور اُن کے درمیان دشوار گذار خندقیں بنائی ہوئی ہیں 15/19 گمراہ کرنے والے جہنم میں اکثر پہلے پہنچا کرتے ہیں اور دیگر مشرک پیچھے اُن کے ساتھ ملتے ہیں۔ وہاں وہ ایک دوسرے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے جیسا کہ فرمایا) اور جسدن ہم ان (مشرکوں اور ان کے فرضی عاصموں) کو (جہنم میں) اکٹھا کرتے ہیں۔ پھر ہم ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا کہتے ہیں کہ تم اور تمہارے شریک اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ اسلئے کہ ہم نے ان کے درمیان تفریق ڈالی ہوئی ہے (جب وہ وہاں پہنچے تو) ان کے شریکوں نے کہا۔ تم ہماری پوجا نہیں کرتے تھے۔

(۲۹) فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًۢا بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ اِنۡ كُنَّا عَنۡ عِبَادَتِكُمۡ لَغٰفِلِيۡنَ ۝ سو اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہے کہ ہم تمہاری عبادت سے بالضرور غافل تھے۔

(۳۰) هُنَالِكَ تَبۡلُوۡا كُلُّ نَفۡسٍ مَّاۤ اَسۡلَفَتۡ وَرُدُّوۡۤا اِلَى اللّٰهِ مَوۡلٰٮهُمُ الۡحَـقِّ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ۝ یہیں سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نفس اس کو جو اُس نے آگے بھیجا پالیتا ہے اور یہ سب لوگ اللہ کی طرف جو ان کا سچا والی ہے لوٹائے گئے اور جو وہ افترا کرتے تھے وہ اُن سے (کہ فلاں شخص ہمارے کام آئیگا) گم ہو گئے (اللہ مشرکوں کا بھی سچا والی ہے۔ جہنم کے عذاب کے ساتھ ان کا علاج کرتا ہے اور مومنوں کا ان کو ترقیات اور آرام دینے کے لئے والی ہے۔ دونوں اپنا اپنا ہی پھل پاتے ہیں)

رکوع چہارم (۳۱) قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ (اس دنیا میں جہاں انسانوں کو اپنے معاملات میں کسی قدر اختیار دیا ہوا ہے ایسے کام کوئی نہیں کرسکتا جن کا آئندہ آیات میں ذکر ہے) تو کہہ کون تمہیں آسمان سے (مینہ اور زندگی کے سامان اُتار کر) اور زمین سے (نباتات۔ پانی اور معادن نکالکر) روزی دیتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردے سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور کون کام کی تدبیریں کرتا ہے (اور تمام عالم پر متصرف حقیقی ہے) سو ابھی یہ (مشرک بھی) کہینگے کہ اللہ ہی ایسا کرتا ہے۔ سو تو اُنھیں کہہ کہ تم پھر (اُس دن سے) کیوں نہیں ڈرتے (جس میں کوئی نفس کسی نفس پر اختیار نہیں رکھتا اور معاملہ سارے کا سارا اللہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے ۳۰)

(۳۲) فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ○ پس یہی تو اللہ ہے جو تمہارا سچا رب ہے۔ پھر اس حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا ہوسکتا ہے۔ پھر تم کدھر موڑے جاتے ہو۔

(۳۳) كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ (توحید الٰہی کو چھوڑ کر اور گمراہی میں پڑ کر فاسق لوگ ایمان سے خالی رہ جاتے ہیں جیسا کہ فرمایا) اسطرح تیرے رب کا وعدہ فاسقوں پر پورا ہوا کہ وہ ایمان نہیں لاتے (اس سے معلوم ہوا کہ

توحید الٰہی کے ماننے کے بغیر ایمان حاصل ہی نہیں ہوتا)

(۳۴) قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ قُلِ اللَّهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ○ (آگے فرمایا) تو کہہ کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو پیدائش کو ابتداءً بناتا ہو پھر اُسے دھراتا ہے (خدا تعالےٰ جانوروں کو بناتا ہے۔ جب لوگ اُن سے کام لے چکتے ہیں تو آئندہ کے لئے اُسی قسم کی خلق کو دوبارہ پیدا کرتا ہے۔ یہی حال نباتات اور انسانوں کا بھی ہے۔ اسلئے فرمایا) تو کہہ کہ اللہ ہی خلقت کی ابتدا کرتا ہے پھر اُسے دُہراتا رہتا ہے۔ سو تم کدھر الٹائے جاتے ہو (جب خدا تعالےٰ مخلوق کی مثل کو یہاں دُھرا تا رہتا ہے تو کیا آخرت میں اصل ارواح اور اُن کے لطیف جسموں کو قائم نہیں رکھ سکتا؟

(۳۵) قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ ۚ قُلِ اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ ۗ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهِدِّي إِلَّا أَنْ يُهْدَىٰ ۖ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ○ (آگے فرمایا) تو کہہ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے (خدا نے فطرت کو پیدا کیا اور تمہیں اس کے مطابق بنایا اور جوہر عقل سے آراستہ کیا۔ یوں تم بہت سے علوم کو حاصل کر لیتے ہو) تو کہہ (بلکہ) اللہ حق کے واسطے رہنمائی کرتا ہے (اور تمہیں حق پر پہنچا دیتا ہے) پھر جو (خدا) حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے زیادہ حقدار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود راہ نہیں پا سکتا مگر یہ کہ اسکو ہدایت دی جائے پھر تمہیں کیا ہو گیا تم کس طرح فیصلہ کرتے ہو (خدا تعالےٰ ایسے نامعقول فیصلے دینے پر بیزار ہے۔ اس آیت سے بڑی صفائی کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ اصل اطاعت خدا تعالےٰ کی ہے۔ پس اصل مطاع وہی ایک ہو سکتا ہے۔ آگے اصل مطاع کے دو حصے کر دینا خدا جانے کس دماغ کا کام ہے۔ وحی کرنا صرف خدا کا خاصہ ہے۔ جس بات کے متعلق بیان کیا جاوے کہ

یہ وحی سے سمجھی گئی ہے اور ہمارے فہم کے مطابق وہ وحی کے ساتھ مخالفت رکھتی معلوم ہوتی ہو تو ایسے وقت میں کس کی اطاعت کی جائیگی۔ اصل مطاع کی یا جو اُس کے فہم دینے سے کوئی بات سمجھتا ہے مگر لوگ ہیں کہ اسکو احق ان یتبع بناتے ہیں۔ قرآن مجید ایسے فیصلے دینے سے تاکیداً روک رہا ہے)

(۳۶) وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۚ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝ (یہ ہے جو اصل وحی کے فہم کے متعلق فرمایا گیا۔ مگر افسوس ہے کہ لوگ ظنی روایات پر چلکر اُن کو بھی وحی کی مثل بنادیتے ہیں جیساکہ فرمایا) اور اُن میں سے اکثر لوگ صرف ظن (یعنی ظنی روایات و خیالات) کی پیروی کرتے ہیں (اور یہ ظاہر ہے کہ) بلاشبہ ظن حق کی جگہ کوئی کام نہیں دیتا (حقائق کے سامنے ظن کو دیوار کے ساتھ مارنا چاہیئے۔ مگر ان لوگوں کا حال الگ ہے) بلاشبہ اللہ ان کے فعلوں کو جانتا ہے۔

(۳۷) وَمَا كَانَ هَٰذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَىٰ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ قف (اب آگے بتلایا ہے کہ یہ وحی کی تعلیم قرآن ہے چنانچہ ارشاد ہے) اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ سوائے خدا کے کسی اور (کے دل) سے باندھا جاسکے (جس کتاب کو صحیفۂ فطرت جھٹلائے وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتی) ولیکن (یہ قرآن) اُس (وحی) کی تصدیق ہے جو اُس سے پہلے آچکی ہے اور اس کتاب (یعنی صحیفۂ فطرت) کا کھلا بیان ہے جس (فطرت) کے رب کی طرف سے ہونے میں کوئی شک نہیں۔

(۳۸) أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

یا کیا (باوجود اس کے) یہ کہتے ہیں کہ اس رسول نے اسے اپنے دل سے باندھ لیا ہے (تو لوگو، جیسا ایک بشر ہے اسلئے انہیں) کہدے کہ (تم بھی تو میرے جیسے بشر ہو سو) تم اس کی مثل ایک سورت لے آؤ اور اگر تم سچے ہو تو اللہ کے سوائے جس کو تم بلا سکتے ہو بلا لو۔

(۳۹) بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ۝ (حق باطل کے مقابلہ میں آخر کار بالضرور غالب ہوتا ہے لیکن ابھی تک حق کا ظاہری غلبہ اُن کی سمجھ میں نہیں آیا تھا اسلئے فرمایا) نہیں بلکہ اُنھوں نے ان باتوں کو جھٹلایا جن کے علم پر احاطہ نہ پا سکے اور ابھی ان کے پاس اس (تعلیم) کا نتیجہ نہیں آیا۔ اسی طرح وہ لوگ (بھی) جو ان سے پہلے تھے جھٹلایا کرتے تھے۔ سو دیکھ کہ اُن ظالموں کا کیسا انجام ہوا۔

(۴۰) وَمِنْهُم مَّن يُؤْمِنُ بِهِ وَمِنْهُم مَّن لَّا يُؤْمِنُ بِهِ ۚ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِينَ ۝ (لوگ خدا کی توحید پر ایمان لانے والوں کو مفسد اور امن شکن قرار دیتے ہیں اور اپنے شرکوں کو امن کا موجب جانتے ہیں۔ اسلئے فرمایا) اور ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو اس (قرآن) کو مانتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو اسے نہیں مانتے (امن خدا کو مان کر ہی ملیگا) اور تیرا رب فسادیوں کو خوب جانتا ہے

رکوع پنجم (۴۱) وَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل لِّي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۖ أَنتُم بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ۝ (مشرکانہ اعتقادات ہی دنیا کے فساد کا موجب ہیں۔ خدا تعالےٰ جبر مذہبی سے بیزار ہے۔ اسلئے فرمایا) اور اگر یہ تجھے جھٹلائیں (تو تیرا ان پر کوئی جبر نہیں پس ان کی طرف سے بھی تجھ پر کوئی جبر نہ ہونا چاہئے) تو تو کہہ دے کہ میرے لئے میرے عمل ہیں اور تمہارے لئے تمہارے عمل (ہم اپنے اپنے اعمال کا نتیجہ دیکھیں گے) تم اس سے جو میں

کرتا ہوں بری ہو اور میں اُس سے جو تم کرتے ہو بری ہوں۔

(۴۲) وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ ۚ أَفَأَنتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ ۝ (پس ایک دوسرے پر جبر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس بات کو سنکر کئی لوگ نادم ہو جاتے ہیں اور ظاہری طور پر رسولوں کی طرف کان لگاتے ہیں لیکن سمع قبول سے نہیں سنتے اور چونکہ رسول اپنے آپ کو حد سے نہیں بڑھاتا اور خدائی کا دعویٰ نہیں کرتا اسلئے وہ بظاہر اس کی طرف دیکھتے ہیں لیکن دلی بصیرت سے کام نہیں لیتے۔ اسلئے اُن کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا جیسا کہ فرمایا) اور اُن میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو تیری طرف کان رکھتے ہیں۔ پھر کیا تو بہروں کو سنا سکتا ہے اور اگرچہ وہ عقل سے کام نہ لیتے ہوں (یعنی تو کسی شخص کے باطن کو نہیں دیکھتا۔ باطن کے لحاظ سے ہدایت دینا خدا کا کام ہے پس اصل ہدایت اُسی سے مانگنی چاہیئے۔)

(۴۳) وَمِنْهُم مَّن يَنظُرُ إِلَيْكَ ۚ أَفَأَنتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ ۝ اور اُن میں سے بعض ایسے ہیں جو تیری طرف نظر کرتے ہیں (وہ تجھے اسی صورت میں مان سکتے ہیں کہ تو خدائی کا دعوےٰ کرے۔ بغیر اس کے وہ بندے کی خوبیوں کے دیکھنے سے قاصر ہیں اسلئے فرمایا) پھر کیا تو اندھوں کو ہدایت دیسکتا ہے اور اگرچہ وہ بصیرت نہ رکھتے ہوں

(۴۴) إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَٰكِنَّ النَّاسَ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ (بندوں کے حالات کے مطابق نتیجے دینا خدا کا کام ہے) بلاشبہ اللہ آدمیوں پر ظلم نہیں کرتا ولیکن آدمی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں

(۴۵) وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ۚ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ فَمَا

كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ○ (یہ لوگ دنیا کو بڑی چیز سمجھتے ہیں اور آخرت کا خیال اُن کے دل میں کچھ بھی نہیں۔ حالانکہ یہ دنیا فانی اور آخرت کا معاملہ دائمی ہے اس دنیا کی حقیقت آخرت کے مقابلہ پر کچھ نہیں چنانچہ ارشاد ہے) اور جس دن وہ (خدا) اُنھیں اپنی پیشی میں لاتا ہے (تو یہ لوگ اپنی دنیوی زندگی کو ایسا سمجھتے ہیں) گویا کہ اُنھوں نے (اس دنیا میں) دن کی ایک گھڑی بھی دیر نہیں کی (رات تو غفلت میں گذر جاتی ہے۔ دن کو اپنے آپ کا علم ہوتا ہے اسلئے دن کی گھڑی کا ذکر کیا اور چونکہ دن کو وہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اسی لئے فرمایا کہ وہ آخرت میں ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے) وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں (اور ضائع کی ہوئی زندگی پر افسوس کرتے ہیں) بلاشبہ اُن لوگوں نے نقصان اُٹھایا جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا (اس ملنے میں انسانوں کا ہی فائدہ ہے) اور یہ لوگ کچھ راہ پانے والے نہ ہوئے (یعنی کچھ نفع حاصل نہ کیا)

(۴۶) وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ○ (یہ لوگ اپنی اصلاح نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ اُنھیں عجائبات دکھلائے جاویں اور وہ عذاب جو اُن کے کفر کا نتیجہ ہوگا لایا جاوے۔ ایسے عذاب کے ساتھ رسولوں کا کوئی تعلق نہیں چنانچہ فرمایا) اور اگر ہم تجھے اسکا ایک حصہ دکھلادیں جو ہم اُنھیں وعید سناتے ہیں یا تجھے فوت کرلیں سو (بہر صورت) انکا رجوع ہماری طرف ہے۔ پھر اللہ ہی اُن کے کاموں پر شاہد ہوتا ہے (وہ اُن کے ہاتھ پاؤں اور دلوں سے گواہی دلاتا ہے)

(۴۷) وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ج فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ (یہاں رسولوں کا آنا ضروری ہے تاکہ لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت باقی نہ رہے۔ اسلئے عذاب رسول کے آنے کے بعد ہی ہوتا ہے خواہ جلدی ہو یا دیر سے جیسے فرمایا) اور ہر اُمت کے لئے رسول ہوا

ہے۔ سو جب اُنکا رسول آتا تھا تو اُن کے درمیان (جلدی یاد رہے) انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جاتا تھا۔ اور (اب بھی) اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا جاتا۔

(۴۸) وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

(کفار قریش نے سمجھا کہ یہ ہمارے لئے دھمکی ہے اور سوال کیا جیساکہ ارشاد ہے) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب ہوگا۔

(۴۹) قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝ تو کہہ میں اپنی جان کے لئے بھی کسی ضرر کا اختیار نہیں رکھتا (اور) نہ کسی نفع کا مگر جو اللہ نے چاہا (وہ مجھے وہی اختیار دیتا ہے جو تمہیں بھی دیتا ہے۔ تمام قومیں اپنے اعمال سے بنتی اور بگڑتی ہیں۔ آخر کار اُن کی تباہی کے لئے ایک وقت آجاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے) ہر ایک اُمت کے لئے ایک اجل ہے۔ جب اُن کا وہ وقت (مقرر) آتا ہے تو وہ ایک گھڑی پیچھے نہیں ڈال سکتے (کیونکہ خدا کا مقابلہ کرنا محال ہے) اور نہ اسے پہلے ہی لا سکتے ہیں (اسلئے کہ پہلے لانے کا وقت گذر چکا ہوتا ہے اور گذرا ہوا وقت کبھی واپس نہیں لایا جاسکتا)

(۵۰) قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ۝ (تم عذاب کے وقت کو جلدی مانگتے ہو۔ کیا اس میں کوئی خوبی اور مرغوبیت ہے اسلئے ارشاد ہے) تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر تمہارے پاس اس (خدا) کا عذاب رات کو (بے خبری کی حالت میں) یا دن کو (دیکھتے دیکھتے) آجائے (تو کیا اس میں کوئی خوبی کی بات ہوگی۔ پھر) وہ کیا چیز ہے جس کو مجرم جلدی سے مانگ رہے ہیں۔

(۵۱) أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ آمَنْتُمْ بِهِ ۚ آلْآنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ

تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ (اور اگر ایمان لانے کے واسطے عذاب جلدی مانگا جا رہا ہے تو یہ
بھی باطل ہے۔ عذاب دیکھ کر ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دیتا جیسا کہ
ارشاد ہے) پھر کیا جب وہ (عذاب) واقع ہوگا تم ایمان لاؤ گے (اسوقت
کہا جائیگا) کیا اب ایمان لاتے ہو؟ اور پہلے تم اس (عذاب) کو جلدی مانگ
رہے تھے۔

(۵۲) ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ
تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ پھر ظالموں کے لئے (ہمیشہ)
یہی کہا گیا ہے کہ دیرپا عذاب چکھو تم کو اسی کے مطابق بدلہ دیا
جاتا ہے جو تم کرتے تھے (مخالفت الٰہی کے بھی مدارج ہیں کوئی کم مخالف ہے کوئی
سخت مخالف ہے۔ سو ان کی یہ مریضانہ حالت خدا کی طرف سے جس نے سب چیزوں کو
حقیقت کے لحاظ سے اچھا بنایا ہے اصلاح پر لائی جا سکتی ہے)

(۵۳) وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ڼ
وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ حق ہے۔
تو کہہ ہاں (مجھے) میرے پالنے والے کی قسم ہے (مگر افسوس تم جسکا کھاتے ہو
اسکا گاتے نہیں بلکہ اس کی رحمت سے پرے ہٹ کر مصیبت میں پھنس رہے ہو) بلا شبہ
یہی بالضرور حق ہے اور تم (خدا کو) عاجز کرنیوالے نہیں۔

(۵۴) وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ
بِهٖ ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ
بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ (تم دنیا کے مال پر دل لگائے ہوئے ہو اور
اسی کو اصل جانتے ہو۔ لیکن آخرت کے
عذاب کے مقابلہ میں یہ چیزیں سب ہیچ ثابت ہونگی چنانچہ فرمایا) اور اگر ہر نفس
کے لئے جس نے ظلم کیا وہ چیزیں ہوتیں جو زمین میں ہیں تو وہ (انہیں)

اس (عذاب) کے فدیہ میں دیدیتا (یہ چیزیں اسے عذاب سے نہ بچاسکتیں اور جب وہ عذاب کی طرف لیجائے گئے۔ اور) جب اُنھوں نے عذاب دیکھا تو ندامت کو (اپنے دلوں میں) چھپایا۔ اور اُن کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا گیا اور اُن پر ظلم نہیں کیا جاتا۔

(۵۵) اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَھُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (بلکہ اُن کی اصلاح کی جاتی ہے۔ جیساکہ فرمایا) سُن رکھو بلاشبہ اللہ ہی کی مِلک ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ سُن رکھو بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے ولیکن اکثر آدمی علم نہیں رکھتے۔

(۵۶) هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور اسی کی طرف موڑے جاتے ہو (پھر کیا وہ تمہاری اصلاح نہ کریگا)

(۵۷) يٰٓاَيُّھَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاۗءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ڏ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○ (اس دنیا میں بھی وہی اصلاح کررہاہے چنانچہ ارشاد ہے) اے آدمیو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے اثر پیدا کرنیوالی نصیحت اور اُن (امراض) کی شفا آگئی ہے جو (تمہارے) سینوں میں ہیں اور یہ ماننے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے (ہدایت عقلی رہنمائی ہے اور رحمت اسکا نتیجہ ہے)

(۵۸) قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭھُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ تو کہہ اللہ کے فضل اور اُس کی رحمت کے ساتھ پس چاہئے کہ اسی پر یہ لوگ خوش ہوں۔ یہ اس (زر و مال) سے بہتر ہے جو یہ جمع کررہے ہیں۔

(۵۹) قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ

(اللہ تعالےٰ انسانوں کو دنیا کے جائز فوائد سے ہرگز نہیں روکتا مگر انسان خود ہی کسی تحقیق کے بغیر صرف بڑوں کی تقلید میں پھنسکر انھیں اپنے لئے روک لیتا ہے اور اللہ تعالےٰ پر افترا کرتا ہے جیساکہ ارشاد ہے) تو کہہ بھلا دیکھو تو اللہ نے جو کچھ تمہارے لئے روزی اُتاری ہے (جو تمہیں زندہ رکھتی ہے اور سب لوگ اُسے بلا تکلف استعمال کرسکتے ہیں) سو تم نے اس سے (صرف اپنی یا اپنے بزرگوں کی مرضی کے مطابق) حرام اور حلال بنا لیا ہے (یہ خدا تعالےٰ کی ناشکرگذاری ہے) تو کہہ کیا اللہ نے تمہیں اسکا حکم دیا ہے (یعنی اپنی وحی میں سور- مردار- خون وغیرہ کی طرح روک دیا ہے) یا کیا تم اللہ پر افترا کرتے ہو (سو جب اللہ نے اُن کھانوں سے بندوں کو نہ عقلی طور پر روکا ہے اور نہ وحی میں ہی منع کیا ہے تو ضرور ہے کہ یہ لوگوں کا افترا ہے)

(۶۰) وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ

اور وہ لوگ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اُن کا پیشی کے دن کے متعلق کیا خیال ہے (کیا وہ خدا کے آگے پیش نہیں ہونگے اور خدا اُن سے مواخذہ نہ کریگا) بلاشبہ اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے (کہ انھیں جائز لذتوں سے فائدہ اُٹھانے کی اجازت دیتا ہے) ولیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

(۶۱) وَمَا تَكُوْنُ فِىْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا

نصف

فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○

(خدا تعالٰے سے کوئی چیز غائب نہیں ہوسکتی۔ لیکن بندہ ہر وقت ہر بات کو نہیں جان سکتا اگر انسان کسی بات میں غلطی کر جائے پھر اس سے آگاہ ہوکر خدا کی مرضی کے ماتحت اس سے ٹل جائے تو اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ بندے کی وہ غلطیاں معاف ہیں جو اس سے بھول اور خطا کے ساتھ ہوتی ہیں اور اس کو اسی صورت میں مواخذہ کیا جاتا ہے جبکہ اسے پہلے سمجھا دیا جائے کہ تجھے اس سے بچنا چاہیے چنانچہ ارشاد ہے) اور تو (اے رسول) کسی حالت (اور کام) میں نہیں ہوتا (جس میں تیرا غلطی میں پڑنا ممکن ہے) اور جو تو اس قرآن سے پڑھتا ہے (جس کے سبب سے تجھے ہدایت ملتی ہے) اور تم (اے لوگو) کوئی عمل نہیں کرتے مگر ہم تم پر حاضر (و ناظر) ہوتے ہیں جب تم اس میں مصروف ہوتے ہو (یہ تمہاری کمزوری کا حال ہے) اور (خدا کے علم کی یہ کیفیت ہے کہ) تیرے رب سے ذرہ برابر کوئی چیز زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس (ذرے) سے کوئی چھوٹی چیز ہوتی ہے اور نہ بڑی چیز مگر وہ روشن کتاب (یعنی صحیفۂ فطرت) میں ہوتی ہے۔

(۶۲) اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

(جب بات یہ ہے تو) سُن رکھو بلاشبہ اللہ کے دوست جو ہیں تو اُن پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم ہے۔

(۶۳) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ○ (اللہ کے دوست وہ ہیں) جو ایمان لائے اور (حرام باتوں سے اپنی توفیق کے مطابق) بچتے چلے آتے ہیں۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل چیز محبت الٰہی ہے۔ اخلاص اور تقوے والوں کے لئے اُن کی غلطیاں معاف کی جا سکتی ہیں)

(۶۴) لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ اُن کے لئے دنیا
کی زندگی میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔ خدا کے وعدوں
کے لئے کوئی تبدیلی نہیں۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے۔

(۶۵) وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا هُوَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ ۝ (کفار کہتے ہیں جب تم بھی غلطیاں کرتے ہو تو تمہارا نتیجہ کیسے اچھا ہو سکتا ہے یوں مومن
شرارت سے غلطیاں نہیں کرتے لیکن کفار شریرانہ طور پر اپنی غلطیوں پر اڑے رہتے ہیں۔
چنانچہ فرمایا) تجھے ان کا قول غم میں نہ ڈالے (کہ تم بھی اپنی غلطیوں کے سبب غلبہ
نہیں پا سکتے) بلاشبہ عزت (اور غلبہ) جمیع طور پر اللہ کے لئے ہے (اور)
وہی اصل سننے والا جاننے والا ہے (وہ سب کی دعاؤں کو سنتا اور سب کے دلوں
کی نیتوں کے مطابق فرق کرتا ہے)

(۶۶) اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَمَا
يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ
اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝ (مومن صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھتے ہیں اور اسی کے سامنے عاجز
ہیں۔ اگر اُن کی وہی نہ سُنے تو اور کون سنیگا۔ مشرک غیروں پر بھروسہ رکھتے ہیں اور ظنی
روایات و باطل توہمات پر چلتے ہیں چنانچہ فرمایا) سُن رکھو بلاشبہ وہ لوگ جو
آسمانوں میں ہیں اور وہ لوگ جو زمین میں ہیں صرف اللہ کا مال
ہیں اور وہ لوگ جو اللہ کے سوا شریکوں کو پکارتے ہیں وہ صرف ظن
کی پیروی کرتے ہیں اور محض اٹکلوں پر چلتے ہیں۔

(۶۷) هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ (خدا نے تمہارے لئے دیکھنے کے راستے

اور تسلی کے پہاڑ بنا رکھے ہیں جیسا کہ فرمایا) وہی (خدا) تو ہے جس نے تمہارے لئے
رات کو بنایا تاکہ تم اس میں آرام پاؤ اور دن کو روشنی دینے والا بنایا
بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشان ہیں جو (سمع قبول سے) سنتے ہیں

(۶۸) قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ لَهٗ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا
اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (افسوس یہ لوگ ایسے خدا کی اولاد بھی
ٹھہراتے ہیں اور اسطرح خدا کے
ساتھ دوسروں کو بھی پکارتے ہیں جیسا کہ فرمایا) اُنھوں نے کہا کہ اللہ نے اولاد
پکڑی ہے۔ وہ پاک ہے۔ وہ اصل غنی ہے (اُسے کسی غیر سے کوئی اثر و فائدہ
لینے کی ضرورت نہیں) جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے (سب)
اسی کی ملک ہے۔ تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔
کیا تم اللہ پر وہ باتیں کہتے ہو جنکا علم نہیں رکھتے (اپنے دل سے کہدینا
کہ بخاری و مسلم قرآن میں داخل ہیں اور بندوں کو خدا پر حاکم بنانا ایسی سب باتیں اسی میں
آجاتی ہیں)

(۶۹) قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝

تو کہہ دے وہ لوگ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہیں پاتے

(۷۰) مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ
الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝ دنیا میں کچھ فائدہ مل جاتا ہے۔
پھر ہماری طرف اُن کا مڑنا ہوتا ہے پھر ہم انکے کفر کے سبب اُن کو
سخت عذاب چکھاتے ہیں۔

رکوع ہشتم (۷۱) وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ

إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِي وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ
تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ
غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ ۝ (مشرکین قریش متاعِ دنیا اور اپنے حمائتیوں
پر پھولے ہوئے تھے لیکن جس قوم کی بنیاد
ہی مخالفتِ الٰہی کے سبب کھوکھلی ہو جائے اُس کو زر و مال اور حمائتی کچھ فائدہ نہیں دے سکتے
اس پر دو تین تاریخی نمونے پیش کئے گئے ہیں جن میں پہلا نمونہ حضرت نوح علیہ السلام کا ہے
قوم نوح کبھی بھی کثیر سے پیر وہمارے کیطرف لوگ ہیں ۱/۲۔ وہ حضرت نوح علیہ السلام کو اس قابل
نہ سمجھتے تھے کہ اُن کی لائی ہوئی وحی پر کان رکھا جائے جیسا کہ ارشاد ہے) اور تو ان پر نوح
کی خبر پڑھ جبکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی لیکر آیا) جبکہ اس نے اپنی قوم کو کہا
اے میری قوم اگر (میرا بشر کی حیثیت میں) کھڑا ہونا اور اللہ کی آیات کے ساتھ
نصیحت دینا تمہیں شاق گذرتا ہے (اور تم ہمیں کیسے سمجھا سکتے ہو) تو یاد رہے
کہ میں نے اللہ پر بھروسہ کیا ہے (میرا حامی اللہ ہے) سو تم اور تمہارے شریک
(یعنی تمہارے پیر اور دُلّا) اپنے کام کو اکٹھے ہو کر کریں پھر تمہارا کام تم پر (کسی طرح سے)
مشکوک نہ رہے (بلکہ تم اس کی خوب طرح سے تیاری کر لو) پھر میری طرف
(جو کرنا ہے) کر ڈالو اور مجھے مہلت نہ دو۔

(۷۲) فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِّنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ
وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ (خدا کے بندے اس کے راستے
میں جب کھڑے ہوتے ہیں تو خدا اُن کی حمایت میں ہوتا ہے۔ اسلئے وہ اس کے راستے
میں قربان ہو جانے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ آگے فرمایا) پھر اگر تم مُنہ موڑو تو
میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر اللہ پر ہے (میں نہیں چاہتا کہ تم
میرے گُن گاؤ۔ اور میری نعتیں پڑھو اور میرے میلاد مناؤ) اور مجھے حکم دیا گیا ہے
کہ میں بھی مسلمانوں میں سے ایک مسلمان بنوں (انبیا بلاشبہ سچی حریت اور
مساوات کا سبق دیتے ہیں ۳/۱۶۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دینِ اسلام حضرت

نوح علیہ السلام کے وقت میں بھی تھا۔ قرآن نے فرمایا ہے کہ اس دین کے سوا اور کوئی
دین مقبول نہیں ہے ۳/۱۷۔ پس دین اسلام میں تمام دائمی صداقتیں آجاتی ہیں)

(۷۳) فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَٰهُ وَمَن مَّعَهُۥ فِى ٱلْفُلْكِ وَجَعَلْنَٰهُمْ خَلَٰٓئِفَ
وَأَغْرَقْنَا ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا ۖ فَٱنظُرْ كَيْفَ كَانَ عَٰقِبَةُ ٱلْمُنذَرِينَ

پھر ان لوگوں نے اس (نوح) کو جھٹلایا۔ پھر ہم نے اس (نوح) کو اور
اس کے ساتھ والوں کو کشتی میں نجات دی اور اُن کو (اپنے ملک میں) خلیفہ
بنایا (جس طرح عاد کو قوم نوح کا خلیفہ اور ثمود کو قوم عاد کا خلیفہ بنایا ۷/۶۹، ۷۴) اور ہم نے
ان لوگوں کو جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا غرق کر دیا۔ سو دیکھ ڈرائے
ہوؤں کا انجام کس طرح ہوا۔

(۷۴) ثُمَّ بَعَثْنَا مِنۢ بَعْدِهِۦ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَآءُوهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ
فَمَا كَانُوا۟ لِيُؤْمِنُوا۟ بِمَا كَذَّبُوا۟ بِهِۦ مِن قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ نَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِ
ٱلْمُعْتَدِينَ ۝ پھر ہم نے اُس (نوح)
کے بعد اپنی اپنی قوم کی طرف اور رسول بھیجے سو وہ اُن کے
پاس کھلی دلیلیں لائے تھے پھر وہ اس پر ایمان لانے والے نہ ہوسکے جسکو
اُنھوں نے پہلے ہی سے جھٹلا دیا تھا۔ اسی طرح ہم حد سے نکلنے والوں
کے دلوں پر مہر لگا دیا کرتے ہیں۔ (ان حد سے نکلنے والوں میں قوم مدین اور بن
والے بھی داخل تھے جنکی طرف حضرت شعیب علیہ السلام تشریف لائے تھے)

(۷۵) ثُمَّ بَعَثْنَا مِنۢ بَعْدِهِم مُّوسَىٰ وَهَٰرُونَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَ
مَلَإِي۟هِۦ بِـَٔايَٰتِنَا فَٱسْتَكْبَرُوا۟ وَكَانُوا۟ قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ۝ پھر ہم نے
ان (قوموں کی ہلاکت) کے بعد موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے سرداروں
کی طرف اپنی آیتوں کے ساتھ بھیجا سو اُنھوں نے (آیات الٰہی سے) تکبر کیا
اور وہ جرم پیشہ قوم تھے۔

(۷۶) فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ
سو جب اُن کے پاس ہمارے نزدیک سے حق آیا تو اُنھوں نے کہا بلاشبہ یہ صریح دھوکا ہے۔

(۷۷) قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَ لَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ○ موسٰی نے کہا کیا تم حق کے متعلق جب وہ تمہارے پاس آگیا کہتے ہو کیا یہ دھوکا ہے اور (یاد رہے کہ) دھوکہ باز فلاح نہیں پاتے۔

(۷۸) قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَ تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَ مَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ○ اُنھوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس آیا ہے تاکہ تو ہم کو اس سے پھیر دے جس پر کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا (قومی رسموں کی اصلاح لوگوں کو ہمیشہ ناگوار گذرتی رہی ہے سو جب وہ غلطی پر اصرار کرتے ہیں تو وہ اصلاح کرنے والوں کو کس حق سے روک سکتے ہیں۔ اُن کا خیال تھا کہ ان رسموں کو چھوڑنے سے ہمارے بزرگوں کی بزرگی میں فرق آئیگا اور اِن کی بزرگی مانی جائیگی چنانچہ انھوں نے کہا) اور تمہارے لئے زمین میں بڑائی ہوجائے (یعنی تم بڑے بن جاؤ) اور ہم تم دونوں کی باتوں کو ماننے والے نہیں۔

(۷۹) وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِىْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ○ اور فرعون نے کہا میرے پاس ہر دھوکے باز کو جو خوب طرح علمیت کے ساتھ دھوکا بازی کرے لے آؤ۔

(۸۰) فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ

پس جب وہ دھوکا باز (یعنی مغالطے میں ڈالنے والے) آئے تو موسیٰ نے اُن کو کہا کہ تم ان (باتوں) کو ڈالو جو تم القا کرنے والے ہو۔

(۸۱) فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ سو جب اُنھوں نے القا کیا تو موسیٰ نے کہا جو تم نے پیش کیا ہے دھوکا ہے۔ بلاشبہ اللہ اسے ابھی باطل ٹھہراتا ہے۔ بلاشبہ اللہ فسادیوں کے کام کو نہیں سنوارتا۔

(۸۲) وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ اور اللہ اپنے کلموں (یعنی حکموں) کے ساتھ حق کو حق ثابت کرتا ہے اور اگرچہ جرم پیشہ لوگ بُرا منائیں۔

رکوع ۹ (۸۳) فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ (اس مقابلے کے بعد فرعون بنی اسرائیل کو ستانے سے باز نہیں آیا۔ وہ ان آیات کو ٹھٹھے ہی میں اُڑاتا تھا۔ فرعون نے اپنی قوم کو بیوقوف بنایا سو اُنھوں نے اس کی اطاعت کی۔ بلاشبہ وہ فاسق لوگ تھے ۲۵/۱۱۔ اگر عصا سچ مچ سانپ بن جاتا اور اسکا ایک جبڑا فرعون کے محل سے اونچا ہوتا اور دوسرا زمین میں دھنس جاتا تو فرعون کا باپ بھی مان جاتا اور اس کی قوم کے لئے کوئی رکاوٹ نہ رہتی۔ لوگوں نے عقلی تعلیم کو نامعقول پیرایہ میں ظاہر کیا ہے۔ اس کے بعد بھی بنی اسرائیل فرعون سے اسی طرح ڈرتے رہے جسطرح پہلے ڈرتے تھے جیسا کہ ارشاد ہے۔) پھر موسیٰ پر ایمان نہ لائے مگر اس کی قوم میں سے ایک (ذرا سی) اولاد اور (وہ بھی فرعون اور اس کے سرداروں کے اس خوف پر (ایمان لائے) کہ وہ اُنھیں نہ ستائیں (اس سے

معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل پر بھی ان آیات کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ ان میں سے اکثر لوگ ایمان بھی نہ لائے اور جو تھوڑے بچے ایمان میں داخل ہوئے وہ چھپ چھپ کر اور فرعون سے بچکر ایمان لائے حالانکہ موسیٰ علیہ السلام ان کو فرعون کی غلامی سے چھڑانے کے لیے آئے تھے) اور بلاشبہ فرعون زمین میں اونچا آیا ہوا تھا (یعنی تعلی کرتا تھا) اور وہ بلاشبہ حد سے نکلنے والوں میں سے تھا۔

(۸۴) وَقَالَ مُوسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝ (اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کو عمدہ طرح سے پیدا کیا ہے۔ اسکی ہر ایک مخلوق حکیمانہ طور پر بنائی گئی ہے۔ پس ہر ایک مخلوق سے پُر حکمت دلائل مل سکتے ہیں اور ان سے فائدہ وہی اُٹھا سکتا ہے جس کے دل میں انصاف ہو اور وہ معقولیت کی کچھ نہ کچھ قدر کرتا ہو۔ لوگ چاہتے ہیں کہ اُن قواعد کو جو حکیمانہ طور پر بنائے گئے ہیں توڑ دیں اور اُن کی جگہ خوارق پیدا کر کے دکھلائیں۔ ایسے خوارق احسن تقویم۔ فطرت اللہ اور غیر مبدل سنن الٰہیہ کے برخلاف ہونگے۔ اور خوارق کو ماننے سے کبھی وہ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا جس کی لوگ تمنا کرتے آئے ہیں۔ اگر عصائے موسیٰ فطرت کے برخلاف سچ مچ سانپ بن جاتا تھا تو پہلے فرعون کو ہی ایمان لانے پر مجبور ہونا چاہیے تھا۔ پھر اس کی قوم ہی مخالفت سے باز آجاتی اور بنی اسرائیل جن کو گوسالہ سامری نے گمراہ کر دیا وہ بھی اس سے فائدہ اُٹھاتے لیکن بنی اسرائیل نے گوسالہ سامری کو عصائے موسیٰ وغیرہ پر ترجیح دی۔ اور بنی اسرائیل کی جو تھوڑی بہت فرعون اور اُس کی قوم سے ڈرتی ڈرتی ایمان لائی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُنھیں بھی کہنا پڑا جیسا کہ ارشاد ہے) اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو شرط اسلام تو یہی ہے کہ اُسی پر توکل کرو۔

(۸۵) فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ سو اُنھوں نے کہا ہم نے اللہ پر توکل کیا۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو ظالم قوم کے لیے تختۂ مشق ستم نہ بنا۔

(۸۶) وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اور اپنی رحمت کے ساتھ اس کافر قوم سے ہمیں نجات دے۔

(۸۷) وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(اب یہاں سے تصرف الٰہی نے فرعون اور اُس کی قوم کی تباہی کے سامان پیدا کرنے شروع کر دئے۔ فرعون اور اُس کی قوم دریائے نیل کی وادی میں رہتے تھے۔ وادیوں میں اکثر اوقات طوفانوں کے آنے سے نباتات گل سڑ جایا کرتی ہیں۔ اسی وجہ سے بہت سے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ خدائے تعالےٰ نے موسٰی اور ہارون علیہما السلام کی طرف وحی کر کے بنی اسرائیل کے گھر اس مقام پر بنوائے تھے جو وادی کے کنارے پر واقع تھا۔ اس طرح سے بنی اسرائیل ان آفتوں اور مرضوں سے بچ رہے جو فرعونیوں پر آئیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے) اور ہم نے موسٰی اور اس کے بھائی کی طرف وحی کی کہ تم دونوں اپنی قوم کے لئے شہر مصر میں گھر تیار کرو اور (اللہ تعالےٰ جو آسمانوں اور زمین میں ہر جگہ مل سکتا ہے کیا وہ تمہارے گھروں میں نہیں مل سکتا اسلئے) اپنے گھروں کو قبلہ بناؤ اور (انھیں مسجدیں قرار دیکر) نماز قائم کرو (کیونکہ جدہر تم مُنہ کرو ادھر ہی اللہ کا حضور ہے اور تم ہر طرف منہ کر کے خدا کے ساتھ باتیں کر سکتے ہو) اور (تو بھی اے رسول خدا کے) ماننے والوں کو خوشخبری دے (کہ اگرچہ اس وقت مومنوں کو ستایا جاتا ہے مگر نتیجہ ان کے حق میں ہو گا۔ اس کے لئے دیکھو تفسیر فارسلنا علیہم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم الی آخرہ)

(۸۸) وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓي اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا

حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ (فرعونیوں پر عصائے موسیٰ کا وہ اثر نہیں ہوا جو ان بلاؤں کا ہوا۔ جب ان پر تکلیف واقع ہوتی تو موسیٰ کی طرف جھکتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر تو نے اس تکلیف کو کھول دیا تو ہم تیری باتوں کو مان لیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ بھیج دینگے۔ اللہ تعالٰے کفار کے مضطر ہونے پر اُن کی تکلیفوں کو اکثر دفعہ کھول دیتا اور انھیں آئندہ اصلاح کے لئے موقعہ دیا کرتا ہے لیکن وہ ہر دفعہ عہد کو توڑتے رہے۔ آخر عہد شکنی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ یوں وہ شرارتیں کرتے کرتے اپنی تباہی کے قریب آ پہنچے۔

تمام کام قدرتی قواعد کے مطابق ہوتے ہیں۔ اسلئے جہاں تک ممکن ہو قدرتی سامانوں سے کام لینا چاہیئے۔ خدا تعالٰے خود بھی اپنے بے غلط قواعد کے مطابق کام کرتا ہے۔ مظلوموں کی دعاؤں کے سبب ظالموں پر ان کی بربادی کا وہ دن لایا جاتا ہے جو مظلوموں کے فوائد کے مطابق ہو۔ اسی طرح فرعون کو بھی کئی دفعہ مہلت دی گئی مگر وہ ہر دفعہ عہد توڑ کر اپنے مال و زر اور زینتوں کے سبب سے لوگوں کو گمراہ کرتا رہتا تھا اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام دعا کرتے تھے کہ اب اس کے مضطر ہونے کا سلسلہ ختم ہو جائے تاکہ اُسے بچاؤ کا زیادہ موقعہ نہ ملے اور دردناک عذاب میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو جائے۔ قدرتی قواعد سے بھی ظالم کا مال و دولت ضائع ہونے کی طرف مائل ہوتا رہتا ہے اور اس کا دل بار بار کی مشق سے سخت ہو جاتا ہے آخر اس کو خدا کی طرف مضطر ہونے کی توفیق نہیں رہتی جیسا کہ ارشاد ہے) اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے پروردگار تحقیق تو نے فرعون کو اور اُس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور مال دیا ہے اے ہمارے پروردگار (اس کا نتیجہ یہ نکلیگا) تاکہ وہ تیرے راستے سے گمراہ کریں۔ اے ہمارے پروردگار اُن کے مالوں کو مٹا ڈال اور اُن کے دلوں پر سختی ڈال (جیسا کہ تیرا قانون ہے تاکہ یہ مضطر بننے کے قابل نہ رہیں) پھر یہ ایمان نہ لائیں جب تک کہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں۔

(۹۰) قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ خدا نے فرمایا بلاشبہ تم دونوں کی دُعائیں

قبول ہو چکی ہیں (کیونکہ یہ ہمارے فطری قواعد کے مطابق ہیں۔ ان فرعونیوں کی تباہی کا وقت قریب آگیا ہے) سو تم دونوں ٹکے رہو اور اُن لوگوں کے رستے کی پیروی نہ کرو جو (قوانین الٰہی کا) علم نہیں رکھتے (آئندہ آیت میں اسوقت کے آجانے کا ذکر ہے)

(۹۰) وَجَاوَزْنَا بِبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدْوًا ۖ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنتُ أَنَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا الَّذِيٓ آمَنَتْ بِهِ بَنُوٓا إِسْرَآءِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر میں سے گذار کر پار کر دیا (جیسا کہ اذ فرقنا بکم البحر سے ثابت ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عصا مار کر اس سخت راستے کو معلوم کیا جو اکثر اوقات خشک پڑا رہتا تھا۔ بنی اسرائیل کے گذرنے سے پانی پھٹ گیا اور بنی اسرائیل کا ہر گروہ پہاڑ کی طرح سمندر کو چیرتا ہوا جاتا تھا [19]۔ یہ بالکل غلط ہے کہ عصا مارنے سے بارہ خشک راستے بن گئے تھے اور درمیان میں پانی کی دیواریں کھڑی تھیں ایسی باتیں ملاؤں کی ایجاد ہوا کرتی ہیں) پھر فرعون اور اُس کی فوجیں ظلم اور دشمنی (کے ارادے) سے اُن کے پیچھے چلیں (اور فرعون نے اپنی قوم کو بے راہ ڈالدیا اور صحیح راستے پر نہ چلایا [19/12]) یہانتک کہ جب اُس (فرعون) کو غرق نے پالیا (اور مر کر اُس نے دوسرے عالم کا معائنہ کر لیا) تو اُس نے کہا میں ایمان لایا کہ اس خدا کے سوائے کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں فرمانبرداروں سے ہوں (فرعون کا یہ ایمان صحیح تھا لیکن بے موقع تھا۔ فرمایا)

(۹۱) آٰلْـَٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۝ کیا اب تو ایمان لاتا ہے؟) اور پہلے تو نافرمانی کر چکا ہے اور فسادیوں سے رہ چکا ہے۔ (اس سورت میں پہلے آٰلْـَٰٔنَ وَقَدْ كُنتُم بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ [11] سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا بے موقعہ ایمان بھی مقبول نہیں ہوا۔ آخرت کے عذاب کو دیکھ کر تو ہر شخص ایمان لانے

پرمجبور ہوتا ہے۔ ایسے ایمان کا کوئی فائدہ نہیں۔ فرعون غرق ہونے کے بعد دوسرے عالم میں ایمان لایا فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ۱۷؎ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۲؎ اور فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۳؎ وغیرہ فالک من الآیات سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ آگے فرمایا)

(۹۲) فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝ سو آج ہم تجھ کو تیرے بدن (یعنی لاش) کے ساتھ (سمندر سے) نکال دیتے ہیں (اور تیری روح اور نفس کو جہنم میں لے جاتے ہیں ۴؎) تاکہ تو اپنے پچھلوں کے لئے نشان بنے (فرعون کا ممی کیا ہوا جسم آج تک موجود ہے۔ اس کو دیکھ کر اس بات کا نشان ملتا ہے کہ خدا کے ساتھ مقابلہ کرنیوالوں کا کیا انجام ہوا) اور بلاشبہ لوگوں میں سے بہت ہماری آیتوں سے غافل ہیں (ایسی آیات دنیا میں اکثر پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ مگر لوگ اُن کی طرف دھیان نہیں کرتے۔ ان آیات میں قدرتی قواعد کو نہیں توڑا جاتا)

رکوع دہم (۹۳) وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ

(مصلحین حکم الٰہی کے مطابق قوموں کو ترقی کے منازل پر پہنچاتے ہیں۔ اس سے اُن کی دینی اور دنیوی حالت درست ہو جاتی ہے مگر افسوس ہے کہ بعد ازاں لوگ اپنی ترقی کی حالت سے غافل ہو کر آپس میں بھی اختلاف ڈال لیتے ہیں اور مختلف فریق بنجاتے ہیں۔ یہانتک کہ ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق کرنے لگتے ہیں اور یوں پہلی بگڑی ہوئی حالت کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ بنی اسرائیل کا بھی یہی حال ہوا۔ آج تک لوگوں نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا جیسا کہ ارشاد ہے) اور بلاشبہ ہم نے بنی اسرائیل کو سچائی کی منزل پر پہنچایا اور انھیں طیبات سے روزی

نبی پھر (حیف ہے کہ) وہ علم کے آنے کے بعد مختلف ہو گئے۔ بلاشبہ تیرا رب ان کی اُن باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے پیشی کے دن (پورا) فیصلہ دیا کرتا ہے (اس دنیا میں اُن نتائج کا جو پیشی کے دن سامنے آجاتے ہیں معائنہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں دلائل سے تسلی حاصل کی جا سکتی ہے مگر لوگ اپنی اصلاح کا خیال چھوڑ کر جذبات اور محسوسات کے پیچھے ہو جاتے ہیں اور دلائل کی روشنی اُن کے آگے ماند پڑ جاتی ہے۔ نبی بھی ایک بندہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس پر بھی جذبات و محسوسات کا کچھ اثر ہو جائے۔ داؤد علیہ السلام کو سمجھایا لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى ۲۳/۱۱ اور دوسروں کی اھوے سے بھی بچنے کا انبیا کو حکم دیا گیا ہے اسلئے فرمایا)

(۹۴) فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْــَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ پھر اگر تو اس بات سے جو ہم نے تیری طرف نازل کی ہے کسی بات (کے سمجھنے) کے لئے شک میں ہو تو اُن لوگوں سے پوچھ لے جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھتے آتے ہیں (اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وحی الٰہی حق الیقین کے طور پر ملتی ہے اس میں شک کرنا سخت نادانی ہے اسلئے فرمایا) بلاشبہ تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے اصل حق آگیا ہے سو تو (اس وحی میں) شک والوں سے نہ ہونا (نبی چونکہ بندہ ہوتا ہے اسلئے دوسرے علما اور محققین کی طرح اس کے فہم کا بھی حال ہونا چاہئے اہل کتاب سے پوچھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو کچھ اہل کتاب کہیں اس کی تقلید کرلو نہیں بلکہ پوچھنا اکثر تحقیق کے لئے ہوا کرتا ہے۔ وہ فیصلہ جو تحقیقات کے بعد دیا جائے ہرگز ہرگز مقلدانہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر اس کی تصدیق وحی نہ کرے تو آئندہ کے لئے قابل غور رہ سکتا ہے۔ انسان پر اس کے فہم اور عقل کے مطابق ہی تکلیف ڈالی جا سکتی ہے۔ کسی شخص کی پیروی کرنا اور جب غلطی معلوم ہو اُسے چھوڑ دینا ہمیشہ نتیجہ خیز اور باعث ترقی ہوا کرتا ہے
آگے فرمایا)

(۹۵) وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللّٰهِ فَتَكُونَ مِنَ الْخٰسِرِينَ ۝ اور اُن لوگوں سے مت ہو جانا جنھوں نے اللہ کی آیتوں (اور قواعد و قوانین اور دلائل) کو جھٹلایا (اور اگر تو ایسا کریگا) سو تو گھاٹے والوں سے ہو جائیگا (حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کو جبوقت خدائے تعالٰی کی طرف سے وحی ہو رہی تھی اُنھوں نے دوران وحی میں ہی اپنے فہم کے مطابق سوالات کئے اور اُن کے سوالات کے مناسب جواب دئیے گئے۔ پھر اگر وحی کے بعد بھی کوئی شبہ باقی رہے تو کیا اس کی تحقیقات سے روک دینا ٹھیک ہو سکتا ہے؟ جس شخص کو سچی خوابیں آتی ہیں اُن کی تعبیر بھی بسا اوقات دوسرے لوگ ہی کیا کرتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ جس کو خواب آئے وہی اس خواب کے مضمون کو سب سے بہتر سمجھے۔ وحی تو ایسی چیز ہوتی ہے جو جس طرح خدائے تعالٰی کی طرف سے آتی ہے اسی صورت میں بلا کم و کاست دوسروں کو پہنچائی جاسکتی ہے۔ نبی اس غائبانہ وحی میں ذرہ برابر بھی بخل نہیں کرسکتا۔ اگر رسول کی وحی میں کھیٰعص حٰم عسق آویں تو وہ ان حروف کو اسی طرح سے ہی پہنچا دیتا ہے۔ باقی رہا وحی کا فہم۔ اس کا مدار انسانوں کے اجتہادوں اور کوششوں پر ہے۔ بشر رسولوں کا حال بھی اس سے الگ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علم الٰہی ہر صورت مقدم ہوتا ہے أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهِدِّي إِلَّا أَنْ يُهْدَىٰ ۖ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۱۱/۹ اور أَفَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا ۚ وغیرہ ذالک من الآیات۔ مکے کی زندگی اہل اسلام کے لئے مصیبتوں سے بھری ہوئی تھی۔ یونس علیہ السلام جیسا نبی لوگوں کے ستانے سے گھبرا گیا اور بے صبری دکھلائی۔ مصیبتوں کے وقت رسول اور دیگر مومن پکار اُٹھتے ہیں کہ خدا کی مدد کہاں ہے ۲/۲۔ ایسے اوقات میں نبی کو قائم رکھنے کے لئے اس قسم کی آیات لائی جاتی ہیں)

(۹۶) إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

(وہ لوگ جو ایسی شرارتوں سے نہیں ٹلتے آگے اُن کے انجام کے متعلق ارشاد ہے)

بلاشبہ وہ لوگ جن پر تیرے پروردگار کا کلمہ (یعنی قاعدہ) ثابت ہوگیا وہ ایمان نہیں لاتے۔

(۹۷) وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝

اور اگرچہ اُن کے پاس ہر ایک دلیل آجائے (اُن کا خاتمہ کفر پر ہی ہوتا ہے اسلئے کہ) جب تک دردناک عذاب کو نہیں دیکھ لیتے (ایمان نہیں لاتے اور ظاہر ہے کہ ایسے وقت کا ایمان بالکل فضول ہے۔ جہنم کو دیکھکر ہر شخص ایمان لانے پر مجبور ہو جاتا ہے)

(۹۸) فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ (جب بات یہ ہے تو خدا کی واحدانیت کو ماننے میں بے جا توقف نہ دکھانا چاہیئے اس قاعدے سے صرف یونس علیہ السلام کی قوم نے ہی فائدہ اُٹھایا جیسا کہ ارشاد ہے)

پھر یونس کی قوم کے سوائے کسی بستی (کی آبادی) کیوں ایسی نہ ہوئی کہ وہ ایمان لاتی تو اُنھیں اُن کا ایمان نفع دے جاتا۔ جب وہ (یعنی قوم یونس) ایمان لائے تو ہم نے اُن سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کے عذاب کو کھول دیا اور انھیں ایک وقت تک فائدہ اُٹھانے دیا۔

(۹۹) وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ (ایمان الٰہی قواعد کے موافق ہی مفید ہو سکتا ہے۔ جبری ایمان کی کوئی حقیقت نہیں اگر جبری ایمان مفید ہوتا تو خدائے تعالیٰ خود ہی سب کو مومن بنا سکتا تھا اسلئے فرمایا) اور اگر تیرا رب چاہتا تو جو زمین میں ہیں سب کے سب اکٹھے (اپنے اپنے زمانے میں) ایمان لے آتے۔ پھر کیا تو لوگوں پر جبر کریگا (اور عجز و الحاح کے ساتھ ان کے پیچھے پیچھے

پھریگا) یہاں تک کہ وہ مومن بن جاویں۔

(۱۰۰) وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝ (جبری ایمان یا منافقانہ ہوتا ہے یا مقلدانہ۔ یہہ دونوں ایمان خدا تعالےٰ کے حضور میں کوئی قدر نہیں رکھتے۔ ٹھیک ایمان وہی ہے جو خدا تعالےٰ کو اپنے ہوا وہوس پر ترجیح دیکر مصنوعات الٰہی پر غور کرکے معقول طور پر الٰہی قوانین کے مطابق لایا جاوے۔ وہ ایمان جو خدا کی منظوری کے مطابق نہیں ہوتا اور محض جاہلانہ اور مقلدانہ طریق پر لایا جاتا ہے وہ پلیدگی کو زیادہ کردینے کا موجب بن جاتا ہے۔ مقلد اس کو خدا جانتا ہے جس کو اسکا گورو پیش کرتا ہے۔ اگر گورو اس کے سوا کسی اور کو خدا بتلائے تو وہ اسے بھی ماننے کو تیار ہوگا۔ مقلد کو اپنے پیشوا کی ضرورت ہے نہ خدا کی اور جس شخص کے دل میں خود خدا کی طلب نہیں اُس کو نہ قدرتی آیتیں اور نہ تمام ڈرانے والے ہی کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ فائدہ حتی الوسع صحیح راستے پر چلنے یا کم از کم اس کی طلب رکھنے سے ہی ہوگا جیسا کہ ارشاد ہے) اور کسی نفس کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ کے اذن (وقواعد) کے بغیر مومن بن جائے اور وہ لوگ جو عقل سے کام نہیں لیتے اُن پر وہ (خدا سزا کے طور پر) پلیدگی ڈال دیتا ہے (عقل تو صحیفۂ فطرت پر نظر کرنے سے ملتی ہے)

(۱۰۱) قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَا تُغْنِي الْآيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ ۝ تو کہہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسپر (اپنی بساط کے مطابق) نظر کرو اور (یہ نظر خدا کے اخلاص ومحبت اور اس کی ضرورت کو محسوس کئے بغیر کچھ کام نہیں دیتی اسلئے کہ) آیات (و دلائل) اور ڈرانے والے بے ایمان قوم کو کچھ فائدہ نہیں پہنچاتے۔

(۱۰۲) فَهَلْ يَنْتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ قُلْ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ۝ (مشرکوں کے شرکا اُن کو صحیح

راستے پر چلنے کی اجازت نہیں دیتے) سو یہ ایسے ہی دنوں کا انتظار کرتے ہیں جو اُن سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں پر آئے (اگر ایسا ہی نتیجہ دیکھنا ہے تو) کہہ دے پھر تم انتظار کرو بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں (میرا اپنا کوئی اختیار نہیں ہے۔ میں بھی خدا کی طرف سے ہی کسی اچھے نتیجے کا منتظر ہوں)

(۱۰۳) ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (یہ اللہ تعالےٰ کا قاعدہ ہے۔ اس میں کسی کی رعایت نہیں تمام رسولوں کے وقت میں ایسا ہی ہوتا آیا ہے) پھر ہم اپنے رسولوں کو اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے (بشرطیکہ وہ خدا کے ایمان پر ثابت قدم رہیں) نجات دیا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم پر حق چلا آیا ہے کہ (خدا کے) ماننے والوں کو نجات دیں۔

رکوع یازدہم (۱۰۴) قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (لوگ اس حقیقی تعلیم کو سُن کر خیال کرتے تھے کہ یہ رسول کسی رسمی مذہب کا قائل معلوم نہیں ہوتا۔ ہم اس کے دین کی طرف سے شک میں ہیں۔ اسلئے فرمایا) تو کہہ اے لوگو اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو تو (یاد رکھو کہ) میں اُن لوگوں کی پوجا نہیں کرتا جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو و لیکن میں اس اللہ کی پوجا کرتا ہوں جو تمہاری جانوں کو قبض کرتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خدا کے ماننے والوں سے رہوں (نبی مومنوں کی صف میں ہی بٹھایا جا سکتا ہے۔ خدا کے ساتھ کبھی مشاکلہ معہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے سچی سچی عبادت کرنا اور شرک سے خائف

رہنا لازم ہے جیسا کہ آگے آتا ہے)

(۱۰۵) وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ اور (مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ) تو اپنی توجہ کو دین (و عبادت) کے لئے ایک خدا کا ہو کر قائم رکھ اور مشرکوں سے نہ بن جانا۔

(۱۰۶) وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اور تو اللہ کے سوائے اُن چیزوں کو مت پکارنا جو نہ تجھے نفع دیتی ہیں اور نہ ضرر پہنچاتی ہیں (تمام چیزیں جو ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہو سکتیں وہ انسانوں کے پکارنے کے لائق نہیں بن سکتیں) پھر اگر تو نے ایسا کیا تو بالتحقیق اس وقت تو ظالموں سے ہوگا۔

(۱۰۷) وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۚ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اُس خدا کے سوائے کوئی اسے کھولنے والا نہیں۔ اور اگر تیرے لئے خیر کا ارادہ کرے تو اُس کے فضل کو کوئی موڑنے والا نہیں۔ وہ (خدا) اس (فضل) کو اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے (پس تو بھی اس کا ٹھیک طرح سے بندہ بن) اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(۱۰۸) قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝

(اس دین کے لحاظ سے انبیاء کے ساتھ تمام بندے شریک ہیں۔ واحدہٗ لاشریک لہٗ صرف ایک ہی ذات ہے آگے اسی کی تاکید کے لئے فرمایا) تو کہہ دے اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آگیا ہے (وہ تمہاری ہر طرح کی ربوبیت کرنیوالا ہے) سو جو شخص راہ پر آجائے وہ اپنی جان کے فائدے کے لئے ہی راہ پر آتا ہے اور جو گمراہ ہو جائے اس کی گمراہی کا وبال اس پر (یعنی اس کے نفس پر) ہے اور میں تم پر کوئی وکیل نہیں ہوں (یعنی تمہارا کوئی کام میرے سپرد نہیں کیا گیا۔ ہم نے مل جل کر ایک خدا کی رضامندی حاصل کرنی ہے)

(۱۰۹) وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝ (رسول کو حکم ہے کہ خدا کی پیروی کرنے میں کسی دوسرے کو اس کے ساتھ مت ملانا۔ تم اور تمہارے ساتھ والوں پر صرف اسی خدا کی وحی کی پیروی کرنے کا حکم ہے جیسا کہ فرمایا) اور تو اس کی پیروی کر جو تیری طرف وحی کیا جاتا ہے اور (چونکہ اس میں تجھے بہت سی تکلیفیں پہنچینگی اسلئے) صبر کر یہانتک کہ اللہ اپنا فیصلہ لائے (اور مومنوں کی غلامی کو دور کر دے اسوقت ضرور ہوگا کہ تم لوگوں پر احسان کرو) اور وہ (خدا) تمام فیصلہ کرنیوالوں سے خیر (وبہتر) ہے (اس کا فیصلہ کبھی غلط نہیں ہوگا۔ حق پرستوں کو ہمیشہ خدا تعالےٰ ہی پر توکل کرکے کام کرنا چاہیے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُورت ہُود

مضمون اور نظم و ربط

سورہ توبہ میں اُس نیک ترقی کا نمونہ دکھایا گیا ہے جو اسلام لانے والوں نے اس دنیا میں حاصل کی۔ باقی قرآن میں ایسی ترقی کے حاصل کرنے کے قواعد بتائے گئے ہیں اور اس ترقی کا ثبوت بہم پہنچانے سے آخرت کے عالیشان ارتقاؤں اور ترقیوں کا اُمیدوار بنایا گیا ہے۔ اس منزل سوم میں سات مکی سورتیں ہیں جن میں سے چھ یعنی اول۔ دوم۔ سوم پنجم اور ششم پر الرٰ کے حروف مقطعات لائے گئے ہیں اور چوتھی سورت پر المرٰ آیا ہے جس میں م کی زیادت ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان سب سورتوں کا مضمون یکساں ہے اور آئندہ رحمت الٰہی اور خدائی نگرانی کو ثابت کرنے والا ہے۔ منزل چہارم میں بھی ساتھ ہی پانچ مکی سورتیں لائی گئی ہیں۔ یہ کل بارہ مکی سورتیں ہوئیں۔ ان سب کا مضمون قریبًا یکساں ہے۔ سورہ یونس میں یونس علیہ السلام کی قوم کے دنیا کے عذاب سے بچ جانے کا ذکر ہے۔ جس سے ظاہر کیا گیا ہے کہ قریش بھی اس طرح تائب ہو کر نجات پا سکتے ہیں۔ اس سورت ہود میں بہت سے رسولوں کا بیان ہے لیکن اس کا نام شروع سے ہود ہی مشہور چلا آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس سورت میں اللہ تعالےٰ نے ہود علیہ السلام کی زبان سے ایسے کلمے نکلوائے ہیں جن سے خدا تعالےٰ کی آخری حکومتوں اور ارتقاؤں کا پتہ چلتا ہے۔ وہ کلمے یہ ہیں مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۱۲/۵۔ ان کلمات میں حضرت ہود علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ پر توکل کرنے کی دلیل بیان کی ہے کہ میرا رب علیم کل ہونے کے سبب سیدھے راستے سے کبھی الگ نہیں ہوتا اور تمام چلنے پھرنے والے جن میں انسان بھی داخل ہیں اس کے قبضۂ اختیار میں ہیں اگرچہ یہ لوگ مخالفانہ طور پر ہاتھ پاؤں ماریں لیکن آخر کار اللہ تعالےٰ اُنھیں بھی سیدھے راستے پر لے آتا ہے۔ خدا کی مخلوق خدا کے قابو سے کبھی نہیں نکل سکتی اور اس کے صراط مستقیم پر چلنے کے سبب سے نتیجے کے لحاظ سے غلطی پر نہیں رہ سکتی۔ اگلی سورتوں میں بھی اسی قسم کے ارتقاؤں کا ذکر ہے۔ اس قسم کی اور

مناسبتیں بھی غور کرنے سے حاصل ہو سکتی ہیں مثلاً
اوّل:۔ سورت یونس میں یونس علیہ السلام کی قوم کے توبہ کرنے سے قریش کو بھی رحمت الٰہی کا اُمیدوار بنایا گیا ہے۔ اس سورت ہود میں بار بار فرمایا گیا ہے کہ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ جس میں ہر زمانے کے مشرکوں کو استغفار اور توبہ کی طرف بڑی تاکید کی گئی ہے تاکہ سب لوگ دنیا و آخرت میں ہر قسم کی حسنات حاصل کر سکیں اور عذاب جہنم سے مخلصی پائیں۔
دوم:۔ سورہ یونس میں ترقی کے موجب یعنی قرآن مجید کی بے مثلیت دکھائی گئی ہے۔ اس سورت میں بھی وہی مضمون ہے اور فرمایا ہے کہ اگر تمہیں ایک سورت سے فائدہ حاصل کرنے میں کوئی اشتباہ رہے تو دس سورتوں کے ملاپ سے وہ شبہ رفع ہو سکتا ہے اور یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ قرآن مجید کی بے مثلیت ظاہری فصاحت کے لحاظ سے ہی نہیں بلکہ وہ علم الٰہی کے مطابق نازل کیا گیا ہے۔ اس میں علم وحکمت و ہدایت کے لحاظ سے بے مثلیت دکھلائی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ہر ایک کی یا مدنی مجموعے کی سورتیں جو ہیں ان میں نزول کے لحاظ سے بھی ترتیب پائی جاتی ہے وقس علیٰ ہذا اگلی سورتوں کا بھی یہی حال ہے۔

ترجمہ وتشریح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ شروع اللہ کے نام کے ساتھ جو رحمان ورحیم ہے

(۱) الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍۙ پچھلی سورت کے آخر میں نتیجے کے طور پر دکھلایا گیا ہے کہ دین میں اصل چیز توحید الٰہی ہی ہے۔ اس توحید کا علم ہر ہر ذرے میں بیج کی طرح ودیعت کیا گیا ہے خدا تعالےٰ اُن علوم کو درخت کی صورت میں ظاہر کرتا ہے اور عقل وقدرتی دلائل سے اُنھیں محکم بناتا ہے۔ پھر قوموں کے عروج وزوال کے نمونے دکھلا کر اُن کی تفصیل کرتا ہے۔ عقلی وقدرتی دلائل اس لئے بیان کرتا ہے کہ وہ خود حکیم ہے اور اس نے ہر چیز کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور قوموں کی تاریخ وحالات کی تفصیل اسلئے کرتا ہے

کیونکہ وہ سب باتوں سے خبردار ہے چنانچہ ارشاد ہے) الٓرٰ (یہ قرآن) ایک (عالیشان) کتاب ہے جسکی آیتیں حکمت والے خبردار (خدا) کی طرف سے (عقلی و قدرتی دلائل کے ساتھ) محکم بنائی گئی ہیں پھر (قوموں کے نمونوں سے اُنکی) تفصیل کی گئی ہے۔

(۲) اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ ۟ۙ

(وہ کتاب محکم آیات اور تفصیلات کے ساتھ یہ سکھلاتی ہے) کہ اللہ کے سوائے کسی کی عبادت نہ کرو (یعنی کسی مخلوق کی رضا کو مقدم نہ جانو اور اُس کو خدا کے ساتھ مثلہٗ معہٗ مت ٹھہراؤ۔ وہ کتاب بزبان حال یہ بھی کہتی ہے کہ) بلاشبہ میں اُس (خدا) کی طرف سے ڈرانے والی اور خوشخبری دینے والی ہوں۔

(۳) وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ یُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ یُؤْتِ كُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ كَبِیْرٍ ۟ (اور وہ کتاب یہ بھی فرماتی ہے) کہ تم

اپنے پروردگار (و مربی) سے (اپنے گناہوں کی) بخشش مانگو پھر (اس خدا کا خوف کرکے عملی طور پر بھی) اُس (خدا) کی طرف مڑ آؤ تاکہ وہ تم کو ایک وقت معین تک نیک سامانوں کے ساتھ فائدہ دے اور ہر ایسے شخص کو جو زیادہ کوشش کرے اسکا زیادہ اجر دے اور اگر تم روگردانی کرو تو بلاشبہ میں (ایک آنے والے دور سے) تمپر بڑے عذاب کا خوف کرتی ہوں۔

(۴) اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۟ خدا کی طرف تمہارا رجوع

ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے (وہ اپنی حکیمانہ و پسندیدہ مرضی کے مطابق تمہیں اعلیٰ ارتقاؤں پر پہنچاتا رہتا ہے)

(۵) اَلَاۤ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (اُن لوگوں کا خیال تھا کہ خدا ہماری بہت سی باتوں کو جو ہم اپنے اختیار کے ساتھ چھپ چھپ کر کرتے ہیں نہیں جانتا اور سمجھتے تھے کہ خدا تو دُور سے میٹھا دیکھتا ہے۔ فرشتوں کی جو ہمارے اندرونی حالات سے واقف ہیں۔ پوجا کی جائے تاکہ وہ خدا کے آگے ہماری اچھی خبر پہنچائیں۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ میں ملائکہ سے بلکہ تمہاری شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ میرے آگے ظاہر و پوشیدہ یکساں ہے۔ میں جسطرح ظاہری کھانا پہنچاتا ہوں اسی طرح باطنی غذا دیتا ہوں اور دلی امراض کا علاج میرے ہی متعلق ہے چنانچہ ارشاد ہے) سُن رکھو بلاشبہ یہ لوگ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں تاکہ وہ اس (اپنے مالک) سے چھپ جائیں۔ خبردار رہو جب وہ اپنے کپڑے اوڑھتے ہیں تو وہ (خدا) جانتا ہے جو کچھ وہ اندر اندر کرتے ہیں اور جسکا وہ اظہار کرتے ہیں۔ بلاشبہ وہ تو سینوں کی باتوں کو بھی جاننے والا ہے۔

(۶) وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (کائنات ارتقائی حالت میں ہے۔ ایک چیز کے لئے ایک جائے قرار ہوتی ہے۔ وہ اپنی حالت کے مطابق کمال حاصل کرکے دوسری حالت میں سونپی جاتی ہے وہ مستودع اس کے لئے آئندہ کے واسطے مستقر یعنی جائے قرار بن جاتا ہے اور اسی طرح سے ترقی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ یہ سب باتیں صحیفہ فطرت میں واقع ہوتی رہتی ہیں۔ ان تمام مستقروں اور مستودعوں کو اللہ تعالٰے ہی جانتا ہے اور وہی ہر حالت کے مطابق روزی بہم پہنچاتا ہے۔ ایسی قدرت سوائے خدا تعالٰے کے اور کسی کے لئے نہیں ہوسکتی جیسا کہ ارشاد ہے) اور زمین میں کوئی چلنے پھرنے والا نہیں ہے مگر اللہ پر اس کی روزی ہے اور وہ (خدا) اُن کے ٹھہرنے کی جگہ کو اور اُن کے سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے (ان میں

سے) ہر ایک بات بیان کرنے والی (اور علم دینے والی) کتاب میں ہے۔

(۷) وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَ كَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَلَئِن قُلْتَ إِنَّكُم مَّبْعُوثُونَ مِن بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ (اصل اشیاء کو ترتیب وار پیدا کرنا اس کا کام ہے اور پانی سے پیدا ہونے والے دواب ۱۱ کے لئے پانی پر بھی اسی کی حکومت چلی آتی ہے تاکہ صاحب اختیار نیک عمل بجا لائیں۔ ان اعمال کی پوری خبر موت کے بعد دوسرے عالم میں ملتی ہے جیسا کہ فرمایا) اور وہی (خدا) تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں (یعنی زمانوں) میں (احسن ترتیب کے ساتھ) پیدا کیا اور اسکا تخت (حکومت) پانی پر چلا آیا ہے (بڑی فراخی کے ساتھ بارشیں کرنا۔ چشمے بہانا۔ دریا چلانا اسی کا کام ہے۔ جانداروں کی روزی کا اسی پر انحصار ہے) تاکہ وہ دیکھے کہ تم (صاحب اختیار لوگوں) میں سے کون عملوں کے لحاظ سے اچھا ہے (عملوں میں ہمیشہ خوبی کا خیال رکھنا چاہیئے فضول کاموں کی کثرت کوئی حقیقت نہیں رکھتی) اور اگر تو کہے کہ تم موت کے بعد پیش ہوتے ہو تو کافر ضرور کہیں گے کہ یہ ایک صریح دھوکا ہے (افسوس ہے کہ ناقدردان لوگ ہمیشہ کی زندگی سے مایوس ہیں اور خدا تعالیٰ سے ہر وقت فیضیاب ہوتے رہنے میں لذت محسوس نہیں کرتے)

(۸) وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَىٰ أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ لَّيَقُولُنَّ مَا يَحْبِسُهُ أَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ (اگر خدا تعالیٰ کے موقع دینے کے سبب اس دنیا میں کفار سے ایک وقت تک عذاب رک جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے کفر کے باوجود عذاب کیوں نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے لئے مناسب پیمانے مقرر فرمائے ہوئے ہیں۔ ایک وقت تک ڈھیل دیجاتی

ہے اور جب پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے تو وہ ہلاکت کے نتیجے سے کبھی نہیں رک سکتے جیسا کہ ارشاد ہے) اور اگر ہم ان سے عذاب کو ایک معدود مدت تک پیچھے ڈال دیں تو وہ ضرور کہیں گے کہ کونسی چیز اُسے روک رہی ہے۔ سُن رکھو جس دن وہ (عذاب پیمانہ لبریز ہو کر) ان کے پاس آتا ہے تو وہ اُن سے موڑا نہیں جاتا اور انہیں وہی (عذاب) گھیر لیتا ہے جسکے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے۔

رکوع دوم (۹) وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ ۝ (عذاب کو ٹھٹھے میں اُڑانا ایسا گناہ ہے جو تمام گناہوں پر آمادہ کر دیتا ہے۔ کیا انسان جہنم کے عذاب پر صبر کر سکتا ہے جبکہ اس دنیا میں رحمت کے چھینے جانے پر مایوس و نا اُمید ہو جاتا ہے۔ انسان کی طبیعت بدلنے والی ہے۔ یہ اپنے ماحول کے ماتحت کبھی ایک بات کو مکروہ جانتا ہے اور کبھی خود اُسی کو پسند کرنے لگتا ہے۔ اسوقت یہ عذاب پر مخول کرتے ہیں اور عذاب آنے پر جو اُن کی حالت ہو گی وہ اس حالت سے الگ ہو گی۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنی حالت کے تلوّن پر نگاہ رکھکر کسی چیز پر اپنے الگ الگ ماحول کے لحاظ سے غور کرے۔ انسان اس حقیقت سے غافل ہے۔ صبر کرنے والے اور کاموں کی صلاحیت پر نگاہ رکھنے والے ہی اس پر کاربند ہو سکتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے) اور اگر ہم انسان کو رحمت چکھائیں پھر اس (رحمت) کو اس سے چھین لیں تو بلاشبہ وہ بالضرور مایوس و ناشکر گذار بن جاتا ہے۔

(۱۰) وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نَعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي ۚ إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ ۝ اور اگر ہم اس کو اس ضرر کے بعد جو اُسے پہنچ چکا ہے نعمت چکھائیں تو ضرور کہیگا کہ مجھ سے برائیاں (اور تکلیفیں) ٹل گئیں۔ بلاشبہ وہ (اُسوقت تکلیفوں کے ٹل جانے پر) پھولنے والا (اور حاصل ہونے والی نعمت پر) بڑا فخر کرنے والا بن جاتا ہے (حالانکہ مصیبت کا ٹلنا اور نئی نعمت کا آنا بہت کچھ اس کے اختیار سے باہر ہوتا ہے لیکن وہ اپنی ہی شیخی بگھارتا ہے)

(۱۱) اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ مگر اس تلوّن سے وہ لوگ محفوظ رہ سکتے ہیں) جنہوں نے صبر کیا اور صلاحیت والے عمل بجا لائے۔ یہی لوگ ہیں کہ اُن کے واسطے (اُن کی خطاؤں کے لئے) بخشش ہے اور (اُن کی ہمت کے لئے) اجر کبیر ہے۔

(۱۲) فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ پھر (اُن کے اس تلون وشبہات سے تنگ آکر) شاید تو اس کا ایک حصہ چھوڑنے والا ہے جو تیری طرف وحی کیا جاتا ہے اور اس کے سبب تیرا سینہ تنگ ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اسپر کوئی خزانہ کیوں نہیں اُتارا گیا (جس سے یہ اپنی ضروریات پوری کرتا) یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ آتا (جو اسکی رسالت کی تصدیق کرتا۔ یہ تمام اعتراضات قوانین قدرت کے برخلاف ہیں) سو ائے اس کے نہیں کہ تو تو ایک ڈرانے والا ہے اور (تجھے روزی پہنچانے اور تیری تصدیق دکھانے کے لئے) اللہ ہر شے پر وکیل (وکارساز) ہے (ان باتوں کے لئے صرف اُسی پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے)

(۱۳) اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

(اللہ تعالٰے نے جو کچھ بنایا ہے احسن بنایا ہے۔ قدرت الٰہی کے قوانین تمام احسن ہیں۔ احسن کے مخالف ہونا خلاف حکمت ہے۔ سنن آلہیہ کبھی نہیں بدلتے۔ پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے سے پانی خودبخود مُنہ میں نہیں آجاتا۔ جب اُن کے مطلوبہ خوارق پورے نہ ہوتے تو اُنھوں نے کہا کہ اس نے اس وحی کو خود اپنے دل سے بنالیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے) یا کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے اس (وحی) کو اپنے دل سے گھڑ لیا

ہے۔ تو کہہ (اگر بات یہ ہے تو تم بھی تو میری طرح آدمی ہو اگر میں نے اسے اپنے دل سے بنالیا ہے) تو تم اس کی مثل دس سورتیں گھڑ کر لے آؤ اور اللہ کے سوائے جس کو تمہاری طاقت ہو بلا لو اگر تم سچے ہو (حق بات کا ثبوت خود اس کی حقانیت ہی میں پایا جاتا ہے۔ پس قرآن کا سچا اور علمی معجزہ وہ ہے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہیگا اور دکھلائیگا کہ یہ اللہ کے علم کے مطابق نازل ہوا ہے اور توحید کی سچائی کو واضح کرتا ہے۔ یہ بات انسان کے مسلم ہونے کے لئے کافی ہے)

(۱۴) فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (مومنوں نے اس دلیل کو پیش کیا۔ کافر اس کا جواب نہ دے سکے۔ اسلئے فرمایا) پھر اگر وہ تمہاری یہ بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ (قرآن) اللہ کے علم کے مطابق اتارا گیا ہے اور یہ کہ اس اللہ کے سوائے کوئی لائق عبادت نہیں۔ پھر کیا تم ایمان لانے والے بنتے ہو۔

(۱۵) مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ (اگر تم اسلام لانے والے بنو گے تو اسلام کے فوائد اٹھاؤ گے اور باقیات الصالحات پر قائم ہو جاؤ گے۔ دنیاوی نعمتوں اور زینتوں کے لئے کوشش کی جاتی اور ان کا پھل بھی مل جاتا ہے۔ اگر وہ اعمال خدا سے ہٹ کر کئے جاتے ہیں تو آخرت میں اُن کا نتیجہ آگ ہوتا ہے۔ محض دنیاوی کام آخرت میں حبط ہو جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے) جو شخص (محض) دنیا اور اُس کی زینتوں کا ارادہ کرتے ہیں۔ ہم ایسے شخصوں کو اُن کے عمل جو اُنھوں نے دنیا (کے بارے) میں کئے ہیں پورے دیتے ہیں اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی۔

(۱۶) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ

مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ یہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ
(یعنی جلن) کے سوائے کچھ نہیں اور جو کرتوتیں اُنھوں نے دنیا (کے بارے)
میں کی ہیں حبط ہو گئیں اور جو عمل کرتے تھے باطل ہو گئے۔ (جب
دنیا کے کاموں میں آخرت کے اجر کا لحاظ نہ ہو اور خدائے تعالٰے کو راضی کرنے کے لئے
نہ کئے جائیں تو ضرور ہے کہ وہ آخرت میں حبط اور باطل ہو جائیں۔ اگر کسی عورت اور
اس کے بچے کی پرورش اسلئے کی جائے کہ اس کو اس کے غریب خاوند سے الگ کر لیا جائے
تو یہ دنیا کی کوشش ہے اور اگر کسی غریب عورت کی للّٰہ پرورش کی جائے تو وہ
آخرت کی کوشش ہے۔ اور اگر کسی امیر کی بات کی تصدیق اُس کو خوش کرنے کے لئے
کی جائے اور اُس کو راضی کرنے کے لئے جھوٹی گواہی دی جائے تو اس میں صرف دنیا کا
فائدہ ہے اور اگر سچے غریب کو سچا کیا جاوے اور جھوٹے امیر کی مخالفت کی جائے تاکہ
خدائے تعالٰے راضی ہو تو یہ آخرت کی کوشش ہے۔ اگر ہم اظہار حق میں خدا کے راستے پر
شہید ہو جائیں تو یقیناً آخرت کا فائدہ ہے اور اگر جھوٹ بول کر اپنی جان بچالیں تو اسمیں
دنیا کا فائدہ ہے۔ آخرت کے لئے ایسی نیکیاں درکار ہیں جن کو باقیات الصالحات کہتے
ہیں عقل سلیم اور صحیفۂ فطرت سے بھی ان کا پتہ لگتا ہے اور وحی سے بھی اس کی تصدیق
ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا)

(۱۷) اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ
وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ
وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ
مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝
پھر کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہو اور خدا کی طرف
سے (عقل سلیم کا عالیشان) شاہد اس کے پیچھے آتا ہو اور اس سے پہلے
موسٰی کی کتاب امام اور رحمت ہو تو ایسے شخص وہی ہیں جو اس کو

مانتے ہیں اور جو شخص جماعتوں میں سے اس بات کا کفر کرے (اور اس کی قدردانی نہ بجالائے) تو آگ اُس کی جائے وعید ہے پس تو اس بات سے شک میں نہ ہو بلا شبہ یہ بات تیرے رب کی طرف سے حق ہے ولیکن اکثر آدمی نہیں مانتے (ان آیات میں آخرت اور دنیا کے عملوں میں تمیز کر کے دکھائی گئی ہے)

(۱۸) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۙ (خدا تعالےٰ پر افترا کرنے والے پرلے درجے کے ظالم ہوتے ہیں۔ خدا ظالموں کی مدد نہیں کرتا پھر وہ خدا کی طرف سے بیّنہ پر کیسے ہو سکتے ہیں، اور عقلی شہادتیں اُنھیں کیسے مل سکتی ہیں اور الہامی کتابیں ان کی کس طرح مدد کر سکتی ہیں جیسا کہ ارشاد ہے) اور اس سے بڑھکر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ یہ لوگ اپنے رب کے آگے پیش کئے جاتے ہیں اور (ان کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اُن پر) گواہی دیتے ہیں کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ بولا۔ سن رکھو ایسے ظالمو پر خدا کی لعنت ہے (یہ بیّنہ کی بجائے لعنت کے مستحق ہیں۔ یہ مخلوق کے لئے بھی راہزن ہیں اور ان کے حقوق تلف کر رہے ہیں)

(۱۹) الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ جو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور (اس راستے کو اپنی حالت پر نہیں رہنے دیتے بلکہ) اس میں کجی طلب کرتے ہیں اور وہ آخرت (یعنے نتیجے) کے منکر ہیں۔

(۲۰) اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا

يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ○ یہ لوگ دنیا میں (رہ کر بھی) خدا کو عاجز کرنے
والے نہیں اور (یہ لوگ شرک پھیلاتے ہیں) خدا کے سوائے اُن کا کوئی سرپرست
(وکارساز) نہیں ہے (بلکہ) اُن کے واسطے عذاب بڑھایا جاتا ہے۔ یہ
(ہدایت کو) سننے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہیں دیکھتے (یعنی ہدایت کو سمجھنا
بھی نہیں چاہتے)

(۲۱) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ

ان لوگوں نے (اللہ پر افترٰی کرکے) اپنی جانوں کو نقصان پہنچایا اور جو کچھ
وہ افترٰی کرتے تھے ان سے گم ہوگیا (یعنی وقت پر اُن کی مدد کے لئے کوئی نہ پہنچا)

(۲۲) لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ○ ضرور ہے کہ یہ آخرت میں
بڑے گھاٹے والے ہیں۔

(۲۳) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (اور حق پر چلنے والے
دنیا و آخرت میں بھلائی پاتے ہیں اور جنتی بن جاتے ہیں) بلاشبہ وہ لوگ جو
ایمان لائے اور صلاحیت والے عمل کئے اور اپنے رب کے آگے عاجز
ہوئے تو یہی لوگ جنت والے ہیں۔ وہ اُس میں رہ پڑنے والے ہیں۔

(۲۴) مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ
هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ (ظالم مفتریوں اور سچے مومنو
کی مثال گمراہی اور ہدایت کی پیروی میں اسطرح پر سمجھنی چاہیے کہ ایک فریق اندھا اور
بہرا ہے اور دوسرا فریق دیکھنے اور سننے والا ہے۔ ان کا ایک ہی حال نہیں ہوسکتا۔
جیسا کہ ارشاد ہے) اُن دو فریقوں کی مثال اندھے اور بہرے اور دیکھنے

والے اور سننے والے کی مانند ہے۔ کیا یہ دونوں مثال کے لحاظ سے مساوی ہو سکتے ہیں کیا (تم ان کو مساوی ٹھہراتے ہو) پھر غور نہیں کرتے۔

رکوع سوئم (۲۵) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖٓ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ۙ (آگے اس کی مثالیں دی گئی ہیں اور دکھلایا گیا ہے کہ حق سے نفرت کرنیوالے خود بھی اندھے ہیں اور دوسروں سے سنکر بھی ماننا نہیں چاہتے اور جو طالب حق ہیں وہ خود بھی سوچتے اور دوسروں سے سنکر بھی تحقیق کا حق ادا کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے) اور بالتحقیق ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ بلاشبہ میں تمہارے لئے صریح ڈرانے والا ہوں۔

(۲۶) اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ۝ (اور میرے ڈرانے کا مقصد صرف یہ ہے) کہ تم اللہ کے سوائے کسی کو معبود (یعنی مقدم بمقابلہ الا) نہ سمجھو۔ بلاشبہ میں تم پر دردناک دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔

(۲۷) فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ۝ (لوگ نبیوں کو فوق البشر سمجھتے تھے اور انھیں خدا کی طرف سے ایک اوتار جانتے تھے اور اُن کو شروع سے ہی بے غلط قرار دیتے تھے۔ لیکن یہ بات یقیناً غلط ہے۔ خدا تعالیٰ دکھلاتا ہے کہ نبی بھی دوسروں کی طرح خدا تعالیٰ کے مطیع ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے معاملات میں دخل نہیں دے سکتے۔ وہ بھی حکم الٰہی پر چلنے سے ہی ترقیاں حاصل کرتے ہیں۔ اس بات کو سمجھانے کے لئے کفار کی طرف سے اعتراض پیش کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے) پس اس کی قوم کے سرداروں نے جنہوں نے اس کی قوم میں سے کفر

کیا کہا ہم تجھے اپنی مثل صرف ایک بشر دیکھتے ہیں (حالانکہ وہ جانتے تھے کہ یہ ہماری قوم میں سے ہی ایک ہے اور یہ بھی خدا کی بندگی کا ہی نمونہ دکھاتا ہے۔ بندوں نے جو کچھ حاصل کرنا ہے خدا ہی سے حاصل کرنا ہے۔ نبی ہمارے لئے کوئی علیحدہ وسیلہ نہیں ہونا چاہیئے) اور (قوم نوح نے یہ بھی کہا) کہ ہم تیرے تابعداروں کو نہیں دیکھتے مگر یہ کہ وہ ہم میں سے رذیل سرسری رائے والے لوگ ہیں (یعنی یہ حقیقت حال سے بیخبر ہیں) اور ہم تمہارے لئے اپنے آپ پر کوئی فضیلت نہیں دیکھتے۔ (انبیا لوگ جھوٹے اور دھوکہ دینے والے دعوے نہیں کرتے۔ اسلئے قوم نے کہا نہیں) بلکہ ہم تم کو جھوٹے سمجھتے ہیں۔

(۲۸) قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ۝ (نوح علیہ السلام نے محبت کے ساتھ جواب میں) کہا اے میری قوم بھلا دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں (جو حق کی طرف رہنمائی کرتی ہے) اور خدا نے مجھے اپنے پاس سے رحمت (یعنی قومی ہمدردی) دی ہو۔ پھر وہ (خدا کی طرف سے حاصل کی ہوئی دلیل اور قومی حریت ومساوات کا فائدہ) تم پر گم ہو گیا ہو تو کیا ہم (اس علم ورحمت) کو تمہارے ساتھ چمٹا دیں حالانکہ تم اس سے کراہت کرنیوالے ہو (اور اسے برا جانتے ہو۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سچی دلیل اور ہمدردی میں اپنے پیروؤں کو بھی اپنے ساتھ ہی ملاتے ہیں اور انھیں کی صف میں اپنا داخل ہونا دکھلاتے ہیں)

(۲۹) وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْـهَلُوْنَ ۝ اور (نوح علیہ السلام نے محبت کے ساتھ یہ بھی کہا کہ) اے میری قوم میں تم سے اس (ہمدردی والی تبلیغ) پر مال نہیں مانگتا۔ میرا اجر صرف اللہ پر ہے اور میں ان

لوگوں کو جو (خدا پر) ایمان لاتے ہیں نکالنے والا نہیں۔ بلا شبہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں (میرا کیا دخل ہے کہ میں ان لوگوں کو جو خدا کی طرف آتے ہیں روکوں) ولیکن میں تمہیں نادان لوگ دیکھتا ہوں۔

(۳۰) وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِىْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

اور اے میری قوم اللہ کی طرف سے میری کون مدد کریگا اگر میں اُن (خدا کے ماننے والوں کو) نکال دوں پھر کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

(۳۱) وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ وَّلَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِىْۤ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِىْۤ اَنْفُسِهِمْ ۖۚ اِنِّىْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اور (میں تو صرف بندوں میں سے ایک بندہ ہوں) میں نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور میں غیب بھی نہیں جانتا۔ اور نہ میں کہتا ہوں کہ بلا شبہ میں فرشتہ ہوں (اور خدا کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح کام کرتا ہوں) اور نہ میں اُن کو جن کو تمہاری آنکھیں حقیر دیکھتی ہیں کہتا ہوں کہ اللہ انھیں کوئی اجر نہیں دیگا (جب وہ تمہارے جیسے انسان ہیں تو وہ تم سے بڑھکر ترقی کرسکتے ہیں) اللہ خوب جانتا ہے جو اُن کے دلوں میں ہے (اگر میں انھیں نکال دوں تو) بلا شبہ جب تو میں ظالموں سے ہوں۔

(۳۲) قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ اُنھوں نے کہا اے نوح تو نے ہم سے جھگڑا کیا۔ پھر ہمارے جھگڑے کو بہت بڑھا دیا۔ سو تو ہمارے پاس وہ (نتیجہ) لا۔ جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے۔ اگر تو سچوں سے ہے +

(۳۳) قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ٥

(نوحؑ نے) کہا سوا اس کے نہیں کہ اللہ تمہارے پاس وہ (نتیجہ اس دنیا میں بھی) لائیگا اگر چاہیگا اور تم (اس کو) عاجز کرنے والے نہیں۔

(۳۴) وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ٥ اور میری نصیحت (خیرخواہی) تمہیں کوئی فائدہ نہیں دیتی اگر میں نے ارادہ کیا ہو کہ تمہاری خیرخواہی کروں۔ اگر اللہ ارادہ کرتا ہو۔ (تمہاری ناحق پسندی کے سبب) تمہیں غلطی میں ڈالے۔ وہی تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف تم موڑے جاتے ہو +

(۳۵) اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ٥ (نبیوں کی طرف سے ایسی ہی حقانی تعلیم پہنچتی رہی ہے، اس میں کوئی بات جھوٹی نہیں) یا کیا یہ (مشرکین قریش) کہتے ہیں کہ اس نے اس (قرآن) کو دل سے گھڑ لیا ہے۔ تو کہہ اگر میں نے اسے دل سے گھڑ لیا ہے تو (میں سخت مجرم ہوں) میرا جرم کرنا مجھ پر ہے اور میں اس سے جو تم جرم کرتے ہو بری ہوں +

رکوع چہارم (۳۶) وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ٥ع (اللہ تعالےٰ اپنی ذات میں کامل مطلق اور مستقل ہے۔ اسکا تعلق ممکنات کے ساتھ رحمانیت و رحیمیت کا ہی ہوتا ہے۔ یہ بات بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی سے ثابت ہوجاتی ہے۔ ممکنات کو اعلےٰ ارتقاؤں پر پہنچانے کے لئے رحمانیت کی صفت سے کام لیا جاتا ہے۔ جس ممکن کو اختیاری حالت اور سمجھ دی جائے اسکا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنی سمجھ کے مطابق کام کرے

اور خدا تعالٰے سے حقیقی ترقیات کا طالب ہو۔ ہمارا اصل مقصود کامل مطلق اور مستقل ذات ہی ہوسکتی ہے اسلیئے اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ میں نے جن و انس کو اپنی عبادت کے سوائے اور کسی کام کے لیئے پیدا نہیں کیا ۲۷/۲۔ ممکنات کی پیدائش کا اعلیٰ مقصود سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ خدا تعالٰے کے سچے عابد و عبد بن جائیں ۳۰/۱۴ یہی حقیقی نجات ہے۔ اس سے پہلے ممکنات کو جگانے اور تنبیہ کرنے کے لیئے تکالیف کے پہنچانے کی ضرورت ہے۔ اگر انسان حق کو سنکر اس کی قدر کرنے والا ہو تو نجات کا راستہ اس کے ہاتھ آگیا اور اگر وہ تعدی و ظلم پر رہ کر حق سے دوری اختیار کرتا جائے تو پھر اس کے لیئے خدا تعالٰی کی طرف سے ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے جس کی اصلاح جہنم کے ذریعے سے ہی ہونی ممکن ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء و صلحا اپنی طرف سے خود ہی ہادی نہیں بن سکتے چنانچہ اللہ تعالٰے رسول کریم سے فرماتا ہے کہ جس کو تو پیار کرے اس کو تو ہدایت نہیں دے سکتا لیکن اللہ تعالٰے ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ۲۰/۹۔ جب انبیاء و صلحا انسان کی اندرونی صحت و مرض کو نہیں دیکھ سکتے اور انھیں غیب دانی کی قدرت حاصل نہیں ہوسکتی تو ان کا قابل اصلاح گناہگاروں کی سفارش کرنا از قسم دخل در معقولات ہوگا۔ جب انسان پر ایسی حالت طاری ہو جاتی ہے کہ اسے جہنم کے ذریعہ سے درست کیا جائے تو ضرور ہے کہ وہ اس دنیا سے اٹھا لیا جائے۔ جن لوگوں میں غلط تعلیم ہی اصل سمجھی جائے اور گندی عادات ان کی فطرت ثانیہ بن جائیں جن کی اصلاح جہنم کے بغیر نہ ہوسکے تو ایسے لوگوں کے ہاں آئندہ بھی جو اولاد پیدا ہوگی وہ بالعموم کافر و فاجر ہی ہوگی جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے قول سے ثابت ہے جسکا بیان سورہ نوح کے اخیر میں آیا ہے ۲۹/۱۰ اور جیسا کہ یہاں بھی ارشاد ہے) اور نوح کی طرف وحی کیا گیا کہ بات یہ ہے کہ تیری قوم سے (نہ کل دنیا کی قوموں سے) سوائے ان کے جو ایمان لاچکے ہیں کوئی ایمان نہیں لائیگا پس تو اُن کے کاموں پر افسوس نہ کر (حضرت نوح علیہ السلام نے رات دن کھلے اور چھپے وعظ کیا اور ہر طرح سے اپنی قوم کی خیر خواہی کرتے رہے۔ لیکن جب خدا تعالٰے کسی قوم کو جہنم کی سزا ہی کے ساتھ درست کرنا مناسب دیکھے تو پیغمبر اس میں کیا کرسکتے ہیں جیسا کہ اوپر آچکا ہے وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيٓ إِنْ أَرَدْتُّ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ

كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ٥)

(۳۷) وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ٥ اور (خدا نے اپنے ارادے کو پورا کرنے کے لئے حضرت نوح کو یہ بھی فرمایا کہ) تو ہماری حفاظت اور ہماری وحی کے ساتھ کشتی بنا۔ اور ظالموں کے بارے میں میرے ساتھ کوئی کلام مت کر۔ اسلئے کہ وہ ضرور غرق کئے جانے والے ہیں (اور یاد رہے کہ میرے فیصلے کو کوئی روک نہیں سکتا)

(۳۸) وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ٥ اور وہ (نوح) کشتی بناتا تھا اور جب کبھی اس پر اس کی قوم کے سردار گزرتے تھے تو وہ اس کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے۔ اُس نے کہا اگر تم ہم سے ٹھٹھا کرتے ہو تو جس طرح تم (کشتی کے بنانے میں ہماری بیوقوفی کو دکھلانے کے لئے) ٹھٹھا کرتے ہو ہم بھی تم سے (اُسی طرح) ٹھٹھا کرتے ہیں (اور تمہاری جہالت و شرارت کا قابل تمسخر ہونا دکھلاتے ہیں)

(۳۹) فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ٥ پس قریب ہے کہ تم جان لوگے کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے (اس دنیا ہی میں) ذلیل کرے اور (ساتھ ہی آخرت میں) اُس پر سیدھا کر ہوا الاعذاب اُتر پڑے۔

(۴۰) حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ٥ (قوم نوح کشتی کے بنائے جانے کو ٹھٹھے میں اُڑاتے رہے) یہاں تک کہ جب ہمارا حکم (جو اُن کی غرقابی کے لئے تھا) آیا اور تنورۂ زمین نے جوش مارا

(اور زمین سے چشمے پھوٹ پڑے ۴۲) تو ہم نے (نوح کو) کہا۔ اس میں ہر ایک ضروری چیز سے جوڑا لادلے اور اپنے اہل کو بھی۔ مگر وہ جس پر حکم (عذاب) پہلے وارد ہو چکا ہے (یعنی تیری خائنہ بیوی جو اس سے پہلے مر چکی ہے۔ یہ استثنا اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُولٰی ۴۳ کی مانند ہے۔ یہاں اس موت کا ذکر ہے جو پہلے واقع ہو چکی تھی آئندہ واقع ہونیوالی نہیں تھی۔ حاصل یہ ہے کہ اپنے تمام اہل کو کشتی میں بٹھالے۔ حضرت نوحؑ کی اس دعا سے جس کا ذکر آگے آتا ہے اور خدا تعالٰے کے جواب سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کل اہل کے بچانے کا حکم تھا) اور (اس کو بھی کشتی میں اٹھالے) جو ایمان لایا اور (نوح علیہ السلام کی اتنی لمبی وعظ کے بعد بھی) صرف تھوڑے لوگوں کے سوائے اس کے ہمراہ ہو کر ایمان نہ لائے (زمین کے اندر بہت بڑی آگ ہے۔ اس کو چٹانوں کے بوجھ سے بہت کچھ قابو کیا گیا ہے۔ اس آگ کے گرد پوست زمین تنور کے پوست کی طرح محیط ہے۔ اس پوست کو تنورہ زمین یا سطح زمین کہتے ہیں۔ عربی میں تنور کے معنی سطح ارض کے آئے ہیں۔ زمین سے جو چشمے پھوٹتے ہیں وہ یہ نہیں دیکھتے کہ یہاں روٹیاں پکانے کا تنور ہے یا نہیں۔ ان چشموں کی ابتدا اگر کسی تنور سے بھی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہو سکتا کُلٍّ کی تنوین دکھلاتی ہے کہ وہ چیزیں جو کشتی میں اٹھائی جائیں اہم اور ضروری ہوں جو اس علاقہ کی دوبارہ آبادی کے وقت کام آئیں۔ حضرت نوحؑ کا ارادہ تھا کہ طوفان کے بعد اس وسیع علاقے کو دوبارہ آباد کیا جاوے اسلئے ابتداءً جن ضروری اشیاء کی حاجت تھی وہ اس کل میں آجاتی ہیں)

(۴۱) وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اور نوح نے مومنوں کو کہا اس میں چڑھ بیٹھو اس کا جاری ہونا اور اسکا ٹھہراؤ اللہ کے نام کے ساتھ ہے (یعنی سوار ہوتے وقت بھی بسم اللہ کہو اور اترتے وقت بھی بسم اللہ کہنا۔ ہر کشتی کو خدا ہی چلانے والا ہے) بلاشبہ میرا رب بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ٭

(۴۲) وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۣ وَنَادٰى نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ

وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ○

اور وہ (کشتی) اُن کو لے کر پہاڑوں جیسی موج میں چلتی تھی (ہوا کے چلنے سے پانی میں لہریں اُٹھتی ہیں۔ پھر اور لہریں یکے بعد دیگرے پہلی لہروں کو اوپر اُٹھاتی جاتی ہیں۔ سب لہریں مل کر چڑھائی میں پہاڑوں کی مانند نظر آتی ہیں) اور نوح نے اپنے بیٹے کو (جسے وہ اپنا بیٹا سمجھتا تھا) اور وہ ابھی تک (کشتی سے) الگ تھا۔ پکار کر کہا اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت رہ (ابنہ کی اضافت ایسی ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا کہ اپنے معبود کی طرف دیکھ۔ جسکا مطلب تھا کہ جسے تو معبود سمجھتا ہے ۱۶/۱۴ یا جسطرح حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی کو کہا ارجع الی ربك ۱۲/۱ یعنی جسے تو اپنا رب قرار دیتا ہے اُس کی طرف مڑ جا۔ جب تک کوئی شخص کسی کو اپنا بیٹا سمجھتا ہو اگرچہ وہ اس کا بیٹا نہ ہو تب تک وہ اُس کے عدم علم کے سبب بیٹے کے حکم میں ہی ہوتا ہے)

(۴۳) قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ○

اُس نے کہا ابھی میں پہاڑ کی طرف پناہ لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچائیگا (نوحؑ نے) جواب دیا آج اللہ کے حکم سے (جبکہ وہ قطعیت کے ساتھ آپہنچا ہے) بچانے والا کوئی نہیں مگر جس پر اس خدا نے رحم کیا (اس میں مومن اور دنیا کے دوسرے علاقوں کے وہ لوگ بھی داخل ہیں جن کو ابھی اصلاح کے لئے موقع دیا گیا تھا) اور اُن دونوں کے درمیان لہر حائل ہو گئی سو وہ اُن میں سے ہو گیا جو ڈوب گئے (حضرت نوح علیہ السلام غیب دان نہ ہونے کے سبب یہ سمجھ کر کہ وہ لڑکا میرے اہل سے ہے اور خدا کا وعدہ سچا ہے آخر دم تک اُسے پکارتے رہے۔ جب اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ تو اپنے اہل کو اس کشتی میں لاد لے تو وہ الگ ہو گیا اور جب تک بچاؤ کا موقعہ تھا حضرت نوح نے اُسے پکارنا نہ چھوڑا اللہ تعالےٰ کا منشا تھا کہ دیگر مومنوں کے ساتھ نوح علیہ السلام کی اصل اولاد ہی کو قائم

رکھے۔ اس سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ ناجائز اولاد کے مارے جانے سے صرف اُن کی جائز اولاد ہی باقی رہی وجعلنا ذریتہ هم الباقین ۳۷ کا یہی مطلب ہے۔ بلاشبہ خدا نعم المجیبون ہے)

(۴۴) وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝

(اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کہا گیا اے زمین اپنے پانی کو نگل جا (جو پانی آسمان سے گرتا تھا وہ بخارات کی صورت میں زمین سے ہی اوپر گیا ہوا تھا اسلئے وہ پانی زمین ہی کا تھا۔ آگے فرمایا) اور اے آسمان تھم جا (اور بادلوں کے لنگر کو اکھیڑ دے) اور پانی اُتر گیا اور کام کا فیصلہ کیا گیا اور وہ (کشتی) جودی پر ٹک گئی اور کہا گیا اس ظالم قوم کے لئے (رحمت الٰہی سے) دوری ہے (جودی جو در اصل "گاردُیٔ" ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں کُردوں کی پہاڑی۔ یہ پہاڑی کوہستان آرمینیہ کے جنوب کی طرف واقع ہے۔ اس آیت میں تصرف الٰہی کا کیسا عالیشان نقشہ کھینچا گیا ہے۔ آگے طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے)

(۴۵) وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ۝ اور نوح نے اپنے رب کو پکارا سو کہا بلاشبہ میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور بلاشبہ تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب فیصلہ کرنے والوں سے اچھا فیصلہ کرنیوالا ہے۔

(۴۶) قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۝ (اللہ نے) فرمایا اے نوح بلاشبہ وہ تیرے اہل سے نہیں ہے۔ بالضرور وہ (لڑکا) ایک ناجائز کارروائی ہے۔ پس تو مجھ سے وہ بات مت پوچھ جسکا جاننا تیرے لئے (مناسب) نہیں۔ بلاشبہ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں سے نہ بن۔

(اس بات کی جبکہ موقعہ گزر جائے تفتیش کرنا کہ یہ بد تعلق کس طرح پیدا ہوا نادانی کا کام ہے)

(۴۷) قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ (نوحؑ نے) کہا اے میرے پروردگار بلاشبہ میں اس بات سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں تجھ سے اس بات کا سوال کروں جسکا علم میرے لئے (لائق) نہیں اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور مجھ پر رحم نہ کرے تو میں خسارہ پانے والوں سے ہو جاؤنگا +

(سوال اسی چیز کا کیا جاتا ہے جس کا علم نہ ہو لیکن یہ معاملہ ایسا تھا جسکا جاننا نامناسب اور بے موقع تھا جب حضرت نوح علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ یہ لڑکا ایک ناجائز کارروائی ہے۔ تو طبعًا ایسا خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اس کی تفصیل معلوم کی جائے اور پتہ لگایا جائے کہ یہ کام کس طرح اور کب ہوا اور بیوی نے یہ خیانت کس کے ساتھ کی۔ ظاہر ہے کہ اسوقت ایسا سوال کرنا یقینًا نامناسب تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی خائنہ تھی ۶۶/۱۰ خیانت امانات اور حقوق میں کی جاتی ہے ۹/۱۰۔ حاصل یہ کہ حضرت نوحؑ کی بیوی صرف کافرہ ہی نہ تھی بلکہ خائنہ بھی تھی۔ اگر رسول کی بیوی سے فاحشۂ مبینہ سرزد ہونا محال ہے تو اللہ تعالٰی کیوں فرماتا ہے کہ "اے نبی کی بیویو جو تم میں سے فاحشہ مبینہ لائیگی۔ تو اُس کو دوچند عذاب دیا جائیگا اور یہ بات اللہ تعالٰی پر آسان ہے" ۳۳/۳۰ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَ الْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۲۴/۲۶ کے یہ معنی ہیں کہ خبیث باتیں خبیث شخصوں کے لئے لائق ہیں اور خبیث لوگ خبیث باتوں کے لئے شایاں اگر خبیثت اور طیبات سے مراد عورتیں ہیں تو بھی اس کے یہی معنی ہونگے کہ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لائق ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے سزاوار ہیں۔ جسکا مطلب یہ ہوگا کہ طیب لوگ سوچ سمجھ کر طیبات سے نکاح کریں اور طیبہ عورتوں کے لئے مناسب ہے کہ طیب مردوں کو نکاح کے لئے پسند کریں۔ اس سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ طیب مردوں کے گھر میں خبیث عورتیں نہیں ہو سکتیں۔ کیا ہر طیبہ عورت کا خاوند زنا سے ضرور ہی باز رہیگا اگر یہ بات صحیح نہیں تو کیوں طیب مرد کی بیوی ضرور ہی فواحش سے پاک ہوگی۔ کیا اس آیت میں خبیثت اور طیبات سے مراد عام عورتیں نہیں ہیں بلکہ طیبات سے وہی عورتیں

مراد ہیں جنہیں نبیہ سمجھا جاتا ہے؟
اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کی اس خیانت کو لوگوں سے چھپائے رکھا۔ اگر پہلے اس معاملہ کی کوئی شہرت ہوتی تو یہ بات طوفان آنے کے بعد تک نوح علیہ السلام پر پوشیدہ نہ رہتی)

(۴۸) قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

(پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کہا گیا اے نوح ہماری طرف سے سلامتی اور برکات (یعنی ترقیات) کے ساتھ اُتر جو (سلام و برکات) تجھ پر اور اُن جماعتوں پر ہیں جو تیرے ساتھ والوں کی قسم سے ہیں (یعنی مومنوں سے ہیں۔ خواہ وہ تیرے ساتھ ہوں یا دنیا کے دوسرے علاقوں میں ہوں۔) اور ایک وہ جماعتیں ہیں جنہیں ہم ابھی (دنیا کا) فائدہ دینگے پھر اُنھیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچیگا (اس آیت سے بڑی صراحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ طوفان نوح کل دنیا میں نہیں آیا تھا)

(۴۹) تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛؕ فَاصْبِرْ ۛؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

یہ باتیں غائبانہ خبروں سے ہیں جو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں۔ تو اور تیری قوم اس سے پہلے ان (خبروں) کو نہیں جانتے تھے سو تو بھی صبر کر۔ بلاشبہ ڈرنے والوں کا نیک انجام ہوا کرتا ہے +

رکوع پنجم (۵۰) وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۝ اور (ہم نے) عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو (بھیجا) اُس نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لئے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تم (جو ایسا کہہ

رہے ہو) محض افترا کرنیوالے ہو۔

(۵۱) يٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ اے میری قوم میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر صرف اسپر ہے جسنے مجھے پیدا کیا پھر کیا تم عقل نہیں کرتے (خدا مجھے برابر روزی دے رہا ہے وہ آئندہ بھی مجھے عذاب سے محفوظ رکھیگا)

(۵۲) وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ○ اور اے میری قوم تم اپنے رب سے بخشش مانگو۔ پھر اس کی طرف (فرمانبرداری کیلئے) مڑ آؤ تاکہ وہ تم پر خوب برسنے والے بادل بھیجے (اور تمہارے قحط کو دور کرے) اور تمہاری (موجودہ) قوت کے ساتھ تمہیں اور قوت دیوے اور (دیکھنا) تم مجرم بن کر روگردانی نہ کرنا (بلکہ خدا تعالیٰ سے بخشش مانگنے اور اس کی طرف عملی طور پر رجوع کرنے سے مت رکنا)

(۵۳) قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ انھوں نے کہا اے ہود تو ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں لایا (حالانکہ توحید کی تعلیم ایک ایسی روشن چیز ہے جس کے متعلق آفتاب آمد دلیل آفتاب کہنا چاہیئے۔ اور قوم ہود نے یہ بھی کہا کہ) ہم تیرے قول سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تیری باتوں کو ماننے والے ہیں۔

(۵۴-۵۵) اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ○ ہم صرف یہی کہتے ہیں کہ تجھے

ہمارے بعض معبودوں نے برائی کے ساتھ پکڑ لیا ہے۔ اس نے کہا میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں (دہی توحید کی صداقت کو ظاہر کریگا اور حق کو غلبہ بخشیگا) اور تم بھی گواہ رہو کہ میں اس سے بیزار ہوں جو تم اُس (اللہ) کے سوائے شریک بناتے ہو سو تم سب ملکر میرے ساتھ داؤ کرو پھر مجھے مہلت نہ دو۔

(۵۶) إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ ۚ مَا مِن دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ بلاشبہ میں نے اللہ پر توکل کیا ہے جو میرا رب اور تمہارا رب ہے۔ کوئی جاندار نہیں ہے مگر وہ (خدا) اسے چوٹی سے پکڑنے والا ہے۔ بلاشبہ میرا رب سیدھے راستے پر ہے (وہ تمہاری شرارتوں کو میرے حق میں سیدھا کردیگا اور مجھے اُن کے ضرر سے بچائیگا اور آخر کار جہنم کے ذریعہ سے تمہیں بھی ٹھیک کردیگا)

(۵۷) فَإِن تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُم مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ ۚ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ۝ پھر (میں یہ بھی کہتا ہوں کہ) اگر تم (حق سے) روگردانی کرو تو بلاشبہ میں نے تمہیں وہ پیغام پہنچادئیے ہیں جن کو میں تمہارے پاس لیکر آیا ہوں اور میرا رب تمہارے سوائے کسی اور قوم کو خلیفہ بنائیگا۔ (تاکہ وہ تمہاری جگہ اصلاح کریں) اور تم اس (اللہ) کا کچھ نہیں بگاڑ و گے بلاشبہ میرا رب ہر چیز پر نگرانی کرنے والا ہے +

(۵۸) وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَنَجَّيْنَاهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝ اور جب ہمارا حکم آیا تو ہمنے ہود کو اور اُن لوگوں کو جو اس کے ہمراہ ہو کر (ہم پر) ایمان لائے اپنی رحمت کے ساتھ بچادیا۔ اور اُنھیں (آخرت کے) سخت عذاب سے (بھی) خلاصی بخشی +

(۵۹) وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا
أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۝ اور یہ (سرکش قوم) عاد تھی۔ جنہوں نے اپنے
رب کی (قدرتی) نشانیوں کو جھٹلایا اور (جب خدا کے رسول اُنھیں سمجھانے آئے
تو) اُنھوں نے اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر ایک سرکش دشمن
(حق) کے حکم کی پیروی کی۔

(۶۰) وَأُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا إِنَّ عَادًا
كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِعَادٍ قَوْمِ هُودٍ ۝ اور اس دنیا میں اور
قیامت کے دن ان کے پیچھے لعنت ڈالی گئی۔ سُن رکھو بلاشبہ عاد نے
اپنے رب کا کفر کیا۔ سُن رکھو عاد کے لئے جو ہود کی قوم تھی رحمت سے
دُوری ہوئی (اس سورت میں جتنے رسولوں کا ذکر آیا ہے ان میں سے آیت کے
خاتمے پر سوائے ہود علیہ السلام کے کسی کا نام نہیں آیا)

رکوع ششم (۶۱) وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ
اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ
وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ
مُجِيبٌ ۝ (تیسرا نمونہ قوم ثمود کا ہے جیسا کہ فرمایا) اور ثمود کی طرف اُن کے بھائی
صالح کو (ہم نے بھیجا۔ ایسی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول قوم کی مثل بشر ہی ہوتے
ہیں۔ خدا تعالیٰ اُن کے شوق اور طلب کے سبب اُن پر احسان کر دیتا ہے ۱۲ سو) اُس
نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو (یعنی اس کی رضا کو مقدم جانو) تمہارے
لئے اُس (خدا) کے سوائے کوئی اور معبود نہیں (جس کی رضا کو اصل مانا جائے)
اُس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور تم کو اس زمین میں بسایا سو تم اس سے
بخشش مانگو پھر فرمانبرداری کرنے کے لئے اس کی طرف مڑ آؤ۔ بلاشبہ

میرا رب پاس ہے (سب کی سنتا اور دعاؤں کو) قبول کرتا ہے۔

(۶۲) قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝ اُنھوں نے کہا اے صالح تو اس سے پہلے ہمارے درمیان ایسا تھا جس کے ساتھ ہماری (آئندہ) اُمیدیں وابستہ تھیں۔

(لیکن اب تو نے توحید اور حریت و مساوات کا وعظ کر کے اُن اُمیدوں کو خاک میں ملا دیا) کیا تو ہم کو اُن کی عبادت کرنے سے روکتا ہے جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے اور بلاشبہ ہم اُس سے جس (توحید) کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے قلق ڈالنے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں (توحید الٰہی بلاشبہ فطرت انسانی کے موافق ہے لیکن راسخ عادتیں اور مروجہ رسوم قلق ڈالنے کا موجب بن جاتی ہیں)

(۶۳) قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۣ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ۝ (صالحؑ نے) کہا اے میری قوم بھلا دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اُس نے مجھ پر اپنی رحمت کی ہو (تو کیا میں اس دلیل اور رحمت کو چھوڑ دوں؟) پھر اگر میں اُس (خدا) کی نافرمانی کروں تو مجھے اللہ سے کون بچائیگا سو تم (ایسا کہنے سے مجھے بچا نہیں سکو گے بلکہ) میرے لئے سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں بڑھاؤ گے (اس طرح تو میں بھی تمہارے ساتھ مل کر جہنم کا ایندھن بن جاؤنگا۔ اگر نبی کوئی بدی کرے تو اس کے کرنے سے وہ بدی نیکی نہیں بن جائیگی بلکہ وہ بدی اُس نبی کو خسارے میں ڈالنے کا موجب ہوگی)

(۶۴) وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ

أَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ ○

اور اے میری قوم یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے (اس بات کا) نشان ہے (کہ جب تم اس کو شرارت کے ساتھ ضرر پہنچاؤ گے تو تمہیں عذاب آپکڑیگا) سو تم اسے چھوڑدو کہ یہ خدا کی زمین میں چرے چگے اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ مت لگانا (اگر ایسا کروگے) تو تم کو قریب عذاب آپکڑیگا (سورت اعراف میں اس کا بیان آچکا ہے۔ اگر وہ لوگ اتنا خوف بھی رکھتے کہ اونٹنی کی کونچیں نہ کاٹتے تو دنیا کے عذاب سے بچے رہتے۔ ان میں سے قوم کے مشورے کے مطابق ایک بدبخت نے کھڑے ہوکر کہا کہ میں اسے خلاف وضع فطری دکھ دیتا ہوں پھر دیکھتا ہوں کہ عذاب دینے والا کون ہے)

(۶۵) فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ○ پھر انھوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ سو (صالحؑ نے) کہا اپنے گھروں میں تین دن تک فائدہ اٹھالو۔ یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہوسکتا۔

(۶۶) فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِينَ اٰمَنُوا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ○ سو جب ہمارا حکم (عذاب کے لئے) آیا تو ہم نے صالحؑ کو اور اُن لوگوں کو جو اس کے ہمراہ ہوکر ایمان لائے تھے اپنی رحمت کے ساتھ (دنیا کے عذاب) اور اُس (رپیشی کے) دن کی رسوائی سے بچالیا۔ بلاشبہ تیرا رب جو ہے تو وہی (دنیا کے عذاب سے بچانے کی) قوت رکھنے والا (اور آخرت میں) عزت دینے والا ہے۔

(۶۷) وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ

جٰثِمِیْنَ ۝ۙ اور اُن ظالموں کو دھماکے (یعنی زلزلے ☆) نے پکڑا۔ سو وہ اپنے گھروں میں سینے کے بل گرکر مر گئے۔

(۶۸) كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ۝ گویا کہ وہ اس (زمین) میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ سن رکھو بلاشبہ ثمود نے اپنے رب کو نہ مانا۔ سن رکھو ثمود کے لئے رحمت الٰہی سے دوری ہوگئی۔

رکوع ہفتم (۶۹) وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ ۝ (یہ تھی مثال ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے مہمانوں کی ہے۔ بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہمان ملک صدق کے بھیجے ہوئے سپاہی تھے۔ حضرت ابراہیم اس کو دہ یکی (خراج) دیتے تھے۔ ملک صدق خدا تعالےٰ کا نیک اور مقبول بندہ تھا۔ قوم لوط مسافروں کو لوٹ لیتی اور اُن کے ساتھ بدفعلی بھی کرتی تھی۔ اُن کی عورتیں بھی اپنے خاوندوں کے اس فعل پر فخر کرتی تھیں۔ ملک صدق کو خدا تعالےٰ کی طرف سے حکم آیا کہ لوطؑ کی قوم کو تباہ کردو اور راستے میں جاتے ہوئے حضرت ابراہیم کو بیٹے کی خوشخبری پہنچاؤ۔ یہ یہاں اسی بادشاہ کے بھیجے ہوئے قاصد تھے جو خدا کے حکم کو لیکر رسول بنکر آئے تھے جیسا کہ ارشاد ہے) اور بالتحقیق ہمارے (حکم کے مطابق) بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔ کہنے لگے سلام (ابراہیم نے) کہا سلام ہے۔ سو (ابراہیم نے اس بات میں) دیر نہ کی کہ ان کے پاس تلا ہوا بچھڑا لیکر آیا۔ (گوشت کے ساتھ کھانے کو روٹیاں بھی ہونگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے لوگ تھے اور لوط علیہ السلام اور اُن کے اہل کی حفاظت کے لئے اور قوم لوط کو بیخ و بُن سے اُکھاڑنے کے لئے آئے تھے۔ وہ فرشتے نہ تھے بلکہ انسانوں کی طرح انسان تھے۔ ضیف اور قوم کا لفظ انسانوں پر ہی بولا جاتا ہے۔ فرشتے اس دنیا میں کبھی انسانی جسم میں نہیں بھیجے جاتے اور اگر بالفرض انسان بنا کر ہی بھیجے جائیں تو ان میں اور

دوسرے انسانوں میں کوئی ایسا فرق نہیں ہوگا جس سے معلوم ہو کہ یہ فرشتے ہیں اور یہ آدمی جیسا کہ للبسنا علیھم ما یلبسون ؂ سے صراحتاً ثابت ہے۔ اُن لوگوں نے کھانے کو تیار ہوتے اور اپنے آگے چُنے جاتے دیکھکر کوئی تعرض نہیں کیا۔ پس اُنھوں نے ابراہیم علیہ السلام کو راضی کرنے کے لئے تھوڑا سا کھایا اور چونکہ اُن کو لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف جانے کی جلدی تھی اسلئے تھوڑا سا کھاکر ہاتھ کھینچ لیا)

(۷۰) فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ؕ سو جب اُس نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس (کھانے) کی طرف نہیں پہنچتے تو اُنھیں اجنبی سمجھا اور (خیال کیا کہ یہ فوجی لوگ کسی کو گرفتار کرنے کے لئے آئے ہیں) دل میں ان سے ڈرا (وہ اُس کی حالت کو دیکھکر) بولے مت ڈر۔ ہم لوط کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں (اور چلتے چلتے راستے میں تجھے خوشخبری دینے کے لئے ٹھہر گئے ہیں)

(۷۱) وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ؕ اور اُس (ابراہیم) کی بیوی (خدمت کے لئے) کھڑی تھی سو (اپنے خوف کے جاتے رہنے کی وجہ سے) ہنس پڑی۔ پھر ہمنے اس کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی (یعقوب علیہ السلام ان کے پوتے تھے۔ لیکن اسوقت اُنھوں نے اس پیشینگوئی سے یہ سمجھا تھا کہ اسحٰق کے بعد یعقوب بھی دوسرا بیٹا ہمارے ہی ہاں پیدا ہوگا)

(۷۲) قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ؕ کہنے لگی اے وائے کیا میں جنونگی درآنحالیکہ میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بوڑھے ہونے کی حالت میں ہے۔ تحقیق یہ ایک حیرت کی بات ہے

(۷۳) قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ وہ (مہمان) بولے کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے اے گھروالو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر ہیں۔ بلاشبہ وہ (خدا) تعریف والا بزرگی والا ہے۔

(۷۴) فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ؕ سو جب ابراہیم سے ڈر جاتا رہا اور اس کے پاس خوشخبری آئی تو وہ ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑا کرتا تھا (یہ جھگڑا خدا تعالےٰ کے ساتھ مقابلے کے طور پر نہ تھا بلکہ رحمدلی کے سبب سے تھا)

(۷۵) اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ۝ بلاشبہ ابراہیم بردبار۔ دردمند رجوع کرنیوالا تھا۔

(۷۶) يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ۝ (کہا گیا) اے ابراہیم اس بات سے ٹل جا۔ تیرے رب کا حکم آچکا ہے اور بلاشبہ ان پر عذاب آنیوالا ہے جو موڑا جانیوالا نہیں۔

(۷۷) وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ۝ اور جب (ابراہیم علیہ السلام سے رخصت ہوکر) ہمارے (حکم کے مطابق) بھیجے ہوئے لوط کے پاس آئے تو وہ اُن کے (آنے کے) سبب سے (یہ خیال کرکے) المناک ہوا (کہ یہ غیر قوم کے لوگ ہیں اور قوم نے مجھے غیر اقوام کے لوگوں کی مدد سے منع کیا ہوا ہے ۱۲۔ یہ لوگ غیر اقوام کو لوٹ لیتے اور اُن کے ساتھ بدی کیا کرتے ہیں مباداان مہمانوں کے ساتھ بھی بدفعلی کا ارادہ

کریں) اور اُن کے معاملے میں ہاتھ کو تنگ پایا (یعنی اُن کی مدد کو اپنی دسترس سے باہر دیکھکر دل تنگ ہوا) اور کہنے لگا یہ سختی والا دن ہے (رسول تو اپنے مہمانوں کو اپنے سامنے دیکھکر انسان سمجھتے ہیں مگر مُلّا لوگ اتنی مدت کے بعد خواہ مخواہ اُنھیں فرشتے بنائے جا رہے ہیں)

(۷۸) وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِىْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِىْ ضَيْفِىْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝ اور اس کے پاس اُس کی قوم اُس کی طرف دوڑتی ہوئی آئی (تاکہ وہ ان غیر قوم کے مہمانوں کو لوٹ لیں اور اپنی بدی سے اُنھیں شرمندہ کریں جیسا کہ اُن کی پہلے سے عادت چلی آتی تھی چنانچہ فرمایا) اور وہ پہلے سے ہی ایسی بدیاں کرتے چلے آتے تھے (قوم نے حضرت لوطؑ کے دامادوں کو اس مطالبے میں ان کے سامنے کیا تھا اس لئے لوطؑ نے) کہا اے میری قوم یہ میری بیٹیاں ہیں (جنہیں تم نے میرے گھر میں بٹھایا ہوا ہے) یہ تمہارے لئے (رجوع کرنے کے لحاظ سے) بہت پاک ہیں (افسوس تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کی طرف آ رہے ہو - یہ بات صرف اسی قوم ہی کی ایجاد تھی کہ وہ بڑی عمر کے مردوں کو بھی لوٹ کر اُن کے ساتھ طعنہ رکھنے کے لئے بدفعلی کرتے تھے ۹/۱۴ و ۲/۱۵ - لوط علیہ السلام نے کہا) سو اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے معاملے میں مجھے رسوا نہ کرو - کیا تم میں سے کوئی ہدایت والا مرد نہیں ہے (جو تمہیں اس سے روکے)

(۷۹) قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِىْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ۝ اُن (دامادوں) نے کہا کہ تو جان چکا ہے کہ ہمارے لئے تیری بیٹیوں میں کوئی حق نہیں (رہا) اور بلاشبہ تو بھی جانتا ہے جو ہم ارادہ کرتے ہیں (کہ ان مردوں کو لوٹ لیں اور اُنھیں بدکاری سے شرمندہ کریں)

(۸۰) قَالَ لَوۡ اَنَّ لِیۡ بِکُمۡ قُوَّۃً اَوۡ اٰوِیۡۤ اِلٰی رُکۡنٍ شَدِیۡدٍ ۝ (لوط نے) کہا کاش
میرے لئے تمہارے مقابلے کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے
کی پناہ لیتا (اسوقت دنیا میں سوائے خدا کے میرا کوئی آسرا نہیں۔ میں کسی قلعے میں
بھی محصور ہو کر نہیں بیٹھ سکتا)

(۸۱) قَالُوۡا یٰلُوۡطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنۡ یَّصِلُوۡۤا اِلَیۡکَ فَاَسۡرِ بِاَہۡلِکَ
بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّیۡلِ وَ لَا یَلۡتَفِتۡ مِنۡکُمۡ اَحَدٌ اِلَّا امۡرَاَتَکَ ؕ اِنَّہٗ مُصِیۡبُہَا
مَاۤ اَصَابَہُمۡ ؕ اِنَّ مَوۡعِدَہُمُ الصُّبۡحُ ؕ اَلَیۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِیۡبٍ ۝

(اُن مہمانوں نے) کہا اے لوط ہم تیرے رب کے (حکم کے مطابق) بھیجے گئے ہیں (ہمارے
پاس کافی مدد ہے) یہ ہرگز (بدی کے ارادے سے) تجھ تک نہ پہنچیں گے (معلوم ہوتا ہے کہ
اُن کے پاس اندھا کر دینے والی گیسیں بھی تھیں جیسا کہ فطمسنا اعینہم فذوقوا عذابی
ونذر پ ۲۷/۹ سے ثابت ہوتا ہے) سو تو کچھ رات رہے اپنے اہل کو لیکر نکل جا اور تم
میں سے کوئی پیچھے کی طرف متوجہ نہ ہو مگر تیری بیوی (ایسا کریگی۔ وہ عورت خائنہ
تھی اور قوم کے فعلوں میں شامل تھی) بلاشبہ بات یہ ہے کہ اسے بھی وہی مصیبت
پہنچنے والی ہے جو اُن کو پہنچیگی۔ بلاشبہ اُن کے وعدے کا وقت صبح ہے (یعنی
نقب لگانے والے سپاہی صبح سے پہلے اپنا کام مکمل کر چکے ہونگے) کیا صبح قریب نہیں +

(۸۲) فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا جَعَلۡنَا عَالِیَہَا سَافِلَہَا وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَیۡہَا حِجَارَۃً
مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ۬ۙ مَّنۡضُوۡدٍ ۝ (پس جلدی کرو اور نکل بھاگو) سو جب ہمارا حکم آیا تو
ہمنے اس علاقے کو تہہ و بالا کر دیا اور اُن پر پے در پے کھنگر برسائے۔

(۸۳) مُّسَوَّمَۃً عِنۡدَ رَبِّکَ ؕ وَ مَا ہِیَ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ بِبَعِیۡدٍ ۝ وہ تیرے
رب کے نزدیک اُن کے لئے مقرر تھے اور یہ سزا ایسے ظالموں سے دور

نہیں ہے (نقب لگانے سے اُس زمین پر زلزلے کی حالت طاری ہوگئی اور وہی نتیجہ پیدا ہوا جو زلزلوں کے اوقات میں ہوا کرتا ہے۔ آج تک وہ زمین بحیرہ مردار Dead Sea کی صورت میں نظر آرہی ہے)

رکوع ہشتم (۸۴) وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ وَلَا تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ ۚ إِنِّي أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ۝ (پانچویں مثال شعیب علیہ السلام کی کوششوں کے متعلق ہے چنانچہ ارشاد ہے) اور (قوم) مدین کی طرف ہم نے اُن کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ رسول انسان اور قوم کے بھائی ہی ہوتے ہیں) اُس نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارے لئے اُس (خدا) کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اور (روزی کے سامان کرنیوالا بھی اس کے سوا کوئی نہیں) تم ماپ اور تول کو کم نہ کرو۔ بلاشبہ میں تمہیں خیر کے ساتھ دیکھتا ہوں (یعنی تمہارا خیرخواہ ہوں) اگر تم مخالفت کروگے تو بلاشبہ میں تم پر گھیرا ڈال لینے والے عذاب کا خوف کرتا ہوں (وہ دن کسی کو بھی بچکر نہیں نکلنے دیگا)

(۸۵) وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ اور اے میری قوم ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور ملک میں فساد مت پھیلاؤ (پہلے فرمایا کہ ماپ اور تول کے پیمانے کم نہ رکھو یعنی سیر سولہ چھٹانک سے کم اور گز سولہ گرہ سے چھوٹا نہ ہو اور دیگر پیمانے کم نہ بناؤ پھر کہا کہ ہر صورت پورا تولو۔ اس کے بعد فرمایا کہ لوگوں کی امانتوں میں خیانت نہ کرو۔ آگے فرمایا کہ خلاف قانون حرکتیں کر کے بدامنی نہ پھیلاؤ۔ جو کچھ حاصل کرو انصاف کے ساتھ حاصل کرو)

(٨٦) بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا
عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝ اگر تم خدا پر ایمان رکھنے والے ہو تو (تجارت میں جو نفع)
اللہ کا باقی رکھا ہوا (رہے) تمہارے لئے بہتر ہے (تم خدا سے ڈر کر ہی ایسا کر سکتے
ہو) اور (ظاہر ہے کہ) میں تم پر کوئی نگہبان نہیں ہوں (اور تمہارے دل کا حال
نہیں جانتا)

(٨٧) قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ
اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ
الرَّشِيْدُ ۝ وہ بولے اے شعیب کیا تیری نماز (یعنی خدا کی یاد) تجھے حکم
کرتی ہے کہ ہم اُن کو چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا
پوجتے آئے ہیں یا اپنے مالوں میں وہ نہ کریں جو ہم چاہتے ہیں۔
(کیا ہمارے مالوں کے استعمال کرنے میں کسی اور کا دخل ہو سکتا ہے؟ افسوس دنیا یہ
نہیں سمجھتی کہ آنکھ۔کان۔دل و دماغ کے علاوہ مال بھی خدا ہی کا دیا ہوا ہوتا ہے۔شعیب
علیہ السلام کی قوم طنز کے طور پر اُنھیں کہتی ہے) بلاشبہ تو جو ہے تو تو ہی بڑا حلم
والا ہدایت والا ہے (سوداگر کو حلم اور ہدایت دو صفتیں اختیار کرنی ضروری ہیں۔
حضرت شعیب علیہ السلام لوگوں سے مانگ کر نہیں کھاتے تھے بلکہ خود حلم و رشد کے ساتھ
تجارت کرتے تھے)

(٨٨) قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ
مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ
عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ
اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝ اُس نے کہا اے میری
قوم بھلا دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور

(کم تولنے سے باز رہکر بھی خدا نے) مجھے اپنی طرف سے نیک روزی دی ہو (تو کیا میں خدا کی طرف سے لائی ہوئی تعلیم کی مخالفت کرونگا اور تمہیں جو کم تولنے سے روکتا ہوں میں خود اُسپر عامل ہونگا) اور میں نہیں چاہتا کہ میں تم سے مخالف ہوکر خود اُس میں پڑجاؤں جس سے میں تم کو روکتا ہوں۔ میں جہاں تک مجھ سے ہوسکے اصلاح چاہتا ہوں اور اللہ کے سوائے مجھے کوئی توفیق نہیں ملسکتی میں نے اسی پر توکل کیا ہے اور (آئندہ کے لئے) اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

(۸۹) وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝

اور اے میری قوم تم کو میری مخالفت اس بات پر نہ اُبھارے کہ تم پر ایسی ہی مصیبتیں پڑیں جیسی قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح پر پڑیں اور قوم لوط تو تم سے دور نہیں ہے (ان کا حال تو تم خوب جانتے ہو وہ بھی تمہاری طرح لوگوں کے مال لوٹ لیا کرتے تھے۔ قوم مدین کے شمال میں قریب ہی قوم لوط کی بستی تھی۔ مدین عرب کی شمال مغربی حد میں ہے اور بحیرہ مردار کنعان میں ہے)

(۹۰) وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝

اور تم اپنے رب سے بخشش مانگو پھر (آگے کو) اُس کی طرف (فرمانبرداری کے ساتھ) رجوع کرو۔ بلاشبہ میرا رب مہربان محبت والا ہے۔ (استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ کے کلمات اس سورت میں چار دفعہ لائے گئے ہیں جس سے قریش کی آخر کار اصلاح پانے کی اُمید کی جھلک نظر آتی ہے)

(۹۱) قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۝

اُنھوں نے کہا اے شعیب اُن باتوں سے جو تو کہتا ہے ہمیں بہت

سی باتیں سمجھ نہیں آتیں (رسول اپنی قوم کی زبان ہی میں آتا ہے تاکہ وحی الٰہی کو اُن کے آگے بیان کر سکے مگر زبان دانوں میں سے بھی ایسے جاہل ہوتے ہیں جن کی سمجھ میں سیدھی بات بھی نہیں آتی۔ سمجھنے کے لئے حکمت اور اخلاص کی ضرورت ہے ورنہ ترجمہ تو معمولی زبان دانی اور سمجھداروں سے تحقیق کرنے پر بھی ضرورت کے مطابق حل ہو سکتا ہے جب دوسری زبان کے اہل الذکر لوگوں سے پوچھنے کا حکم ہے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زبان دانوں سے پوچھکر تحقیقات کرنا بھی بہت کچھ کفایت کرتا ہے۔ بے حکمت اور ضدی اعراب لوگ باوجود عربی جاننے کے قرآن مجید کے سمجھنے سے یقیناً بیگانہ تھے ۹۷/۹۔ شریکا فراور مصر منافق جان بوجھ کر بھی سبیل اللہ میں کجیاں نکالتے تھے ۴۵/۷ و ۳/۱۴ و ۱/۱۸ و ۲۸/۳۹ و ۳۳/۱۴۔ حالانکہ قرآن مجید میں کوئی کجی نہیں ہے ۱۵/۱۴۔ شریر لوگ ہمیشہ آیات کو عاجز کرنے کی فکر میں لگے رہتے تھے جیسا کہ الذین سعوا فی ایٰتنا معجزین ۵۱/۲۲ کی قسم کی آیات سے ظاہر ہوتا ہے) اور (قوم نے یہ بھی کہا کہ) بلاشبہ ہم تجھے اپنے درمیان ضعیف پاتے ہیں (ہم تجھے ہلاک کر سکتے ہیں مگر صرف تیری برادری کا لحاظ ہے) اور اگر تیرا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے اور تو ہمارے آگے کوئی عزت والا نہیں

(۹۲) قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ○ (شعیب نے) کہا اے میری قوم کیا میرا قبیلہ تمہارے آگے اللہ سے بھی زیادہ عزت والا ہے حالانکہ تم نے اس خدا کو پس پشت ڈالا ہوا ہے۔ بلاشبہ میرا رب تمہارے کاموں پر گھیرا ڈالنے والا ہے (اُس کی قدرت اور علم سے خارج ہو کر کوئی بات واقع نہیں ہو سکتی)

(۹۳) وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ○ اور اے میری قوم تم اپنی جگہ پر رہ کر عمل کرو میں بھی عمل کرنے والا ہوں۔ قریب ہی تم جان لوگے کہ

کس کو ایسا عذاب آتا ہے جو اُسے رُسوا کر دے اور (یوں ثابت ہو جائے کہ) کون ہے جو جھوٹا ہے اور تم انتظار کرو بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔

(۹۴) وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۙ اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے شعیب کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ہمراہ ہو کر (خدا پر) ایمان لائے اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی (یعنی زلزلہ آنے سے پہلے انھیں اس علاقے سے نکال دیا) اور اُن لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا سخت دھماکے نے پکڑا۔ سو وہ اپنے گھروں میں سینے کے بل گر گر کر مر گئے (ان لوگوں کو زلزلے نے پکڑا تھا ۹/۱ ۔ زلزلے سے زمین پھٹ گئی۔ اس کے اندر سے ایسا دھواں پیدا ہوا جس نے سب کو گھیر لیا وہ سائبان والے دن کا عذاب تھا ۱۹/۱۴)

(۹۵) كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۗ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ۟

(ان کا یہ حال ہوا) گویا کہ وہ اُس بستی میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ سن رکھو (قوم) مدین کے لئے (رحمت الٰہی سے) دوری ہوئی جس طرح ثمود (رحمتِ الٰہی سے) دُور ہو گئی۔

رکوع نہم (۹۶) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۟

(چھٹی مثال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خیر خواہی کا ذکر ہے جیسا کہ ارشاد ہے)
اور تحقیق ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتوں اور ظاہر دلیل کے ساتھ بھیجا (کس کی طرف بھیجا؟)

(۹۷) اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ

فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ۝ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف۔ سو اُنھوں نے فرعون کے حکم کی پیروی اور فرعون کا حکم راستی پر نہ تھا۔

(۹۸) يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۝ پیشی کے دن وہ اپنی (روح اور نسمہ کے ساتھ) قوم کے آگے آگے جاتا تھا (اس کا کثیف مادی بدن تو ابھی تک دنیا میں ممی کیا ہوا موجود ہے) سو اُس نے اُنھیں (بجائے ٹھنڈے پانی کے) آگ کے گھاٹ پر اُتارا اور بہت ہی بُرا گھاٹ ہے جس پر یہ لوگ اُتارے گئے۔

(۹۹) وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۝

اور اس دنیا میں اور پیشی کے دن ان کے پیچھے لعنت ڈالی گئی۔ (اُنھوں نے دنیا کو نقصان پہنچایا اسلئے ہر طرف سے اُن پر لعنتیں ہوتی آئی ہیں) یہ بہت ہی بُرا انعام تھا جو اُنھیں بھیجا گیا (انسان اس دنیا میں اپنی روح کو بھی بگاڑتا ہے اور نیچر پر بھی بُرے اثر ڈالتا ہے اور وہی اثر جہنم کی صورت اختیار کرکے اُسے ستاتے رہتے ہیں۔ اسی طرح جنتیوں کے لئے اُن کے نیچے سے نہریں جاری ہو کر اُنھیں آرام پہنچاتی ہیں۔ آگے فرمایا)

(۱۰۰) ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ۝ یہ ان بستیوں کی خبروں سے ہیں جنہیں ہم تجھ پر بیان کر رہے ہیں۔ ان (بستیوں) میں سے بعض قائم ہیں اور بعض کاٹی گئی (یعنی تباہ شدہ) ہیں (فرعون کے علاقے قائم رہے اور آخر بنی اسرائیل اُن کے وارث ہوئے اور کئی پیغمبروں کی بستیاں اُن کو اور اُن کے ساتھ والوں کو نکال کر تباہ کر دی گئیں)

(۱۰۱) وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ

اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ
وَمَا زَادُوْهُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ ۝ اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا ولیکن
وہ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرتے تھے (اور اپنے معبودوں کی سفارشوں پر
بھروسہ رکھتے تھے) سو ان کے معبود جنہیں وہ اللہ کے سوائے پکارتے
تھے جب تیرے رب کا حکم آگیا تو اُن کے کچھ بھی کام نہ آئے (بلکہ اُن کی
سزا کے لئے زیادہ مؤید ہوئے) اور اُنھوں نے ان کے لئے سوائے تباہی
کے اور کچھ بھی نہ بڑھایا۔

(۱۰۲) وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰی وَهِیَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ
اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ ۝ اور تیرے رب کا پکڑنا جب وہ بستیوں کو
اُن کے ظالم ہونے کی حالت میں پکڑا کرتا ہے ایسا ہی ہوتا ہے فی الحقیقت
اسکا پکڑنا دردناک مضبوطی والا ہوا کرتا ہے۔

(۱۰۳) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ
یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝ بلاشبہ اس میں
اُس شخص کے لئے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے ایک آیت (و عبرت)
ہے۔ یہ (آخرت کا دن) ایک ایسا دن ہے جس (کو قائم کرنے) کے لئے لوگ
جمع کئے جانے ہیں اور یہ ایسا دن ہے جو دیکھا گیا ہے (یعنی جو اس دنیا سے
گذر چکے ہیں اُن کے لئے مشہود ہے اور اُن کے سامنے ہے)

(۱۰۴) وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۝ اور ہم اُس (دن) کو (جو موت کے بعد آتا ہے) صرف تھوڑی
دیر کے لئے تاخیر میں ڈال دیتے ہیں۔

(۱۰۵) یَوْمَ یَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّسَعِیْدٌ ۝

جب وہ دن آتا ہے تو کوئی نفس اس (خدا) کے اذن کے بغیر بول نہیں سکتا سو اُن میں سے بعض بدبخت ہیں اور بعض نیک بخت۔

(۱۰۶) فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ۝ پس جو لوگ بدبخت ہوئے سو وہ آگ میں ہیں۔ اُن کے لئے اس میں چیخنا اور چلّانا ہے۔

(۱۰۷) خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ۝ وہ جب تک یہ آسمان اور زمین (جو باہم تعلق رکھتے ہیں) قائم رہیں اس میں رہ پڑنے والے ہیں مگر جو تیرا رب چاہے (اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ اگر چاہے تو قبل از وقت بھی نجات دے سکتا ہے اور کیوں نہ ہو) بلاشبہ تیرا رب جس (چیز) کا ارادہ کرتا ہے اُسے کر دینے والا ہے۔

(۱۰۸) وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۖ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ ۝ ولیکن وہ لوگ جو نیک بخت ہوئے سو وہ جنت میں ہیں وہ اس میں رہ پڑنے والے ہیں جب تک یہ آسمان و زمین قائم رہیں مگر جو تیرا رب چاہے (یعنی اُن کو جنت سے نکال لے یا اعلیٰ ترقیات کے جنتوں میں پہنچا دے اس کا اختیار ہے یہ لوگ اپنی ذات سے اس لائق نہیں ہاں خدا کی عطائے غیر محدود سے اُمید ہے کہ) یہ عطا کبھی کاٹی نہ جائے۔

(۱۰۹) فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِمَّا يَعْبُدُ هَٰؤُلَاءِ ۚ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُمْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوصٍ ۝ سو تو اے پیغمبر جن کو یہ لوگ پوجتے ہیں اُن کی طرف سے کسی شک میں

مت پڑ (یہ خیال کر کے کہ جس شرک پر اتنی دنیا کا اجماع ہے شاید اس میں کوئی حقیقت ہو۔ یہ غلط ہے۔ یہ تحقیق کر کے ایسا نہیں کرتے بلکہ تقلیداً ایسا کرتے چلے آتے ہیں۔ اور تقلیدی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اسلئے فرمایا) یہ لوگ نہیں پوجا کرتے مگر جسطرح پہلے سے ان کے باپ دادا پوجا کرتے آئے ہیں (یہ صرف بڑوں کی تقلید سے ہی ایسا کرتے ہیں خدا کی دی ہوئی سمجھ سے کام نہیں لیتے) اور (اس لئے عذاب سے بچ نہیں سکتے) بلاشبہ ہم ان کو ان کا حصہ بغیر کمی کے دینے والے ہیں +

رکوع دہم (۱۱۰) وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝ اور بالتحقیق ہم نے موسیٰ کو کتاب دی۔ پھر اس میں اختلاف ڈالا گیا (وحی الٰہی کے ساتھ بندوں کے کلام شامل کئے گئے اور وحی غیر وحی کے ساتھ مخلوط ہو گئی) اور اگر تیرے رب کا کلمہ (یعنی وعدہ) جو پہلے گذر چکا ہے نہ ہوتا تو اُن کے درمیان فیصلہ کیا جاتا (خدا تعالےٰ اصل سمجھ دینے کے بغیر نہیں پکڑا کرتا) اور تحقیق یہ لوگ اس (کتاب) سے بے چین کر دینے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

(۱۱۱) وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

اور (صرف موسیٰ کی قوم کا ہی یہ حال نہیں بلکہ) بلاشبہ ہر ایک جو بھی ہو (جب وہ عمل کرے) تو ضرور تیرا رب (جو اشیاء کو اُن کے کمالات تک پہنچانے والا ہے) اُن کے عمل پورے پورے دیا کرتا ہے۔ بلاشبہ وہ (خدا) اُس سے جو یہ کرتے ہیں خبردار ہے۔

(۱۱۲) فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (جب بات یہ ہے) تو (تو بھی اے رسول اس قاعدے میں

داخل ہے) اسلئے تو اور وہ لوگ جنہوں نے تیرے ہمراہ ہو کر (خدا کی طرف) رجوع کیا اسپر ٹکے رہو جسطرح کہ تجھ کو حکم دیا گیا ہے اور حد سے مت نکلنا بلاشبہ وہ (خدا) تمہارے کاموں کو (بھی) دیکھنے والا ہے +

(۱۱۳) وَلَا تَرْكَنُوٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ اور ظالموں کی طرف مت مائل ہونا (اگر تم نے ایسا کیا) پس تم کو (بھی) آگ لگیگی اور تمہارے لیئے اللہ کے سوائے کوئی مددگار نہیں ہونگے پھر تمہاری مدد نہیں کی جائیگی

(۱۱۴) وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ اور (اس کا علاج یہ ہے کہ خدا کو سامنے رکھ اور) نماز کو دن کے دونوں طرف اور رات کے متصلہ اوقات میں قائم کر (یہ تیسری نماز نافلہ میں داخل ہے ۱۵/۹) بلاشبہ نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں (اور یہ نماز تیرے لئے ہی خاص نہیں) بلکہ یہ تمام ذکر کرنیوالوں کے لئے نصیحت ہے۔

(۱۱۵) وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اور (لوگوں کی ایذاؤں پر) صبر کر (اگر تو محسن بنیگا) تو بلاشبہ اللہ احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کیا کرتا۔

(۱۱۶) فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ (جب احسان کا بدلہ ہمیشہ خدا کی طرف سے بھی احسان ہی ہوا کرتا ہے) تو تمہارے پہلے جو جماعتیں ہو چکی ہیں کیوں ان

میں سے شعور والے لوگ نہ ہوئے جو زمین میں فساد کرنے سے روکتے (یہ اُن کے حال پر ترحم کے طور پر فرمایا گیا ہے) مگر ان میں سے (ایسے لوگ) کم ہی ہوئے جن کو ہم نے ان میں سے نجات دی اور جو ظالم تھے وہ اُن آسائشو کے پیچھے پڑے رہے جو اُنھیں دیگئی تھیں اور وہ مجرم بن گئے

(۱۱۷) وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ○

اور تیرا رب ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو ظلم کے ساتھ ہلاک کر دے حالانکہ اُن کے رہنے والے اصلاح والے ہوں۔

(۱۱۸) وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ○ اور اگر تیرا رب (جبراً ہدایت دینا) چاہتا تو لوگوں کو ایک جماعت بنا دیتا اور (چونکہ وہ جبر کرنا نہیں چاہتا اسلئے) وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے۔

(۱۱۹) اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ ہاں (حق کی مخالفت سے وہی بچ نکلیگا) جسپر تیرے رب نے رحم کیا اور اسی (رحم) کی خاطر ہی خدا نے اُنھیں پیدا کیا ہے اور (دکھوں سے ہی تمہیں ارتقا حاصل ہوگا کیونکہ) تیرے رب کا کلمہ پورا ہوگیا کہ میں جہنم کو جنوں اور دیگر آدمیوں سب سے بھر دونگا۔ (تمام دُکھ جہنم ہی کا ایک حصہ ہیں)

(۱۲۰) وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ○

اور (اس بات کے ثبوت میں) ہم تجھ پر رسولوں کی ہر ایک ایسی خبر کو بیان کر رہے ہیں جس کے ساتھ تیرا دل قائم رہے اور (اس (سورت) میں بھی تیرے

پاس خدا کے ماننے والوں کے لئے حق اور موثر وعظ اور یاددہانی آچکی ہے +

(۱۲۱) وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنَّا عٰمِلُوْنَ

اور اُن لوگوں کو کہدے جو (خدا کو) ماننے والے نہیں کہ اپنی جگہ پر کام کرو بلاشبہ ہم بھی کام کرنے والے ہیں + (اس میں ایک کے لئے دوسرے پر کوئی جبر نہیں ہو سکتا)

(۱۲۲) وَانْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝ اور تم (بھی اے کفار نتیجے کا) انتظار کرو۔ بلاشبہ ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں +

(۱۲۳) وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

اور (نتیجہ کس صورت میں ظاہر ہوگا تو) آسمانوں اور زمین کا غیب اللہ ہی کے لئے ہے اور کام سارے کا سارا اسی کی طرف موڑا جاتا ہے (اُس کی رضا کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا) سو تو (اے پیغمبر) اُس خدا کی بندگی کر اور اُسی پر توکل کر اور تیرا رب جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے غافل نہیں ہے +

سُورۃ یُوسُف

مضمون اور نظم و ربط

اس سورت میں بھی قریش کے مومن بننے کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ جس طرح یوسف علیہ السلام کے بھائی یوسف علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوئے اور خداتعالےٰ نے اُنکی حفاظت کر کے اُنھیں دوسرے علاقے میں پہنچایا اور وہاں کی بادشاہی عطا کی اسی طرح قریش نے بھی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی تھے حضور کے قتل کی سازشیں کیں۔ آنجناب کو وطن چھوڑنا پڑا اور اللہ تعالےٰ نے اُن کو بادشاہت عطا فرمائی پھر جسطرح یوسف علیہ السلام کے بھائی اُن سے معافی کے خواستگار ہوئے اور یوسف علیہ السلام نے اُنھیں معافی دیکر صلح کر لی اسی طرح آخر قریش بھی معافی کے خواہاں ہوئے تو حضور نے فرمایا لاتثریب علیکم الیوم [۱۲/۹۲] یعنی آج تم پر کوئی ملامت و سرزنش نہیں ہے۔ خدا تمہیں معاف کرے وہ ارحم الراحمین ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بیان میں سائلوں کے لئے کئی نشان ہیں:-

اوّل یہ کہ قریش بھی آخر کار ایماندار اور مددگار بن جائیں گے اور دوسری قوموں کی طرح استیصالی عذاب سے ہلاک نہیں ہونگے۔

دوم۔ وہ یوسف کے بھائیوں کی طرح رسول کریمؐ کو سخت ایذائیں پہنچائیں گے۔

سوم۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرنی پڑیگی۔

چہارم:- رسول کریم دوسرے علاقے میں بادشاہ بنائے جائیں گے۔

پنجم۔ قریش کو معافی کی درخواست کرنی پڑیگی۔

ششم:- رسول کریمؐ حضرت یوسف علیہ السلام والاکلمہ فرما کر ہی فی الفور صلح کر لیں گے۔

جو قوم جڑ سے اکھڑی جائے اور اُنھیں ایمان نصیب نہ ہو تو اس کا حال بہت بُرا ہے۔ لیکن جو قوم ہلاکت سے بچائی جائے اور اللہ تعالےٰ کی مومن بن جائے تو وہ بڑی خوش قسمت قوم ہے۔ یوسف علیہ السلام کے قصے سے یہی سبق حاصل ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس قصہ کو "احسن القصص" کہا گیا ہے۔ اس سورت میں یوسف علیہ السلام

کے حالات سے جو سبق حاصل ہوتے ہیں اللہ تعالےٰ نے ہم کو واضح کر کے سکھا دیئے ہیں۔ اس طرح قرآن مجید میں ہم کو تمام رُسل و انبیاء کا تابعدار بنا دیا ہے۔ ہمارے رسول کریم کے اکثر حالات جن کا بیان کرنا وحی الٰہی کی تصدیق میں ضروری تھا وہ بھی قرآن میں ہی لائے گئے ہیں۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی خود قرآن میں ہی آجاتی ہے باقی رہی احسن و اہدیٰ اور معروف باتوں کی اطاعت وہ ہمارے فہم پر چھوڑی گئی ہے تاکہ ہم اپنے اپنے حالات کے مطابق اس پر عمل کر سکیں۔

ترجمہ و تشریح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ شروع اللہ کے نام کے ساتھ جو رحمان و رحیم ہے،

(۱) الٓـرٰ قف تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ۝ الٓر (اس میں سورت یوسف کے مضامین کو اس طرح لایا گیا ہے جسطرح بیج میں درخت موجود ہوتا ہے تاکہ دکھلایا جائے کہ خفیہ علوم کو درخت کی صورت میں لاکر دکھلانا خدا تعالےٰ کا ہی کام ہے جیسا کہ ارشاد ہے) یہ (سورت) اس روشن کتاب (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں۔

(۲) اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ۝ بلاشبہ ہمنے اس (قرآن یعنی اس کے علم) کو عربی قرآن بنا کر اُتارا ہے تاکہ تم سمجھو (عربی مبین سہل اور ہمیشہ زندہ رہنے والی ہے۔ اس سے انسان کو ہمیشہ کے لئے اصل سرچشمہ وحی کو سمجھنے کا موقعہ ملتا رہتا ہے ورنہ بولیاں تو ہمیشہ سے مختلف بنتی چلی آئی ہیں اور عربی کی بھی کئی شاخیں بنینگی۔ لیکن عربی مبین کو خود قرآن زندہ رکھنے والا ہے اور اگر کوئی پہلی بولی تھی جو اب مردہ ہو چکی ہے اور اسکا فہم ہماری سمجھ سے بالکل دور ہو گیا ہے تو ایسی بولی میں اُتارنے کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب جاہلیت اولیٰ کا اختتام ہوا اور توہمات اور تقلیدات کا خاتمہ ہو گیا اور عقل کے نور کا زمانہ آیا تو اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو ایسے وقت میں ہی اُتارنا مناسب سمجھا)۔

(۳) نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنَ وَإِن كُنتَ مِن قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ ○ ہم اُسی مقصود سے جس کے مطابق ہم نے تیری طرف اس قرآن کو وحی کیا ہے اس اچھے بیان کو تجھ پر پڑھتے ہیں (یہ احسن بیان چونکہ خود خدا تعالےٰ نے ہی بیان کیا ہے اسلئے یہ مصدقہ وحی ہوا اور ضرور ہے کہ یہ قرآن میں شامل کیا جائے جسطرح فی الواقع یہ خدا تعالیٰ کی ممتاز و محفوظ و مکمل وحی میں شامل و داخل ہے۔ وہ بیان جس میں قوموں کا انجام بخیر ہوا اور عام تباہی واقع نہ ہوئی بلاشبہ احسن بیان ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی وحی سے پہلے علوم قرآن سے غافل تھے جیسا کہ ارشاد ہے) اور (بلاشبہ تو اس سے پہلے البتہ بالضرور غافلوں سے تھا۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور غیر وحی یکساں ہوتی تو رسول کریمؐ کو قرآن کے آنے کی کونسی ضرورت باقی رہ سکتی تھی)

(۴) إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ○ (اب یہاں سے اس احسن بیان کو شروع کیا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے) جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ بلاشبہ میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے میں اُنھیں دیکھتا ہوں کہ وہ میرے لئے ساجد ہیں (اس نظام شمسی کا مرکزی ستارہ سورج ہے اور چاند تو زمین کا بچہ ہے۔ ہاں زمین خود اس نظام شمسی کا ایک سیارہ ہے۔ زمین کے علاوہ باقی سیارے گیارہ ہیں جو سیارات صغار میں سے بڑے بڑے تین چار کو ملا کر بنتے ہیں۔ کبھی کبھی کوئی دُمدار ستارہ بھی اس نظام شمسی میں داخل ہو جاتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام خواب میں گیارہ سیارے دیکھتے ہیں)

(۵) قَالَ يَا بُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ○ (باپ نے

کہا اے میرے بیٹے اپنے خواب کا بیان اپنے بھائیوں پر مت کر (وہ حسد کرینگے اور کہیں گے کہ یہ بیمبر اپنا شرف جتاتا ہے کہ اس کے لئے آسمانی نور بھی ساجد ہیں) پھر وہ تیرے ساتھ کوئی داؤ کریں گے بلاشبہ شیطان انسان کے لئے صریح دشمن ہے (وہ اسے بیحیائی اور نامعقولیت اور بغاوت کا حکم کرتا ہے)

(۶) وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

اور (جسطرح خدا تعالےٰ نے تجھے یہ خواب دکھلایا ہے اور ظاہر کیا ہے کہ آسمانی نور تیرے لئے ساجد ہیں جن کے سبب سے دنیا کو ظاہری اور باطنی ترقیات مل رہی ہیں) اسی طرح تیرا رب تجھ کو چن لیگا اور تجھے باتوں سے نتیجہ نکالنا سکھائیگا۔ اور (تجھ کو عزت دے دیکر) تجھ پر اور یعقوب کی (دیگر) اولاد پر اپنی نعمت کو پورا کریگا جسطرح اُس (خدا) نے اس (نعمت) کو پہلے ابراہیم اور اسحٰق پر جو تیرے اجداد تھے پورا کیا۔ بلاشبہ تیرا پروردگار علم والا حکمت والا ہے (خوابیں بسا اوقات تبخیر معدہ کے سبب سے بھی آتی رہتی ہیں۔ اکثر دفعہ گزشتہ خیالات اور واقعات سامنے آتے رہتے ہیں۔ اسی طرح آئندہ آنیوالے حالات اور دور دور مقامات کے اثرات روح پر کھلتے رہتے ہیں جن سے نیکدل اور سمجھدار لوگ کچھ نتائج نکال لیتے ہیں خوابوں کا سچا ہونا اکثر دفعہ معائنہ کیا گیا ہے لیکن الٰہی تصدیق کے بغیر یہ ظنی ہی ہوتی ہیں۔ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی حضرت یوسف کو اپنے باپ سے مانگنے کے لئے آئے تو اُنھوں نے فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں اس کو بھیڑیا نہ کھا جائے اس سے خواب کے ظنی ہونے کا صریح پتہ چلتا ہے)

رکوع دوم (۷) لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ

(رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی اصلاح میں مصروف تھے اور اُن کو موا حد بنانا

چاہتے تھے۔ قریش حضور کو سخت تکالیف پہنچاتے تھے۔ یہود وغیرہم آنجناب کو اس کوشش سے روکتے تھے اور کہتے تھے کہ دیگر اہل کتاب نے ان لوگوں میں اصلاح پھیلانے کی کوشش کی تو کامیاب نہیں ہوئے۔ تو کیوں اس مصیبت میں پڑکر جان کھوتا ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالے یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتا ہے اور سائلوں کو بتلاتا ہے کہ ابتدا میں یہ لوگ مسلمانوں کو ہر طرح کی اذیت پہنچائیں گے۔ لیکن آخر کار ان کے ساتھ اسی طرح سے صلح ہوگی جسطرح یوسف علیہ السلام نے اپنے اقبال کے وقت بھائیوں کو معاف کردیا جیسا کہ ارشاد ہے) بلا شبہ یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصے میں سائلوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

(۸) إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۚ جب انھوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں اور ہم ایک جماعت ہیں بلاشبہ ہمارا باپ صریح بھول میں ہے۔ (یوسف علیہ السلام اور ان کے عینی بھائی کی ماں الگ تھی۔ باقی دس بھائی بڑے تھے اور شہزور تھے۔ یوسف اور بن یامین ابھی چھوٹے تھے۔ باپ نے بڑے لڑکوں کی تمام ضروریات پوری کردی تھیں۔ وہ اپنے کام کو بخوبی سرانجام دیتے تھے لیکن یوسف علیہ السلام اور ان کے عینی بھائی ابھی قابل مدد تھے دوسرے بھائی سمجھتے تھے کہ ہمارے باپ کو ان کے ساتھ ہم سے زیادہ پیار ہے حالانکہ ہم باپ کے لئے زیادہ مفید ہیں۔ پس ہمارا باپ نئے نکاح کے سبب صریح غلطی میں پڑا ہوا ہے)

(۹) اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِن بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ۝ (جب بات یہ ہے تو پہلے) یوسف کو قتل کرڈالو یا اُسے کسی زمین میں پھینک آؤ تو تمہارے باپ کی توجہ صرف تمہارے لئے ہی ہوگی اور اس (سخت ظلم) کے بعد صلاحیت والے لوگ بن جانا۔

(جس توبہ کے بھروسے پر گناہ کیا جائے ایسی توبہ خود گناہ ہے۔ ایسے خیال سے گناہ کی جرات پیدا ہوتی ہے۔ توبہ تو گذشتہ گناہوں پر پچھتانے کا نام ہے۔ توبہ کرنے والا کہتا ہے ہائے میں نے یہ کام کیوں کیا۔ توبہ میں آئندہ کے لئے درست بن جانے کا عہد ہوتا ہے لیکن ایسی توبہ جس کے بھروسے پر گناہ کیا جائے خدا تعالیٰ کے حضور میں بیباکی کا موجب بن جاتی ہے)

(۱۰) قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ اُن میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم یوسف کو جان سے نہ مارو اور اگر تم نے کچھ کرنا ہی ہے تو اُسے (جنگل میں قافلے کے راستے پر) کسی کوئیں کی گہرائی میں ڈالدو تاکہ کوئی قافلہ اُسے اُٹھا لے جائے (یہ بھائی نیکدل معلوم ہوتا ہے اگرچہ بظاہر اپنے بھائیوں کے ساتھ ملا ہوا تھا اور اُن کی مخالفت نہ کر سکتا تھا۔ یہ وہی بڑا بھائی ہے جس نے کہا تھا کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے تم سے وعدہ لیا تھا اور پہلے تم یوسف کے معاملہ میں بڑی تقصیر کر چکے ہو۔ سو میں مصر کو نہیں چھوڑونگا جب تک مجھے باپ حکم نہ دے یا اللہ میرے لئے کوئی فیصلہ نہ کردے اور وہی اچھا فیصلہ کرنیوالا ہے 12/4)

جنگل میں اکثر کوئیں ایسے بھی ہوتے ہیں جو ریگ کے پڑ جانے سے خشک ہو جاتے ہیں۔ اور بعض میں تھوڑا تھوڑا پانی نکلتا رہتا ہے۔ جن کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے وہ اُنھیں تلاش کر لیتے ہیں۔ کسی ایسے کوئیں کی تہ میں ہی یوسف علیہ السلام کو بٹھایا گیا تھا)

(۱۱) قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ

(جب وہ یہ تدبیر کر چکے تو باپ کے پاس آئے) کہنے لگے اے ہمارے باپ آپ کو کیا ہوا ہے کہ آپ ہمیں یوسف پر امین نہیں جانتے اور بلاشبہ ہم ضرور اس کے خیر خواہ ہیں۔

(۱۲) اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

کل اسے ہمارے ساتھ بھیجنا تاکہ کھائے اور کھیلے اور بلاشبہ ہم اس کی ضرور نگہبانی کرینگے (بچوں کے لئے مناسب خوراک اور بے ضرر کھیلیں ضروری ہیں یوسف کے بھائی اپنے جانوروں کو لیکر باہر چراگاہوں میں جایا کرتے تھے اور اُن کے دودھ۔ دہی۔ پشم اور چمڑے سے گذارہ حاصل کرتے تھے)

(۱۳) قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ۝ (اُن کے باپ نے) کہا بلاشبہ تمہارا اُس کو لیجانا مجھے غم میں ڈالتا ہے (تم سے اس کی غور و پرداخت نہ ہوسکیگی) اور میں ڈرتا ہوں کہ اُسے وہ بھیڑیا نہ کھاجائے (جس کا تم اکثر ذکر کیا کرتے ہو) اور تم اس سے بیخبر رہو۔

(۱۴) قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ۝

بولے اگر اُسے بھیڑیا کھاجائے جس حالت میں کہ ہم مضبوط جماعت ہیں بلاشبہ جب تو ہم بڑے گھاٹے والے ہیں (کل وہ ہمارے جانوروں کو بھی کھاجائیگا۔ پھر ہماری جانیں بھی اُس سے محفوظ نہیں رہینگی)

(۱۵) فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۝

الغرض جب وہ (ایسے حیلے بہانے بناکر) اُس کو لے گئے اور (اس بات پر) اجماع کیا کہ اس (یوسف) کو کوئیں کی گہرائیوں میں ڈال دیں (ظاہر ہے کہ ایسی باتوں کا اجماع کرنا یقیناً غلط ہے) اور ہم نے (اُس مصیبت کے وقت میں) اُس (یوسف) کی طرف وحی کی کہ تو ان کو اُن کے اس (ظالمانہ) کام کی خبر دیگا جبکہ اُن کو اسکا شعور نہ ہوگا (جب یوسف علیہ السلام نے اقبال پایا اور مصر کے بادشاہ کا اعتبار حاصل کرلیا اور بھائیوں نے اپنی عاجزی کا اظہار کیا۔ تو یوسف علیہ السلام نے کہا کیا تمہیں خبر ہے کہ تم نے نادانی کی حالت میں یوسف اور

اس کے بھائی کے ساتھ کیا گیا۔ اس آیت میں اسی خبر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے)

(۱۶) وَجَآءُوٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝ؕ اور (شام کا) اندھیرا ہونے کے ساتھ ہی اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے۔

(۱۷) قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝ بولے اے ہمارے باپ بلاشبہ ہم دوڑ میں ایکدوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے نکلے اور یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ گئے (اور یوں ہم اس سے دور ہو گئے) سو اُسے بھیڑیا کھا گیا اور تو ہماری بات کو ماننے والا نہیں اگرچہ ہم سچے ہوں (جانوروں کے رکھوالے جنگل میں فرصت پاکر صحت حاصل کرنے کے لئے ورزشیں کیا کرتے ہیں۔ یہ ورزشیں بلاشبہ مفید ہیں۔ مگر ان کے ساتھ جھوٹ بولنے کی ایسی ورزش کرنا کہ اپنے نبی باپ کو بھی دھوکا دیدیا جائے کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا)

(۱۸) وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝ اور وہ اُس (یوسف) کی قمیص پر جھوٹ موٹ خون لگا کر لائے (یعنی کسی جانور کو ذبح کرکے اس کے کباب بنا کر کھائے اور یوسف علیہ السلام کے کُرتے پر وہی خون لگا کر لائے۔ اُن کے باپ نے) کہا نہیں بلکہ تمہارے نفسوں نے تمہارے لئے بُرے کام کو اچھا کر دکھایا ہے (یعنی تم جھوٹ بولتے ہو اور بات بنا کر لائے ہو) سو صبر ہی اچھا ہے۔ اور جو تم بیان کرتے ہو۔ اس پر اللہ سے ہی مدد مانگی جاتی ہے (کہ وہ اس کا اچھا نتیجہ نکالے)

(۱۹) وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ

اور ایک قافلہ آیا پھر انھوں نے اپنے پانی لانیوالے کو بھیجا۔ سو اس نے اپنا ڈول ڈالا (جب کافی پانی نہ ملا تو جھانکنے لگا اور یوسف علیہ السلام کو دیکھکر) بول اٹھا ہماری خوش قسمتی یہ تو نوجوان لڑکا ہے۔ اور انھوں نے اس کو جنس تجارت کی طرح چھپالیا۔ اور اللہ ان کے کاموں کو خوب جاننے والا ہے (دنیا میں غلامی ہمیشہ سے جاری تھی بلکہ لوگ دوسروں کے بیٹے بیٹیوں کو بلا جبر لیجاتے تھے اور دوسری جگہ بیچ ڈالتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اسپر اپنی بیزاری کا اظہار کرتا ہے)

(۲۰) وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ۝ اور (چونکہ وہ اُسے چوری کا مال سمجھتے تھے اور چاہتے تھے کہ جلدی سے اُسے بیچ ڈالیں تاکہ کوئی حقدار ہمیں آنہ پکڑے اسلئے) انھوں نے اس کو چند درہموں کی ناقص قیمت پر بیچ ڈالا اور اس کے بارے میں بے رغبت تھے۔

رکوع سوم (۲۱) وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِن مِّصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ۚ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

(اب خریدار کی مہربانی کا بیان ہے جیسا کہ ارشاد ہے) اور مصر (والوں) میں سے جس نے اس کو خریدا۔ اپنی بیوی کو کہا۔ اس کو اچھی طرح سے رکھو ممکن ہے کہ یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں (اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے آقا کے دل میں محبت ڈالدی اور یوں یوسف علیہ السلام کو ٹھکانا مل گیا۔

اور مہربان آقا نے اُن کی تعلیم و تربیت کا بھی خیال کیا اور اصل بات یہ ہے کہ اللہ جس کام کو کرنا چاہتا ہے اُس کے سامان بہت کچھ خود ہی پیدا کر دیا کرتا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے اپنی نیک نیتی کے لحاظ سے بہت سا فائدہ اُٹھایا اور خدا نے اُنھیں حکمت و علم دیا جیسا کہ ارشاد ہے) اور اِس طرح ہم نے یوسف کو اس ملک میں ٹھکانا دیا اور (ہمارا منشا تھا) تاکہ ہم اس کو باتوں کا نتیجہ نکالنا سکھائیں اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے ولیکن اکثر لوگوں کو اسکا علم نہیں۔

(۲۲) وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ اور جب وہ اپنی پوری جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسکو حکمت اور علم دیا اور اسی طرح ہم نیکوکاروں کو جزا دیا کرتے ہیں+

(اِس قصے کی ابتدا یوسف علیہ السلام کے خواب سے ہوئی۔ اس سے اُن کے بھائیوں کا حسد جوش میں آیا۔ اُنھوں نے یوسف علیہ السلام کو کسی اندھے کوئیں میں اُتار کر بٹھا دیا۔ قافلے والوں کو پانی کی ضرورت ہوئی اور یوں یوسفؑ کو اُن کے قابو میں دیدیا قافلے والوں نے اُنھیں چوری کا مال سمجھ کر ناقص قیمت پر بیچدیا۔ خدا تعالےٰ نے مصر میں اُسے ایک نیک آقا کے پاس پہنچا دیا۔ اُس نے یوسف علیہ السلام کو تعلیم دلوائی اور اچھی طرح تربیت کی۔ اُس کی بیوی نے یوسفؑ کو اپنا مملوک سمجھکر برائی پر لگانا چاہا اللہ تعالےٰ نے اُسے بدی سے بچالیا۔ اس بات کی دور دور تک شہرت ہوگئی۔ اُسی جھدل آقا نے اپنی بیوی کی بریت دکھلانے کے لئے یوسفؑ کو قید خانے میں ڈالدیا۔ ان کے ساتھ دو بادشاہی عہدہ دار بادشاہ کے حکم سے قید خانے میں ڈالے گئے۔ ایک اُن میں سے بادشاہ کا خانساماں تھا۔ اور دوسرا شاہی شرابخانے کا داروغہ تھا۔ وہ دونو اِس شبہ میں قید کیئے گئے تھے کہ وہ کھانے پانی کے ذریعہ سے بادشاہ کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے اُن دونوں کو بھی خوابیں دکھلائیں۔ یوسف علیہ السلام نے اُن کی مناسب تعبیر کی۔ ساقی کے متعلق خیال تھا کہ بچ رہیگا۔ یوسف علیہ السلام نے اُس کو کہا کہ جب تو اپنے عہدے پر سرفراز ہو تو اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا اُسپر کچا بھروسہ کرکے خدا کی یاد کو بھول گئے۔ خدا نے اُن کو سکھانے کے لئے کئی سال

تک قید میں رکھا۔ آخر خدا تعالےٰ نے موقع مناسب پر بادشاہ کو بھی ایک خواب دکھلایا۔ خدا تعالےٰ کا ہمارے کانوں۔ آنکھوں اور دلوں پر بھی اختیار ہے۔ مصر کے معبروں میں سے کوئی بھی بادشاہ کے اُس خواب کی تعبیر نہ کر سکا۔ اسوقت ساقی نے بادشاہ کے آگے یوسف علیہ السلام کا ذکر کیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اُسے بلا لاؤ۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی بریت کو ثابت کرنے کے بغیر قید خانے سے نکلنا نہ چاہا۔ لیکن خواب کی تعبیر ایسی عمدہ طرح سے بیان کی اور اس کے مناسب چارے بھی اس طرح واضح کر دیئے کہ وہ بادشاہ کے دل میں بیٹھ گئے۔ جب شہر کے رئیسوں کی عورتوں نے اپنی چشم دید گواہی بیان کی اور عزیز مصر کی بیوی نے بھی اپنی نادانی کا کھلم کھلا اقرار کیا تو یوسف علیہ السلام بڑی عزت و آبرو کے ساتھ قید خانے سے بادشاہ کی خدمت میں لائے گئے۔ بادشاہ نے اُن کا کلام سنکر اُنھیں ملک کے مالیات کے انتظام پر اعلیٰ افسر مقرر کر دیا۔ جب قحط کے سات سال آئے تو اس قحط کی بلا مصر کے ارد گرد کے علاقوں تک بھی پہنچی۔ خدا کے نبی بھی اس دنیا میں کھانے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ اسلئے یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹوں کو کئی بار غلہ خریدنے کے لئے مصر میں بھیجنا پڑا۔ کیونکہ وہاں یوسف علیہ السلام نے اس عرصہ میں بادشاہ اور مصر کے لوگوں پر اپنا پورا اعتبار جما دیا تھا وہ لوگ یوسفؑ کے وفادار غلاموں کی طرح خیر خواہ اور فرمانبردار ہو گئے۔ اسوقت یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ اور تمام اہل و عیال کو مصر میں بلا لیا اور اُن کی عزت اور شان کو ملاحظہ کر کے سب خدا تعالےٰ کے آگے سجدے میں گر پڑے۔ اس طرح یعقوب علیہ السلام کو بھی اس حد سے بڑھی ہوئی محبت کی جو اُنھیں اولاد کے ساتھ تھی کافی سزا مل گئی۔ اللہ تعالےٰ جو آنکھوں۔ کانوں اور دلوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اسی طرح اس عالم میں تصرفات کرتا رہتا ہے۔ وہ آسمان میں بھی الٰہ ہے اور زمین میں بھی الٰہ ہے۔ یہ تصرفات ہمیں سکھاتے ہیں کہ ہم اسی پر پورا بھروسہ رکھیں لیکن ہمارا توکل ڈگمگا جاتا ہے۔ بلاشبہ اللہ اپنے امر پر غالب ہے۔ لیکن اکثر آدمی ایسے ہیں جنھیں اس بات کا علم نہیں۔ پھر انسان کو قوت شہویہ اور غضبیہ اور ان کو صحیح چلانے کے لئے قوت عقلیہ عطا فرمائی گئی ہے۔ انسان جب عقل سے کام نہیں لیتا تو یہ قوتیں زیادہ قوی ہو جاتی ہیں اور آخر کار انسان پر غالب آجاتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے حکمت اور سزا

کے طور پر بھی ہمارے اندرونی میلانوں سے کام لیتا ہے۔ اس سے دکھلا دیتا ہے کہ کوئی جذبات سے مغلوب ہو جاتا اور کوئی اُن پر غلبہ پاتا ہے۔ اور اس غلبہ کے ذرائع میسر آجاتے ہیں۔ جیسا کہ آگے آتا ہے)

(۲۳) وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝ اور اُس عورت نے جس کے گھر میں وہ (یوسف) رہتا تھا اُس (یوسف) کو اس سے باتیں کر کے پھسلانا چاہا اور دروازے خوب طرح سے بند کر دیئے (اور ہر طرح آمادہ ہو کر) کہا آ (یہ سب) تیرے لئے ہے (باوجود ایسی لجاہٹوں اور مہربانیوں کے یوسف ثابت قدم رہا) اُس نے کہا پناہ بخدا۔ بلاشبہ میرے رب نے (میرے آقا کے دل میں مہربانی ڈال کر) میرے مرتبے کو اچھا بنایا (اور میرا اعتبار قائم کیا۔ اب کیا میں اس اعتبار کو کھو کر ظالم بن جاؤں؟) بلاشبہ بات یہ ہے کہ ظالم فلاح نہیں پاتے۔

(۲۴) وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ ۖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ ۚ كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ ۚ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ۝ اور وہ عورت تو اسکا قصد کر چکی تھی اور وہ بھی اس کا قصد کر لیتا اگر وہ اپنے رب کی دلیل کو نہ دیکھتا (اس دلیل کا پہلی آیت میں ذکر آچکا ہے کہ کسی کو ایذا پہنچانا تو بُرا ہے ہی لیکن محسن کے گھر میں نقب لگانا کئی طرح کی بُرائیاں رکھتا ہے۔ ہم نے) اسی طرح (کیا) تاکہ اُس (یوسف) سے بدی اور بے حیائی کو روک دیں۔ بلاشبہ وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھا۔

(۲۵) وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَيَا

سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اور اُن دونوں نے دروازے کی طرف سبقت کی (یوسف اسلئے دروازے کی طرف بڑھنا چاہتا تھا۔ تاکہ دروازہ کھول کر نکل بھاگے اور وہ عورت اسلئے بڑھی تاکہ اُس کو دروازہ کھولنے سے روک دے۔ اُس نے پیچھے سے یوسف کے کرتے کے گلے میں اُس کو روکنے کے لئے ہاتھ ڈالا۔ اور کرتہ اس کشمکش میں پھٹ گیا جیساکہ ارشاد ہے) اور اُس عورت نے اُس کے کرتے کو پیچھے سے پھاڑ دیا اور (جب دروازہ کھولا) اُنھوں نے اس عورت کے خاوند کو دروازے کے پاس پایا (وہ بہانہ بنانے کے لئے کھسیانی صورت بناکر بول اُٹھی کہ اُس شخص کی کیا سزا ہے جو تیرے اہل کے ساتھ بدی کا ارادہ کرے مگر یہی کہ وہ قید کیا جائے یا اُسے دردناک عذاب ملے (زناکی کوشش کرنے کے لئے ثبوت کے بعد ایسی ہی سزا دیا کرتی تھیں)

(۲۶) قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (اگر وہ الزام نہ لگاتی تو یوسف اُس کا پردہ فاش نہ کرتا۔ لیکن یہ موقعہ اپنی بریت دکھلانے کا تھا اسلئے) اس نے کہا کہ اس نے مجھے پھسلانا چاہا (میں نے بچکر نکل بھاگنے کی کوشش کی اُس نے میرے کُرتے کو پیچھے سے پکڑکر پھاڑ ڈالا) اور اس عورت کے کنبے میں سے ایک گواہ نے گواہی دی (یہ گواہ کسی سوراخ سے ان تمام حالات کو دیکھ رہا تھا۔ اُس نے اپنی گواہی استدلالی رنگ میں دی کہ تم اس کے کُرتے کو تو دیکھو) اگر اس کا کُرتہ آگے سے پھاڑا گیا ہے تو یہ سچی ہے اور وہ جھوٹوں سے ہے۔

(۲۷) وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ

الصّٰدِقِیْنَ۝ اور اگر اس کا کرتہ پیچھے سے پھاڑا گیا ہے تو یہ جھوٹی ہے اور وہ سچوں سے ہے (وہ عورت اس دلیل کو سنکر سہم گئی۔ اگر اس کے خیال میں کوئی اور وجہ موجود ہوتی تو وہ اُس کو ضرور بیان کرتی۔ اس کے خیالات اور ظاہری حالات بدی کا ثبوت دے رہے تھے اس لئے اُس کو کوئی اور بہانہ گھڑنے کی جرأت نہ ہوئی)

(۲۸) فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَیْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ۝ جب اُس (عورت کے خاوند) نے دیکھا کہ اس کا کرتہ پیچھے سے پھاڑا گیا ہے تو وہ بولا بلاشبہ یہ بات تمہارے فریب سے ہے۔ بلاشبہ تمہارا فریب بڑا ہے (اس میں اس کے خاوند نے یہ اشارہ کیا کہ تمہارے خاندان میں پہلے ایسے معاملے ہو چکے ہیں تو بھی ان کی نقل کر رہی ہے۔ اسلئے اُس نے یوسف علیہ السلام اور اپنی بیوی کو الگ الگ خطاب کرکے کہا جیسا کہ آئندہ آیت میں آتا ہے)

(۲۹) یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اسکتہ وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِیْنَ۝ اے یوسف اس سے درگذر کر (اسکا ذکر کسی کے آگے مت کرنا) اور اے عورت اپنے گناہ کے لئے بخشش مانگ بلاشبہ تو جو ہے تو تو خطا کاروں میں سے ہے۔

رکوع چہارم (۳۰) وَقَالَ نِسْوَةٌ فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۝ (اگرچہ اس معاملے کو چھپانے کی کوشش کی گئی لیکن دوسرے رئیسوں کی بیگمات کو اس کا پتہ لگ گیا۔ وہ آپس میں اس بات کا چرچا کرنے لگیں۔ چنانچہ ارشاد ہے) اور شہر میں کچھ عورتوں نے کہا کہ عزیز کی بیوی اپنے نوجوان (غلام) کو پھسلا رہی ہے۔ اس کی محبت اس کے دل میں دھنس

گئی ہے (کبھی غلام بھی ایسا ہو سکتا ہے کہ بیگمات اس کی طالب ہوں) بلاشبہ ہم سے صریح گمراہی میں دیکھتی ہیں (اسوقت عزیز افسر مال کو کہتے تھے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام اعلیٰ افسر مال بنے اور انھیں ملک کے خزانوں پر اختیار ملا تو انکو بھی العزیز ہی کہا جاتا تھا)

(۳۱) فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۖ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ۝ سو جب اُس نے اُن کے مکر کو سُنا تو اُن کو (دعوت کے لئے) بلا بھیجا اور اُن کے لئے مجلس تیار کی (جس میں گاؤ تکئے لگائے گئے) اور (پھل کھانے کے لئے) اُن میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دی اور (ایسی خوش دلی اور بے خبری کی حالت میں یوسف علیہ السلام کو جسے نہلا دھلا کر اور صاف کپڑے پہنا کر کمرے میں جھار رکھا تھا) کہا کہ تو ان کے سامنے نکل آ۔ سو جب اُن عورتوں نے اسے دیکھا تو اُسے (اپنے خیال سے) بڑھا ہوا پایا اور (اظہار محبت کے لئے) اپنے ہاتھوں کو کاٹا (یہ عشق کے اظہار کے لئے نشان تھا کہ ہم تیرے لئے خون بہانے کو اور اپنے اختیار کو مٹانے کے لئے حاضر ہیں) اور بول اُٹھیں خدا پاک ہے (وہ ہر طرح کے بندے پیدا کر سکتا ہے) یہ بشر نہیں ہے۔ یہ تو عزت والا فرشتہ ہے (یہ قول اُنھوں نے اُس کی نیچی نگاہوں اور عصمت بھری صورت کو دیکھکر کہا۔ گذشتہ زمانے کے لوگ فرشتوں کو پریاں سمجھتے تھے۔ ممکن ہے کہ اس میں یوسف علیہ السلام کی خوبصورتی کی طرف بھی اشارہ ہو۔ وہ عورتیں ایسی بودی نکلیں کہ ایک ہی نگاہ میں یوسف علیہ السلام پر عاشق ہو گئیں۔ اسلئے اُن کے قول کو مکر کہنا بالکل صحیح ہے۔ سکّین کے معنی ہیں بڑی ساکن کرنے والی چیز چونکہ چھری کے سبب سے جانور کی تمام حس و حرکت جاتی رہتی ہے اسلئے اُسے سکّین

کہنا نہایت مناسب ہے)

(۳۲) قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِىْ لُمْتُنَّنِىْ فِيْهِ ۚ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۚ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ وہ بولی سو یہی شخص ہے جس کے بارے میں تم نے مجھ کو ملامت کی تھی اور میں نے اُسے اس کے ارادے سے پھیرنے کے لئے باتیں کیں سو وہ بچ نکلا اور اگر یہ وہ نہ کریگا جو میں اُسے حکم دیتی ہوں تو ضرور قید کیا جائیگا اور (ضرور اپنی عزت کھوکر) ذلیلوں سے ہو جائیگا۔

(۳۳) قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَىَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِىْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّىْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝

(یہ سُنکر یوسف علیہ السلام نے) کہا اے میرے پروردگار! قید خانہ میرے آگے اُس بات سے زیادہ پیارا ہے جس کی طرف یہ مجھے بلا رہی ہیں (اُن کا ہاتھ کاٹنا اظہار عشق کے لئے ہی تھا۔ وہ بھی بدی کی طرف ہی بلا رہی تھیں) اور (اے خدا) اگر تُو نے مجھ سے اُن کے داؤ کو ٹال نہ دیا تو میں اُن کی طرف جُھک جاؤنگا اور نادانوں سے بن جاؤنگا (سچے علم سے سچا ارادہ پیدا ہوتا ہے اور سچا ارادہ بدی کو روکنے کا موجب بن جاتا ہے۔ انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے نیکی کی اعلیٰ کوششیں کرنے والوں کو بھی گرنے کا خوف ہوتا ہے اسلئے ایسی دعائیں ہر وقت مانگنی چاہئیں)

(۳۴) فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ پھر اُس کے رب نے اس کی دعا قبول کی۔ سو اُن کے مکر کو اس سے ٹال دیا۔ بلا شبہ وہ (خدا) جو ہے تو وہی اصل سننے والا اصل جاننے والا ہے۔

(۳۵) ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ۝

(جب شہر میں اسکا چرچا زور شور سے ہونے لگا تو شہر کے لوگ جب یوسف علیہ السلام کو دیکھتے آپس میں عزیز کی عورت کا ذکر چھیڑ بیٹھتے اسلئے عزیز کے خاندان نے مناسب سمجھا کہ یوسف کو قید کر دیا جائے تاکہ لوگ یہ خیال کریں کہ اسکا بھی کچھ قصور ہے اور جب یہ ان کے سامنے نہ آئیگا تو بات مدھم پڑ جائیگی۔ جیسا کہ ارشاد ہے) پھر (یوسف کی بریت کے) نشانوں کو دیکھنے کے بعد اُن کے لئے (مشورہ کرکے) ظاہر ہوا کہ اُسے ایک وقت تک قید کر دیں (اسوقت صاحب اقتدار امیر جس کو چاہتے تھے قیدخانے میں بھیجدیتے تھے۔ پھر سوائے خدا کے اور کوئی اُن کا پرساں حال نہیں ہوتا تھا)

رکوع پنجم (۳۶) وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (الحاصل یوسف علیہ السلام کو قیدخانہ میں بھیجا گیا) اور اُس کے ساتھ قیدخانے میں دو نوجوان اور داخل ہوئے (اُن میں سے ایک بادشاہ کا ساقی تھا اور دوسرا باورچی خانے کا داروغہ تھا۔ کچھ دنوں بعد اُن دونوں نے خواب دیکھا) اُن میں سے ایک نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ میں شراب نچوڑتا ہوں اور دوسرے نے کہا بلاشبہ میں دیکھتا ہوں کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اُٹھائے ہوئے ہوں جس میں سے پرندے کھا رہے ہیں تو ہمیں اس کی تعبیر بتا بلاشبہ ہم تجھے احسان کرنیوالوں سے دیکھتے ہیں۔ (تو کسی کے ساتھ بدرشتی پیش نہیں آتا اور ہر ایک کی بات کا بخوشی جواب دیتا ہے)

(۳۷) قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ (یوسف نے) کہا تمہارے پاس
(خواب میں کوئی) ایسا کھانا نہیں آئیگا جو تم (بیداری کی حالت میں) دئیے جاتے ہو۔ مگر میں اُس کا نتیجہ آنے سے پہلے اُس کی تعبیر سے تمہیں خبردار کردونگا (خدا نے موجودہ کھانوں کی تعبیر کے متعلق مجھے بہت سی واقفیت عطا فرمائی ہے) یہ (واقفیت) اس سے ہے جو میرے رب نے مجھے علم دیا ہے۔ بلاشبہ میں نے اس قوم کا طریق چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ آخرت کے کافر ہیں۔

(۳۸) وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝

اور میں نے اپنے باپ دادوں ابراہیم و اسحٰق اور یعقوب کی پیروی کی ہے (اُن کا طریق معقول ہے۔ معقولیت کے لحاظ سے میں اُن کا پیرو ہوں تقلیدی طور پر نہیں کیونکہ) ہمارے لئے لائق نہیں ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کریں۔ یہ (توحید) ہم پر اور دیگر لوگوں پر اللہ کے فضل سے ہے ولیکن اکثر لوگ (اسکا) شکر نہیں بجالاتے (اپنے اپنے بزرگوں کی خاطر توحید جیسی نعمت کو بھی نظرانداز کر دیتے ہیں)

(۳۹) يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ اے میرے قید خانے کے رفیقو! کیا متفرق رب (جن میں ہر ایک محدود اور کمزور ہے اور ایک دوسرے کے رُو کو دیکھ رہا ہے) بہتر ہیں یا اللہ جو اکیلا ہی غالب ہے۔ (جس کی مرضی سب پر مقدم ہے)

(۴۰) مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ
اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ
اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ
النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ تم اس (خدا) کے سوائے صرف (فرضی) ناموں کو پوج رہے ہو۔ جن ناموں کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیا ہے (نہ کوئی آنکھوں کا داتا ہے اور نہ کوئی فتح و عزت اور نجات کا مالک ہے) خدا نے ان (ناموں) پر کوئی دلیل نہیں اُتاری (خواہ وہ قدرتی ہو یا وحی سے دی گئی ہو) اصل حکم اللہ کے سوائے کسی کا نہیں۔ اس نے حکم دیا ہے کہ خاص اس (خدا) کی ہی عبادت کرو۔ یہی مضبوط دین ہے (اور اسی پر ہی دینداری کا انحصار ہے) ولیکن اکثر لوگوں کو اسکا علم نہیں (حضرت یوسف علیہ السلام نے موقع پاکر پہلے دین کا اصل اصول اُن کے آگے پیش کر دیا۔ ان میں سے ایک سولی پانیوالا تھا۔ اس کے لئے تو یہ تعلیم یقیناً برموقع تھی)

(۴۱) يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا
الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ
الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ○ (اب یوسف علیہ السلام اُن کے خواب کی تعبیر بتاتے ہیں) اے میرے قید خانے کے دو رفیقو! تم میں سے ایک جو ہے تو وہ اپنے مالک کو شراب پلائیگا (اور اپنے عہدے پر قائم ہو جائیگا) اور دوسرا جو ہے تو وہ صلیب دیا جائیگا۔ پھر پرندے اُس کے سر سے کھائیں گے۔ جس کام کے متعلق تم سوال کرتے ہو اسمیں فیصلہ کیا جا چکا ہے (اگر بات یہ ہے تو غم کرنا فضول ہے)

(۴۲) وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۡ

فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ۝

اور اُس (یوسف) نے اُس شخص کو جس کے متعلق اُسکا گمان تھا کہ وہ ان دونوں میں سے نجات پانے والا ہے کہا اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا پھر شیطان نے اُس کو اپنے رب کی یاد بھلا دی (اسوقت یوسف علیہ السلام نے غیر پر بھروسہ کر لیا سو وہ اسی سزا میں) چند سال اور قیدخانہ میں رہا۔

رکوع ششم (۴۳) وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۭ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ۝

(اور جب حکمت الٰہیہ نے مناسب دیکھا کہ یوسف علیہ السلام کو قید خانے سے چھڑایا جائے تو مصر کے بادشاہ کو ایک خواب دکھلایا۔ بادشاہ نے اپنے معبروں کو بلایا جیساکہ ارشاد ہے) اور بادشاہ نے کہا بلاشبہ میں (خواب میں) سات موٹے بیلوں کو جنہیں سات دُبلے (بیل) کھا جاتے ہیں اور سات سبز سٹوں کو اور دیگر خشک (سٹوں) کو دیکھتا ہوں۔ لے (عالموں کی) جماعت مجھے میرے خواب میں فتوےٰ دو اگر تم خواب کی تعبیر کر سکتے ہو۔

(۴۴) قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ۝

وہ بولے (یہ) پریشان خیالات ہیں ہم ایسے خیالات کی تعبیر جاننے والے نہیں۔

(۴۵) وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ۝ اور وہ شخص جس نے اُن دونوں (خانساماں اور ساقی) میں سے نجات پائی تھی اور اُسے مدت کے بعد یاد آیا۔ کہنے

لگا میں تمہیں اس کی تعبیر کی خبر دیتا ہوں سو مجھے (یوسف کے پاس) بھیجو
(اس سے معلوم ہوا کہ اصل بتلانے والے سے پوچھکر خبر دینے والا بھی کہہ سکتا ہے کہ میں تمہیں اس بات کی خبر دیتا ہوں)

(۴۶) يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَّعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ٥ (جب وہ اجازت پاکر قید خانے میں یوسف کے پاس پہنچا تو یوسف کو کہنے لگا) اے یوسف اے راستباز ہمیں اس (خواب) کی تعبیر بتلاؤ کہ سات موٹے بیل ہیں جنہیں سات دُبلے کھا جاتے ہیں اور سات سبز سٹے ہیں اور دوسرے خشک ہیں تاکہ میں اُن لوگوں کی طرف واپس جاؤں (جنہوں نے مجھے بھیجا ہے) تاکہ وہ تیرا حال جان لیں۔

(۴۷) قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا حَصَدتُّمْ فَذَرُوهُ فِي سُنبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَأْكُلُونَ ٥ (یوسفؑ نے) کہا تم سات سال تک باقاعدہ کھیتی کروگے پھر جو تم کاٹوگے تو اُسے سٹوں میں ہی رہنے دینا مگر تھوڑے کو (سٹوں سے نکال لینا) جس میں سے تم کھاؤگے (اور کچھ آئندہ بونے کے لئے رکھوگے اور جن کو سٹوں میں رکھا ہے انھیں سٹوں میں اسلئے رہنے دو کہ اُنھیں کیڑا نہ لگ جائے۔ وہ تمہارے قحط والے سالوں میں کام آئیگا)

(۴۸) ثُمَّ يَأْتِي مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تُحْصِنُونَ ٥ پھر اس کے بعد سات سختی والے سال آئینگے کہ وہ اُس (غلے) کو کھا جائینگے جو تم نے اُن کے لئے رکھا ہے مگر اُس میں سے جو تم محفوظ رکھوگے تھوڑا (بیج رہیگا جو آئندہ

بونے کے کام آئیگا)

(۴۹) ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ۝ پھر اس کے بعد ایسے (ارزانی کے) سال آئینگے جنمیں لوگوں پر بارش ہوگی اور اُس میں (انگور وغیرہ) نچوڑینگے۔

(خواب میں موٹے بیلوں سے ارزانی کے سال اور دُبلے بیلوں سے قحط کے سال مراد لئے گئے ہیں۔ہندوستان کی طرح مصر میں بھی بیل ہی زمین میں ہل چلاتے ہیں قحط کے سال ارزانی کی بچت کو کھا جائیں گے اور سات سبز سٹوں سے یہ مراد لی گئی ہے کہ کچھ تو تازہ ہی کو کھالیا جائے اور باقی سٹوں کو خشک رکھا جائے۔گویا خواب میں قحط کو مٹانے کی تجویز کا بھی اشارۃً ذکر آجاتا ہے)

رکوع ہفتم (۵۰) وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ۝ (جب ساقی نے یوسف علیہ السلام سے بادشاہی خواب کی تعبیر اور اُس کا چارۂ کار سُنا تو بادشاہ کے پاس واپس آیا اور اُسے تمام حال سنایا۔ اس تعبیر اور اس کے مناسب علاج نے بادشاہ کے دل پر خوب اثر کیا) اور بادشاہ نے کہا کہ اُسے میرے پاس لے آؤ۔سو جب اس (یوسفؑ) کے پاس (بادشاہ کا) رسُول (یعنی قاصد) آیا (تو یوسف علیہ السلام نے نہ چاہا کہ صرف اپنی علمی خوبی کی بناء پر قیدخانے سے نکلے بلکہ ضروری سمجھا کہ اُس مقدمے سے بھی بریت حاصل کرلے جس کے لئے وہ قیدخانے میں بھیجا گیا تھا اسلئے) اُس نے کہا کہ تو اپنے رب (یعنی جسے تو رب کہکر پکارتا ہے) کی طرف مڑ جا۔سو اُس سے پوچھ کہ اُن عورتوں کا کیا دلی مقصود تھا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے۔بلاشبہ میرا رب (خدا) اُن کے داؤ کو جاننے والا ہے (اُن عورتوں کا ہاتھ کاٹنا ایک داؤ تھا جس سے وہ یوسفؑ پر اپنے عشق کا اظہار کرتی تھیں۔ان کے ہاتھ کاٹنے کا نشان ابھی تک اُن کے

ہاتھوں پر موجود تھا جس کو گواہی کے طور پر پیش کیا گیا ہے)

(۵۱) قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوسُفَ عَنْ نَّفْسِهِ ۚ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ

(بادشاہ نے اُن عورتوں کو اور عزیز کی عورت کو بلا کر) کہا تمہیں کیا معاملہ پیش آیا جب تم نے یوسف کے ساتھ اس کے نفس کو پھسلانے کی باتیں کیں۔ اُنھوں نے کہا خدا پاک ہے (یعنی ہم جھوٹ نہیں بولتیں) ہم نے اُسپر کوئی بُرائی نہیں دیکھی۔ عزیز کی عورت نے کہا کہ اب تو حق واضح ہوچکا۔ میں نے ہی اُس سے اس کے ارادے سے پھیرنے کی باتیں کیں اور بلاشبہ وہ (یوسف) بالضرور سچوں سے ہے۔

(۵۲) ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۝ (یہ آیت یوسف علیہ السلام کے کلام کا تتمہ ہے یوسف علیہ السلام کو یہ مقصود نہیں تھا کہ اُن عورتوں کی پردہ دری کرے بلکہ یہ دکھانا منظور تھا کہ عزیز جان لیوے کہ میں نے غائبانہ اس کی کوئی خیانت نہیں کی۔ اسلئے فرمایا) یہ (تفتیش اسلئے کرائی گئی ہے) تا کہ وہ (یعنی عزیز) جان لیوے کہ میں نے غائبانہ اس کی خیانت نہیں کی اور (یہ بھی جان لیوے) کہ اللہ خیانت کرنیوالوں کے داؤ کو (آخرکار) چلنے نہیں دیتا۔

(۵۳) وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ ۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۚ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں ٹھہراتا بلاشبہ نفس تو بدی کا بڑا حکم کرنیوالا ہے۔ مگر جسپر میرا رب رحم کرے بلاشبہ میرا رب بخشنے والا رحم والا ہے۔

(دیکھئے رسولوں کی کسر نفسی وہ اپنے آپ کو پاک نہیں ٹھہراتے مگر لوگ اُنھیں خدا کے ساتھ مثلہٗ معہٗ اور دوسرا احکم الحاکمین اور اصل مطاع بنا دیتے ہیں۔
اس جگہ یوسفؑ کی تقریر کے درمیان ایک ایسی آیت لائی گئی ہے جسکا قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ کے فیصلہ کے ساتھ تعلق تھا۔ اس قسم کی آیتیں کئی اور جگہ بھی آئی ہیں سورۃ مریم میں عیسیٰ علیہ السلام کی وعظ میں ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ الخ اور مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ الخ کی دو آیات بیچ میں لائی گئی ہیں اور آگے وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ عیسیٰ علیہ السلام کے ہی کلام کا تمہ ہے۔ سورہ لقمان میں لقمان اپنے بیٹے کو وعظ کرتے ہیں۔ وہاں بھی دو آیات جو وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ سے شروع ہوتی ہیں بطور جملہ معترضہ کے لائی گئی ہیں۔ آگے پھر بیٹے کو ہی مخاطب کیا گیا ہے یہی حال سورہ کہف میں بھی ہے وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ کا تعلق سَيَقُوْلُوْنَ کے ساتھ ہے۔ سورۃ آل عمران میں والدۂ مریم علیہا السلام کی عرضداشت میں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى جملہ معترضہ کے طور پر لایا گیا ہے۔ اس قسم کی اور بھی آیات ہیں)

(۵۴) وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ○ اور بادشاہ نے کہا اُسے میرے پاس لے آؤ میں اُسے اپنے لئے خالص (دوست) بنا لوں (اور یوسف علیہ السلام بری ہو کر عزت و حرمت کے ساتھ بادشاہ کے پاس آئے) سو جب (بادشاہ نے) اس سے کلام کیا (اور ظاہر ہے کہ کلام کرنے سے انسان کے بہت سے ہنر بالعموم نظر آجاتے ہیں) تو (بادشاہ نے) کہا بلاشبہ تو آج ہمارے نزدیک مرتبے والا امانت والا ہے (افسروں کے امین ہونے کا امتحان کرنا ضروری ہے ورنہ آجکل کے خوشامد پسند یا زود رنج افسر جو جی چاہتا ہے کر گذرتے ہیں اور قانون کو اپنے پیچھے چلا لیتے ہیں)

(۵۵) قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ○

(یوسفؑ نے بادشاہ کو) کہا مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے بلاشبہ میں حفاظت کرنیوالا (حساب) جاننے والا ہوں۔
(مالی افسروں کے لئے حفیظ اور محاسب ہونا ضروری ہے۔ یوسف علیہ السلام نے اپنا سرٹیفیکیٹ دکھلانے کے طور پر یہ بات کہی۔ بادشاہ کا دین یعنی قانون اور تھا۔ یوسف علیہ السلام اس کے قانون پر چلتے رہے۔ یوسفؑ جیسے رسول نے اس بادشاہ کی نوکری اختیار کی جسطرح موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے فرعون کے ماتحت دایہ کی نوکری پسند کی۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے)

(۵۶) وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۚ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ

اور اسی طرح ہمنے یوسف کو اس ملک میں قوت عطا فرمائی۔ وہ جہاں چاہتا تھا اس ملک سے (غلہ کی کوٹھیوں اور دیگر انتظامات کے لئے) جگہ بناتا تھا۔ ہم جسے (اپنی حکمت کے مطابق) چاہتے ہیں اپنی رحمت کو پہنچا دیتے ہیں اور (یاد رہے کہ) ہم احسان کرنیوالوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

(۵۷) وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝

(یہ تو دنیا کا حال ہوا) اور بالضرور آخرت کا اجر اُن لوگوں کے لئے بہتر ہے جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے (یہاں دنیا کے اجر کے نمونے سے آخرت کے اجر کو اسطرح ثابت کیا جسطرح کوئی اربعہ متناسبہ سے آخری نتیجہ نکال لیا کرتا ہے)

رکوع ہشتم (۵۸) وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝ (حاصل یہ کہ ارزانی کے سال شروع ہو گئے۔ ان سات سالوں میں یوسف علیہ السلام نے اتنا غلہ اکٹھا کر لیا جو ملک کے بھی کام آ سکے اور بیرونجات میں بھی جہاں ضرورت ہو بھیجا جا سکے۔ پھر قحط کے سال نمودار ہوئے۔ یہ بلائے قحط اردگرد

کے ملکوں میں بھی پھیل گئی۔ کنعان کے لوگ بھی مصیبت زدہ ہو گئے۔ یہاں یعقوب علیہ السلام بمعہ اہل و عیال کے رہتے تھے۔ خدا کے رسول بھی دوسرے بشروں طرح بشر ہی ہوتے ہیں۔ وہ بھی بغیر خوراک کے زندہ نہیں رہ سکتے ہے۔ یعقوب علیہ السلام نے قحط سے مجبور ہو کر اپنے دس بیٹوں کو مصر میں غلہ خریدنے کے لئے بھیجا جیسا کہ ارشاد ہے) اور یوسف کے بھائی آئے پھر اُسیر (غلے کی منڈی میں ایک ہی دروازے سے) داخل ہوئے سو اُس (یوسفؑ) نے اُن کو پہچان لیا اور وہ اُس سے بے خبر رہے (کیونکہ وہ مصری بولی بولتا تھا اور ترجمان کے ذریعے سے کلام کرتا تھا۔ اس کا لباس بھی مصری تھا۔ پھر وہ حکومت پر پہنچا ہوا تھا۔ بھائیوں نے اُسے کوئیں میں ڈال دیا تھا۔ انھیں کسی طرح سے خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ یوسف ہے۔ یوسف علیہ السلام پر اس عرصے میں بہت سی تبدیلیاں واقع ہو چکی تھیں یوسف علیہ السلام نے انھیں پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ اُنھوں نے کہا ہم دس بھائی یہاں آئے ہیں اور ہمارا چھوٹا بھائی باپ کے پاس ہے۔ چونکہ یوسف علیہ السلام نے اپنے چھوٹے بھائی کو اُن کے ساتھ نہ دیکھا اُن کے دل میں خوف پیدا ہوا کہ کہیں اُنھوں نے اس کو مار نہ ڈالا ہو یا ان کے دُکھ دینے کی وجہ سے باپ نے اُن کے ساتھ نہ بھیجا ہو کیونکہ باپ کی رکھوالی کرنے والے بڑی عمر کے پوتے بھی تھے۔ اسلئے چاہا کہ اُسے اپنے پاس بلا لے جیسا کہ ارشاد ہے)

(۵۹) وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ۝ اور جب اُنکا سامان اُن کے لئے تیار کر دیا (اور اُن کی گونوں میں غلہ بھر دیا) تو (انھیں) کہا کہ تم اپنے بھائی کو جو تمہارے باپ سے ہے (تم جس کی ماں کے بیٹے نہیں ہو۔ دوسری دفعہ ساتھ) لیتے آنا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں ماپ کو پورا دیتا ہوں اور میں اچھی مہمانی کرنے والا ہوں۔

(جب دوسرے علاقے سے خریدار آویں تو اُن کو آرام کی جگہ دینا اور کھانا کھلانا اور جہاں تک ممکن ہو اُنھیں آرام پہنچانا ضروری ہے۔ اور ماپ اور تول میں تو کبھی

کمی نہ کرنی چاہئے۔ مصر کے لوگ کنعانیوں کو شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ جب وہ جماعت کی صورت میں مُلک میں آتے تو اُن کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔ یوسف علیہ السلام نے اسوقت اُن پر اپنے حال کو ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے باپ کو بھی خط لکھ کر مطمئن نہ کیا۔ یوسف علیہ السلام کا ارادہ تھا کہ جب تک میں اس مُلک کے بادشاہ اور رعایا کا پورا اعتماد حاصل نہ کرلوں تب تک میں ظاہر نہ کروں کہ میں بھی کنعانی ہوں۔ جب اُنھوں نے یہ اعتماد پورے طور پر حاصل کرلیا اسوقت اُنھوں نے اپنے ماں باپ اور خاندان کو بلا بھیجا۔ اسوقت چونکہ اپنے بھائی کا فکر تھا اسلئے اُنھیں تاکید کردی کہ اُسے دوسری دفعہ اپنے ساتھ لیتے آویں)

(۶۰) فَإِنْ لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ ۝

سو (اُنھیں تاکیدی حکم دیا کہ) اگر تم اُسے نہیں لاؤ گے تو تمہارے لئے میرے پاس کوئی ماپ نہیں ہوگا اور نہ تم میرے پاس ہی پھٹکنا۔

(۶۱) قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ۝ اُنھوں نے کہا ہم ابھی اس کے باپ سے اُس کی بابت کلام کریں گے اور بلاشبہ ہم البتہ ضرور (ایسا) کرنیوالے ہیں (یعنی اس بھائی کو اپنے ساتھ لانے کی ہر طرح کوشش کریں گے)

(۶۲) وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ اور اُس (یوسف) نے اپنے خادموں کو (الگ کرکے) کہا کہ ان کی پونجی ان کے شلیتوں میں ایسی طرح ڈال دو کہ وہ جب اپنے اہل کی طرف مڑ جائیں تو اُسے پہچان لیں تاکہ وہ واپس آئیں (یوسف علیہ السلام نے خیال کیا کہ یہ غریب لوگ ہیں شاید ان کے پاس دوبارہ آنے کا سامان نہ ہو تو یہ پونجی اُسوقت انہیں کام دے۔ یوسف علیہ السلام کو غریبوں کی مدد کرنے کا اختیار حاصل تھا)

(۶۳) فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ سو جب وہ (کنعان میں) اپنے باپ کے پاس مڑ گئے تو انھوں نے کہا ابّا جان ہم سے ماپ روکا گیا ہے (جب تک ہم اپنے بھائی کو ساتھ نہ لے جائیں) سو آپ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیجدیں تاکہ ہم پیمانہ لائیں اور بلاشبہ ہم ضرور اس کی نگہبانی کرنیوالے ہیں۔

(۶۴) قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ (ان کے باپ نے) کہا میں تم کو اُس پر (سچا) امین نہیں جانتا مگر جسطرح میں نے تم کو اس کے بھائی پر پہلے امین جانا تھا (جس میں تم کھوٹے نکلے۔ اب بھی تم ایسا ہی کروگے۔ ہم بھوک سے لاچار ہیں کیا کیا جائے۔ خدا تعالٰے پر ہی ہمارا بھروسہ ہے) سو اللہ ہی خوب محافظت کرنے والا ہے اور وہی سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

(۶۵) وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۭ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ

اور جب اُنھوں نے اپنے اسباب کو کھولا تو انھوں نے اپنی پونجی کو اپنی طرف واپس کیا ہوا پایا۔ کہنے لگے اے ہمارے باپ ہمیں کیا چاہئے (یعنی اسوقت ہمیں کیا مناسب ہے) یہ ہماری پونجی ہماری طرف موڑی گئی ہے (ہمارے لئے ضرور ہے کہ اس کے واپس کرنے کے لئے وہاں جائیں) اور اپنے اہل کے لئے غلہ لائیں اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں۔ اور

(اس کے حصے کا) ایک اونٹ کالا د زیادہ لائیں (کیونکہ یوسف علیہ السلام غیر علاقے والوں کو ایک اونٹ سے زیادہ نہیں دیتے تھے) یہ (غلے کا) ماپ (جو ہم لائے ہیں) تھوڑا ہے (تھوڑے دنوں میں خرچ ہو جائیگا پھر ہم بھوکے مرینگے اسلئے ضرور ہے کہ جلدی سے اور غلہ لایا جائے)

(۶۶) قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ۝ (اُن کے باپ نے) کہا میں اُس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجونگا جب تک تم مجھے اللہ کا عہد (وضمانت) نہ دو کہ تم اُسے میرے پاس ضرور لے آؤ گے مگر اس صورت میں کہ تم (سب) گھیرے جاؤ۔ سو جب انھوں نے اس کو (یعنی اپنے باپ کو) اپنا پختہ عہد دیدیا تو اُس نے کہا کہ اللہ ہی اُسپر جو ہم کہتے ہیں کارساز ہے (اچھا نتیجہ نکالنا اس کے ہاتھ میں ہے۔ رسول اُسی طرح عاجز ہوتے ہیں جسطرح دوسرے لوگ عاجز ہیں۔ وہ مناسب کوشش کرکے اللہ تعالےٰ پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔ جو لوگ بزرگوں کو پکارتے ہیں سخت غلطی میں پڑے ہوئے ہیں ؎

جو خود محتاج ہووے دوسرے کا ✦ بھلا اُس سے مدد کا مانگنا کیا)

(۶۷) وَقَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ اور (باپ نے یہ بھی) کہا اے میرے بیٹو (پہلے کی طرح) ایک دروازے سے داخل نہ ہونا اور جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا (تاکہ وہ تمہاری جماعت کو دیکھکر شک میں نہ پڑجائیں اور تمہارے معاملے میں

کھوج نہ لگانے لگیں) اور میں اللہ کے ہاں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔ حکم (وفیصلہ) تو صرف اللہ کے لئے ہے۔ میں نے اُسی پر توکل کیا اور اسی پر ہی چاہئے کہ توکل کرنیوالے توکل کریں (جب رسول اس دنیا میں خدا کے ہاں سفارش نہیں کر سکتے اور اس کے فیصلے کو نہیں ٹال سکتے اور اسی پر ہی توکل کرتے ہیں تو کیا جزا کے دن میں جہاں خدا کے سوا کسی کا اختیار نہیں سفارش کر سکتے ہیں؟ ۳/۱)

(۶۸) وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ اور جب وہ وہیں سے داخل ہوئے جہاں سے اُن کے باپ نے اُن کو حکم دیا تھا (یعنی الگ الگ دروازوں سے داخل ہوئے) تو وہ (یعنی اُن کا نبی باپ) اللہ کے ہاں اُن کے کچھ کام نہ آیا مگر یعقوب کے دل میں ایک خیال تھا جسے وہ کر گذرا (اور وہ ہر بات کا عالم نہیں تھا) بلاشبہ وہ اسی بات کا عالم تھا جسے ہم نے اُسے سکھلایا تھا (یعنی وہ اپنے بشری اجتہادات کو وحی الٰہی کے برابر نہیں جانتا تھا) لیکن اکثر لوگ (جو ملا بھی کہلاتے ہیں اس بات کا) علم نہیں رکھتے۔

(حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو فرمایا کہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔ ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا۔ ان کا یہ قول وحی نہ تھا۔ لیکن بیٹوں نے اُن کے اس حکم کی پیروی کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر وحی امور کی بھی انتظامی طور پر پیروی کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس حکم کا نتیجہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے حسب منشا نہ نکلا اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رسول اسی چیز کے عالم ہوتے ہیں۔ جو ہم انھیں سکھائیں۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ رسولوں کے ایسے حکم بھی ہوتے ہیں جو خدا کے سکھائے ہوئے یا وحی کئے ہوئے نہیں ہوتے۔ ان کی پیروی انتظامی طور پر تو

کرنی لازم ہے لیکن یہ پیروی وقتی ہوتی ہے۔ کیا اس حکم سے یعقوب علیہ السلام کی سنت جان کر اب بھی ہر باپ کے لئے مناسب ہے کہ اپنی اولاد کو ایسا ہی حکم دیا کرے؟ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کی اطاعت کا حکم کرتا ہے لیکن وہ مذکورہ بالا طریق کی ہی ہوتی ہے۔ غیر معروف اطاعت ہرگز نہیں ہوسکتی جیسا کہ لا یعصینک فی معروف ۶۰؍۱۲ سے سورج کی طرح عیاں ہے۔ اس آیت کے پہلے حصّے میں ایسی عالیشان باتوں کا ذکر ہے جو تمام دنیا کے لئے معروف ہیں اور سب کے آگے مقبول ہیں۔ یہاں بھی معروف سے مراد وہی چیز ہے جو عورتوں کے لئے اور سب لوگوں کے لئے معروف ہو۔ یہ ناممکن ہے کہ وہ بات رسول کے لئے تو معروف ہو اور وہ اسکا معروف ہونا کسی کو نہ سمجھا سکے۔ معاذ اللہ۔ اگر بات یوں ہوتی تو آیت میں فی معروف کی جگہ فی شیٔ آنا چاہیئے تھا)

رکوع نمبر (۶۹) وَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰى إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

(حاصل یہ ہے کہ وہ کنعان سے چل پڑے) اور جب یوسف کے سامنے داخل ہوئے تو اس نے اپنی طرف اپنے بھائی کو جگہ دی (اور الگ کر کے اُسے) کہا بلاشبہ میں تیرا بھائی (یوسف) ہوں (ان بھائیوں نے میری تخریب کی ہر طرح کوشش کی لیکن مجھے خدا نے اس درجے پر پہنچا دیا۔ یہ تیرے بھی ویسے ہی دشمن تھے۔ یہ تیرے ساتھ آج تک کس طرح معاملہ کرتے رہے؟ ابن یمین نے کہا کہ یہ مجھے ہر طرح کی تکلیفیں پہنچاتے رہتے ہیں اگر باپ میری حفاظت نہ کرتا تو میرے ساتھ بھی وہی سلوک کرتے جو آپ کے ساتھ کیا ہے۔ ان بھائیوں نے کہا تھا کہ یوسف اور اسکا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں۔ حالانکہ ہم ایک کار آمد جماعت ہیں بلاشبہ ہمارا باپ صریح غلطی میں ہے ۸؍۱۲ اور یوسف نے بھی اُن کو ان کی اس شرارت کی خبر دی تھی۔ جبکہ کہا تھا کہ کیا تم جانتے ہو جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا جبکہ تم جاہل تھے۔ ان آیات سے بن یمین کے ساتھ بھی اُن کی دشمنی کا حال واضح ہوجاتا ہے۔ جب

بن یمین نے اپنے دکھوں کا حال سنایا تو یوسف علیہ السلام نے کہا) سو (اب) تو غم نہ کر بسبب اس کے جو یہ کرتے رہے (میرا ارادہ ہے کہ میں تجھے ان کے ساتھ جانے نہ دوں اور تجھے ان کی شرارتوں سے محفوظ رکھوں لیکن میں شاہی قانون کے مطابق ایسا نہیں کرسکتا۔ بن یمین نے اپنی حفاظت کے لئے انھیں ایک تجویز بتلائی کہ میری بوری میں کوئی چیز رکھ دینا پھر پیچھے سے کسی پکارنے والے کو بھیجنا جو ہمیں آکر روک لے اور کہے کہ تم میں سے کوئی فلاں چیز چرالایا ہے۔ ہم کہیں گے کہ ہم چور نہیں ہماری تلاشی لے لو۔ اور جس کے پاس وہ شے نکلے اُسے اپنی تحویل میں کرلو۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے ہاں یہی قاعدہ ہے کہ چور کے لئے ایک مناسب وقت تک اس شخص کی تحویل میں رہنا اور اس کی خدمت کرنا ضروری ہے جس کی اُس نے چوری کی ہو۔ اس طرح آپ کو موقعہ مل جائیگا کہ آپ ہمارے اقرار کے مطابق مجھے رکھ لیں۔ بن یمین نے مضطر ہوکر یہ تجویز پیش کی۔ یوسف کی پسندیدگی کے موافق خدا تعالےٰ نے اس تجویز کو چلنے دیا۔ اگر خدا تعالےٰ پر توکل کیا جاتا تو خدا تعالےٰ اس سے بہتر راستے دکھا سکتا تھا۔ نیکوں کے درجے مختلف ہوتے ہیں۔ ان کا علم اسوقت یہیں تک پہنچا تھا ورنہ ہر علم والے کے اوپر علم والا ہے۔ اگر وہ صبر و توکل کرتے تو خدا تعالےٰ انھیں اعلیٰ علم کے راستے دکھا دیتا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ طریق ادنےٰ درجے کا تھا۔ جسطرح اضطرار کے وقت زندگی کی حفاظت کے لئے مَآ اُحِلَّ بِہٖ لِغَیۡرِ اللّٰہِ بھی کھایا جاسکتا ہے۔ جب خدا نے خود ہی اُسے ایک ادنےٰ فعل قرار دیا ہے تو اس میں یوسف علیہ السلام کی حمایت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں)

(۷۰) فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ۝ سو جب یوسف نے ان کے سامان کو ہر طرح تیار کردیا تو (شاہی) پیالہ اپنے بھائی کی بوری میں رکھ دیا۔ (وہ اپنا سامان لیکر روانہ ہوئے) پھر ایک پکارنے والے نے پکارا کہ اے قافلے والو تحقیق تم چور

ہو (یعنی تم میں سے کسی نے چوری کی ہے)

(۷۱) قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ۝ وہ بولے اور اُن کی طرف
متوجہ ہوئے کہ تم نے کونسی چیز کھودی ہے۔

(۷۲) قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ
وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ۝ (اس پکارنے والے کے ساتھ بہت سے اور سپاہی بھی تھے) اُنھوں نے کہا ہم شاہی پیمانے کو نہیں پاتے (اس پیالے میں بادشاہ کے پینے کے لئے نشان لگائے گئے تھے۔ وہ پیالہ یوسف علیہ السلام کی تحویل میں تھا) اور (اُنھوں نے یہ بھی کہا کہ) جو اُس کو خود بخود لے آئیگا اس کے لئے ایک اونٹ کا بوجھ (انعام) ہے اور میں اس کا ضامن ہوں (یہ ذمہ ان میں سے ایک شخص نے لیا)

(۷۳) قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ
وَمَا كُنَّا سَارِقِيْنَ ۝ (یوسفؑ کے بھائی) بولے خدا کی قسم تم ضرور جان چکے ہو کہ ہم اس ملک میں فساد کرنے کے لئے نہیں آئے (یعنی ہمارے دو بار آنے سے تمہیں اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ ہم فسادی نہیں ہیں تم ہماری نگرانی کرتے رہے ہو) اور ہم چور بھی نہیں ہیں۔

(۷۴) قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ۝ (وہ سپاہی) بولے پھر اس (چور) کی
سزا کیا ہے اگر تم جھوٹے نکلے۔

(۷۵) قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ
كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ اُنھوں نے کہا اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے شلیتے میں سے وہ نکلے سو وہی اسکا بدلہ ہے (یعنی اس

کو مناسب وقت تک خدمت کے لئے تحویل میں رکھا جائے) ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

(۷۶) فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝ (سپاہی انھیں واپس لے آئے) سو اُس (یوسف) نے اپنے حقیقی بھائی کی گون سے پہلے اُن کی بوریوں کو (دیکھنا) شروع کیا۔ پھر اُسے اپنے عینی بھائی کی بوری سے نکالا۔ اس طرح ہم نے یوسف کے لئے اس تجویز کو چلنے دیا (اگر وہ بھائی یہ کہدیتے کہ تم اپنے ملک کے قانون کے مطابق سزا دینا تو یہ تجویز نہ چلتی۔ شاہی قانون میں چور کی سزا مار پیٹ یا جرمانہ ہوگی۔ سو یوسف کے لئے) ممکن نہیں تھا کہ اپنے بھائی کو بادشاہ کے قانون کے مطابق پکڑ رکھے مگر یہ کہ اللہ چاہتا (اور صبر کیا جاتا اور خدا پر بھروسہ قائم رکھا جاتا تو ایسا ہو سکتا تھا) ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کرتے ہیں اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہوتا ہے (اس آیت سے سورج کی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ وحی الٰہی کے علاوہ غیر وحی باتوں میں دوسرے لوگ بھی نبیوں سے زیادہ علم والے ہو سکتے ہیں)

(۷۷) قَالُوْۤا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝ (جب انھوں نے یہ بات دیکھی تو اپنی ندامت کو مٹانے کے لئے) کہنے لگے کہ اگر یہ چوری کرے (تو کچھ تعجب نہیں) اسلئے کہ اس کے حقیقی بھائی نے بھی پہلے چوری کی تھی (حضرت یعقوب کے اس قول سے کہ یہ بھائی تیرے ساتھ کوئی

داؤ کریں گے معلوم ہوتا ہے کہ یوسفؑ کے ساتھ اُن کی داؤ کرنے کی عادت تھی حضرت یعقوب علیہ السلام نے کوئی رقم کسی ضرورت کے لئے رکھی ہوئی تھی اس کو انھوں نے چرا لیا اور ابھی وہ اپنے باپ سے غائب نہیں ہوئے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو پتہ لگ گیا۔ بھائیوں نے چالاکی سے وہ رقم یوسف علیہ السلام کے بسترے میں رکھدی اور کہنے لگے کہ ہماری تلاشی لے لو اور اپنے بسترے اور کپڑے جھاڑ کر دکھا دئے جب یوسفؑ کے بسترے کو جھاڑا تو اس سے وہ رقم برآمد ہوئی۔ اُنھوں نے کہا کہ آپ کا پیارا بیٹا ہی ایسے کام کرتا ہے ہم اس سے بری ہیں) سو یوسف نے اس (حقیقت) کو اپنے دل میں چھپایا اور اسے ان کے لئے ظاہر نہ کیا۔ بولا تم مرتبے میں زیادہ شریر ہو تم بغیر گواہ کے ایک بری شخص پر الزام لگاتے ہو) پس اللہ جانتا ہے جو تم بیان کررہے ہو (اس میں یہ بھی اشارہ کردیا ہے کہ قصور تمہارا تھا اور تم اس کے بھائی کے سر پر تھوپ رہے ہو)

(۸) قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدَنَا مَكَانَهُ ۖ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ (اس کے بعد اُنھوں نے کہا) اے عزیز بالتحقیق اسکا باپ بہت بوڑھا ہے (اس خبر کو سنکر اس کو بہت تکلیف ہوگی) سو تو ہم میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ پکڑ لے۔ بلاشبہ ہم تجھ کو نیکوکاروں سے دیکھتے ہیں۔

(۹) قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ نَأْخُذَ إِلَّا مَنْ وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهُ إِنَّا إِذًا لَظَالِمُونَ ۝ (یوسف نے) کہا (اس بات سے) خدا کی پناہ کہ ہم کسی اور کو پکڑ لیں مگر جس کے پاس ہم نے اپنا اسباب پایا ہے (یہ نہیں کہا کہ جس نے ہماری چوری کی ہے۔ کیونکہ وہ دراصل چور نہیں تھا) اگر ہم ایسا کریں تو بلاشبہ ہم ظالم ہیں۔

رکوع دہم (۸۰) فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا ط

قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُمْ
مَّوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ وَمِن قَبْلُ مَا فَرَّطتُمْ فِي يُوسُفَ فَلَنْ
أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۖ وَهُوَ
خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ○ سو جب اُس سے مایوس ہو گئے تو مشورہ کرنے کے لئے الگ ہوئے۔ اُن کے بڑے (بھائی) نے کہا کیا تمہیں خبر نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کا پختہ عہد لیا ہوا ہے اور (تم یہ بھی جانتے ہو کہ) جو تم نے یوسف کے بارے میں تقصیر کی (جب ہماری طرف سے اس طرح تقصیر پر تقصیر واقع ہوئی ہے) تو میں اس مُلک کو نہیں چھوڑونگا جب تک میرا باپ مجھے اذن نہ دے یا اللہ میرے لئے کوئی فیصلہ نہ کر دے (اور میرے حسب منشا کوئی نتیجہ پیدا کر دے) اور وہ اچھا فیصلہ کرنیوالا ہے (حاکم تو اور بھی ہوتے ہیں لیکن خیر الحاکمین صرف ایک خدا ہے۔ کیا خیر الحاکمین کے ساتھ کوئی رسول بھی اپنی غیر وحی باتوں میں دوسرا خیر الحاکمین بن سکتا ہے)

(۸۱) ارْجِعُوا إِلَىٰ أَبِيكُمْ فَقُولُوا يَا أَبَانَا إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وَمَا
شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَافِظِينَ ○ (اس بڑے بھائی نے یہ بھی کہا کہ) تم اپنے باپ کی طرف مڑ جاؤ سو اس سے کہو اے ہمارے باپ بلاشبہ تیرے بیٹے نے چوری کی اور ہم نے وہی گواہی دی جسکا ہمیں علم تھا (کہ جو چور ہو اُسے ایک وقت تک محبوس کر لیا جائے) اور ہم غیب کے نگہبان نہیں تھے (کہ اس کی بوری سے پیالہ نکل آئیگا)

(۸۲) وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا ۖ
وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ○ اور تو اُس بستی سے پوچھ بھیج جس میں ہم تھے اور اس قافلے سے پوچھ لے جس میں ہم آئے ہیں اور بلاشبہ ہم سچے ہیں

(انھوں نے اپنی طرف سے سچی گواہی دی اور ثبوت بھی پیش کئے لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُن کو اُن کے پہلے جھوٹ کے سبب جھوٹا ہی سمجھا۔ اُن کی روایت صحیح تھی لیکن اُن کے پہلے جھوٹ کے سبب غلط سمجھی گئی۔ اگر وحی الٰہی ایسی جھوٹی شہادتوں

(۸۳) قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

(باپ نے) کہا نہیں نہیں بلکہ تمہارے نفسوں نے تمہارے لئے ایک بات کو اچھا کر دکھایا ہے۔ سو صبر ہی بہتر ہے۔ قریب ہے کہ اللہ اُن سب کو اکٹھے ہی لے آئے۔ تحقیق وہ جو ہے تو وہی اصل جاننے والا اصل حکمت والا ہے (جب یوسفؑ کے بھائیوں نے باپ کے پاس آکر اس کے احسان اور مہمانداری کا حال بیان کیا تو اس سے یعقوب علیہ السلام کے دل میں خیال آیا کہ شاید یہ میرا بیٹا یوسف ہی ہو اور جب ہر ایک کی پونجی واپس کی گئی تو اس سے اس خیال کو اور تقویت ملی۔ پھر بن یامین کو بلانے سے یہ خیال اور بھی مضبوط ہو گیا۔ یعقوب علیہ السلام کو یقین تھا کہ میرا بیٹا چور نہیں ہے۔ شاید یوسف علیہ السلام نے کسی بہانے سے رکھ لیا ہو۔ لیکن اس بات نے مجھے زیادہ غم میں ڈال دیا ہے۔ اُن کا دل بھر آیا)

(۸۴) وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ۝ اور اُن سے منہ موڑا اور کہنے لگا اے افسوس یوسف پر (مجھے اپنی خبر نہیں دیتا اور میری بینی کو بڑھا رہا ہے) اور غم کے سبب اس کی دونوں آنکھوں پر سفیدی آگئی۔ (یا پتلیاں اوپر کو چڑھ گئیں اور غم کے سبب اُس کی دونوں آنکھیں سفید نکل آئیں) سو وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔

(۸۵) قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَضًا

أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ ۝ وہ بولے خدا کی قسم کیا تو یوسف کو یاد کرنے سے ٹلیگا یہانتک کہ بیمار ہوجائے یا ہلاک ہونے والوں سے بن جائے (اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں جاتی نہیں رہی تھیں۔ اگر آنکھیں جاتی رہتیں تو اُن کو بیماری سے ڈرانا کیا معنی رکھتا ہے اور اگر وہ نابینا ہو گئے ہوتے تو وہ یوسف ؑ کو رحم دلانے کے لئے اس نابینائی کا بھی ذکر کرتے صرف اتنا ہی نہ کہتے کہ اس کا باپ بہت بوڑھا ہے)

(۸۶) قَالَ إِنَّمَآ أَشْكُوا بَثِّي وَحُزْنِيٓ إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ (یعقوبؑ نے) کہا سوائے اس کے نہیں کہ میں اپنی پریشانی اور غم کی شکایت اللہ کے آگے کرتا ہوں اور اس اللہ کی طرف سے جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (میں جانتا ہوں جو اللہ پر بھروسہ کریگا اللہ اس کے لئے کافی ہوگا)

(۸۷) يَٰبَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِن يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَا تَايْـَٔسُوا مِن رَّوْحِ اللَّهِ ۖ إِنَّهُۥ لَا يَايْـَٔسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَٰفِرُونَ ۝ اے میرے بیٹو جاؤ سو یوسف اور اس کے بھائی کا پتہ لگاؤ (بڑے بیٹے کا اس لئے ذکر نہیں کیا کہ اس کی بابت پورا یقین تھا کہ وہ شرم کے مارے وہاں بیٹھا ہے اور میرے بلانے پر آجائیگا) اور اللہ کی رحمت (وراحت) سے نا اُمید نہ ہو۔ بلاشبہ اللہ کی رحمت سے ناقدردان لوگوں کے سوائے کوئی نا اُمید نہیں ہوتا۔ (اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُنھیں خیال تھا کہ یوسف اور اس کا بھائی مصر میں ایک جگہ ہیں)

(۸۸) فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَٰٓأَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا

الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ○ (الغرض وہ کنعان سے مصر کی طرف روانہ ہو گئے) سو جب وہ اس (یوسف) پر داخل ہوئے۔ کہنے لگے اے عزیز ہم کو اور ہمارے اہل و عیال کو تکلیف پہنچی ہے اور ہم تیرے پاس ناقص پونجی لائے ہیں سو ہمیں پورا ماپ دو اور ہم پر صدقہ کرو بلا شبہ اللہ صدقہ کرنیوالوں کو جزا دیتا ہے (جب کبھی کوئی نبی بادشاہت پر پہنچتا ہے تو وہ فقیروں، مسکینوں اور دیگر ملکی مصارف کے لئے صدقات اکٹھے کرتا ہے۔ چونکہ وہ خود غنی ہوتا ہے اسلئے وہ اپنے بیٹوں اور متعلقین کو صدقے سے روکتا ہے تاکہ کسی کو شبہ نہ گذرے کہ یہ صدقے اپنے لئے اکٹھے کرتا ہے۔ لیکن جب وہ نبی گزر جائے تو اس کے بعد اس کی اولاد ضرورتاً سوال کر سکتی ہے۔ اسی طرح جو نبی بادشاہت کو نہ پہنچا ہو اس کی اولاد بھی صدقہ مانگ سکتی ہے جیسا کہ یوسف کے بھائیوں نے کیا)

(۸۹) قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ○ (ان کی مصیبتوں کو دیکھ کر یوسف علیہ السلام کا دل بھر آیا۔ اور چونکہ انھوں نے مصر کے بادشاہ اور رعایا کا پورا اعتبار حاصل کر لیا تھا اور بادشاہ کو اپنا حال بتلادیا تھا اسلئے انھوں نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا اور) کہا کیا تمہیں خبر ہے جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا جبکہ تم نادان تھے (معلوم ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بڑے بھائی پر بھی جو وہاں رہگیا تھا اپنا حال ظاہر کر دیا تھا اور اسے اپنا مہمان بنایا تھا)

(۹۰) قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۖ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۖ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۖ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ○

(یوسفؑ کے نو بھائی جو اس دفعہ آئے تھے) بول اُٹھے کہ کیا تو جو ہے تو تو ہی یوسف ہے (یوسفؑ) بولا میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے۔ بلاشبہ بات یہ ہے کہ جو خدا کی نافرمانی سے بچے اور صبر کرے تو بلاشبہ اللہ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

(۹۱) قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ۝

(بھائی) کہنے لگے خدا کی قسم اللہ نے تجھ کو ہم پر غلبہ دیا ہے اور ہم ضرور خطا کار تھے۔

(۹۲) قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ

اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ (یوسفؑ) بولا آج تم پر کوئی سرزنش نہیں ہے اللہ تم کو بخشے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھکر رحم کرنیوالا ہے

(۹۳) اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰي وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ

بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ میرے اس (شاہی) کرتے کو لے جاؤ سو اُسے میرے باپ کے مُنہ کے سامنے ڈال دو تاکہ وہ (میری حالت کو) دیکھنے والا ہو (اور غم کے سبب جو اُس کی آنکھوں میں سفیدی آگئی ہے اس خوشی سے جاتی رہے) اور تم میرے پاس اپنے سب اہل (و عیال) کو لیتے آؤ +

رکوع یازدہم (۹۴) وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّىْ

لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝ اور جب قافلہ روانہ ہوا تو اُن کے باپ نے (کنعان میں) کہا کہ بلاشبہ میں یوسف کے غلبے کو پاتا ہوں (اُس کی ہوا بندھی ہوئی ہے) اگر یہ بات نہ ہو کہ تم

مجھے پاگل کہو (جب خوشی کے دن آتے ہیں تو خدا تعالےٰ کی طرف سے بھی خوشی کے الہام نازل ہوتے ہیں)

(۹۵) قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ۝ (یعقوب علیہ السلام کے پوتوں اور گھر کے دیگر لوگوں نے) کہا خدا کی قسم بلاشبہ تو اپنی پرانی غلطی میں ہے

(۹۶) فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

سوجب (یہ بات ہوئی) کہ خوشخبری دینے والا آیا (یہ بڑا بھائی تھا) تو اس نے اس (اِمیرانہ کرتے) کو اس کے مُنہ کے سامنے ڈالدیا سو وہ (یوسف کے حال سے) خبردار ہوگیا۔ کہنے لگا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے

(۹۷) قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـٕیْنَ ۝

(یوسفؑ کے بھائیوں نے) کہا اے ہمارے باپ ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی بخشش مانگئے۔ بلاشبہ ہم خطاکار تھے۔

(۹۸) قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

(باپ نے) کہا ابھی میں تمہارے لئے اپنے رب سے بخشش مانگونگا (جبکہ نماز پڑھونگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں اپنی ضرورتوں کو مانگنا چاہیے) بلاشبہ وہ (خدا) جو ہے تو وہی اصل بخشنے والا اصل مہربان ہے۔

(۹۹) فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ۝ (حاصل یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام اپنے اہل وعیال کو لیکر مصر کی طرف جانے کے لئے تیار ہوئے اور روانہ ہوگئے) سو

جب وہ سب یوسف پر داخل ہوئے تو یوسف نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی (معلوم ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام استقبال کے لئے شہر سے باہر آئے ہوئے تھے) اور کہا کہ (اب) تم مصر میں اگر خدا چاہے تو امن کے ساتھ داخل ہو (اسلئے کہ اسوقت آپ کے لئے کسی نگرانی کا خطرہ نہیں ہے)

(۱۰۰) وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَاۗءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ اور (خدا نے بادشاہ کے دل میں ڈالکر)

اس کے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا (یہ سب نیک نیتی اور خوش خلقی کے ثمرات ہیں) اور وہ (سب ماں باپ سمیت) اس (خدا) کے لئے سجدے میں گر پڑے اور (سجدے کے بعد یوسف نے) کہا اے میرے باپ یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے۔ میرے رب نے اُسے ٹھیک کر دیا ہے۔ (اس خواب میں خدا نے مجھے ظاہری اقبال اور علمی ترقی کا پتہ دیا تھا سو آج آپ نے اُسے ملاحظہ کر لیا ہے) اور اس (خدا) نے میرے ساتھ احسان کیا جب اُس نے مجھے قید خانے سے نکالا اور اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈلوا دیا تھا تم کو دیہات سے لے آیا ہے (فساد بگڑے ہوئے جذبات کی تحریک سے ہی پیدا ہوتے ہیں) بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے اس کی باریک تدبیریں کرتا ہے (جو ہمارے قابو سے باہر ہوتی ہیں) بلاشبہ وہ (خدا) جو ہے تو وہی اصل جاننے والا اصل درست کار ہے۔

(۱۰۱) رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۟ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ
تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ (اب یوسف علیہ السلام گڑگڑا کر اپنے مالک کے آگے عرض کرتے ہیں) اے میرے رب تو نے مجھے مُلک (یعنی بادشاہی) سے حصہ دیا اور مجھے باتوں کا نتیجہ نکالنے کا علم دیا۔ (اے خدا) آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے تو دنیا اور آخرت میں میرا سرپرست ہے تو مجھے اسلام پر فوت کرنا اور صالحین کے ساتھ جا ملانا (اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وفات کے بعد ہی آخرت کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے)

(۱۰۲) ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ
اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝ یہ پوشیدہ خبریں ہیں ہم اُنکو تیری طرف وحی کرتے ہیں (اور شروع سورت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ خدا وحی ہونے سے پہلے وحی والی باتوں سے غافل تھے) اور تو ان (قریش) کے پاس نہیں تھا جب اُنھوں نے (دار الندوہ میں) اپنے کام پر اکٹھ کیا تھا اور وہ (اس کے پورا کرنے کے لئے) مکر بنا رہے ہیں (یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے نکال دیا تھا وہ حکومت پر پہنچ گئے۔ اے رسولؐ اگر یہ تجھے بھی نکال دینگے تو خدا تجھے بھی حکومت عطا فرمائیگا۔ صرف خدا تعالےٰ پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیے لیکن یہ لوگ شرک کے دلدادہ ہیں اور شرک کی حمایت کے لئے ہی تمہیں نکال رہے ہیں جیسا کہ اگلی آیت میں آتا ہے)

(۱۰۳) وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ اور اکثر آدمی اگرچہ تو حرص کرے (خدا تعالےٰ کے) مومن نہیں ہیں۔

(۱۰۴) وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

اور تو ان سے اس (سچے ایمان) پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔ یہ تو تمام

قوموں کے لئے یاد دہانی ہے (اس کا ثبوت صحیفۂ فطرت ہے جیسا کہ آگے آتا ہے)

رکوع دوازدہم (۱۰۵) وَكَأَيِّنْ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ○ اور آسمانوں اور زمین میں کسقدر نشانات ہیں۔ جن پر یہ لوگ (زمین کے گھوارے میں) گزرتے ہیں اور وہ انکا دھیان نہیں کرتے (ورنہ خدا تعالےٰ کا تصرف ہر نشان سے ظاہر ہو رہا ہے)

وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَهُ شَاهِدٌ ٭ يَدُلُّ عَلَىٰ أَنَّهُ وَاحِدٌ

(۱۰۶) وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُونَ ○ (لیکن لوگ شرک سے باز نہیں آتے جیسا کہ ارشاد ہے) اور اُن کے اکثر لوگ (اللہ پر) ایمان نہیں لاتے مگر ساتھ ہی شرک بھی کرتے ہیں (خدا کے ساتھ شرک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خدا کو گرا کر بندوں کی صف میں ملایا جائے اور بندوں کو اونچا کر کے خدا سے ملایا جائے۔ مشرک کا ایمان سچے خدا پر نہیں ہے ورنہ وہ شرک نہ کرتا۔ مشرک اُس کو خدا کہتا ہے جو دوسروں کو اپنے ساتھ ملانے میں راضی ہوتا ہے۔ تعالےٰ عما یشرکون۔ خدا کے خواص صرف خدا میں ہی پائے جاتے ہیں۔ اگر وہ دوسروں کو دئیے جائیں تو وہ خاصے نہیں رہیں گے۔ مشرک اپنے چاؤ سے خدا کی وحی کے ساتھ اپنے بزرگوں کی غیر وحی باتوں کو بھی وحی بنا لیتے ہیں اور اُن کی غیر وحی نظری باتوں کی مخالفت سے اسطرح ڈرتے ہیں جسطرح خدا سے ڈرنا چاہیئے ۳۳: ۲۴ ۔ پھر کیا وہ اُن کو خدا کے عذاب سے بچا لیں گے)

(۱۰۷) أَفَأَمِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (کیا یہ شرک کی پروا نہیں کرتے) پھر اس بات سے بےخوف ہو گئے ہیں کہ اُن کے پاس اللہ کے عذاب سے ایسی چیز آئے جو اُنھیں ڈھانپ لے یا اُن پر

وہ (پیشی کی) گھڑی آجائے اور اُنھیں خبر بھی نہ ہو (اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پیشی کی گھڑی موت کے ساتھ ہی آجاتی ہے اور اسوقت اُن کے لئے کوئی عذر نہیں رہتا۔ کیونکہ رسولوں نے اُن کے آگے اصل توحید کے مسائل کھول کر بیان کردئے ہیں۔ اسلئے آگے فرمایا)

(۱۰۸) قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ تو کہدے یہی (آیات) میرا راستہ ہیں۔ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور جس نے (اس بات میں) میرا اتباع کیا دلیل پر ہیں (توحید تقلیدی طور پر نہیں مانی جاسکتی۔ توحید کے لئے بصیرت ضروری ہے۔ نبی خود بھی توحید کا جزو ثانی نہیں بن سکتا جیسا کہ فرمایا) اور اللہ پاک ہے اور میں (خود بھی) مشرکوں سے نہیں ہوں

(۱۰۹) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (تمام نبی آدمی ہی ہوتے ہیں۔ وہ خدا سے وحی لاکر توحید کا راستہ دکھلاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے) اور ہم نے تجھ سے پہلے صرف آدمیوں کو ہی رسول بنایا ہے (جو بیاہ کرتے تھے) ہم اُن کی طرف وحی کرتے تھے۔ وہ بستیوں کے رہنے والوں سے ہوتے تھے (خدا ہی اُن کی مدد کرتا تھا اور ظالموں پر فتح دیتا تھا) کیا (یہ اسکا انکار کرسکتے ہیں) پھر اُنھوں نے زمین میں سیر نہیں کی۔ سو دیکھتے کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے تھے اور (اسی سے ثابت ہوجاتا ہے کہ) بالضرور آخرت کا گھر اُن لوگوں کے لئے بہتر ہے جنھوں نے خدا کا خوف کیا (یہ حق کے غلبے کو نہیں دیکھتے) پھر عقل نہیں کرتے۔

(۱۱۰) حَتّٰۤی اِذَا اسْتَایْــَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ

(رسولوں کو یہ غلبہ فوراً حاصل نہیں ہو جاتا بلکہ بڑی دیر تک صبر و انتظار کرنا پڑتا ہے) یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہو جاتے ہیں اور گمان کرنے لگتے ہیں کہ اُن سے جھوٹ بولا گیا (سخت مصیبتوں میں انسان ایک بات کو آنکھوں سے دیکھکر بھی کہہ دیا کرتا ہے کہ کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں یا جاگ رہا ہوں۔ اسوقت رسول اور مومن کہہ اُٹھتے ہیں متی نصر اللہ ۲/ ۔ رسولوں اور مومنوں کے ساتھ ایسا معاملہ اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ وہ سمجھ لیں کہ ہمارا اپنا کوئی اختیار نہیں۔ اسوقت خدا تعالےٰ اُن کی مایوسی کو دور فرما دیتا ہے۔ اسوقت) اُن کو مدد آئی پھر ہم (جو متصرف حقیقی ہیں) جسے چاہتے ہیں وہ نجات دیا جاتا ہے اور ہمارا عذاب مجرم قوم سے نہیں ٹالا جاتا (مشرک ہی جھوٹے شفیع بناتے ہیں جو وقت پر اُن کے کام نہیں آتے)

(۱۱۱) لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًی وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۠

(لوگو اس بات کا خیال رکھو اور کسی دھوکے میں نہ پڑو) بالضرور ان لوگوں کے بیان میں مغز والوں کے لئے عبرت ہے۔ یہ حدیث ایسی نہیں ہے جو افترا کی جائے (جیسا کہ دوسری حدیثوں کا حال ہے اس سچی حدیث کے سبب سے ہم بے حدیثے نہیں ہیں۔ بے حدیثے اور ننگے وہ لوگ ہیں جو اُن حدیثوں پر چلتے ہیں جو افترا کی جا سکتی ہیں) ولیکن یہ (قرآنی حدیث) اُن (کتابوں) کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہیں اور ایماندار لوگوں کے لئے (ان قصوں کے مضمون میں) ہر ایک شئے کا کھلا بیان اور (معقولیت کے لحاظ سے) ہدایت اور (نتیجہ کے لحاظ سے) رحمت ہے (سچی حدیث میں یہ ساری صفتیں ہونی چاہئیں۔ جو حدیث ان صفتوں سے خالی ہو

قابل قبول نہیں۔ قرآن کا تفصیلِ کل شیٔ ہونا خود قرآن سے ہی ثابت ہے پھر ہمیں دین میں کسی اور حدیث کی کوئی ضرورت نہیں)

سُورۃ الرعد
مضمون اور نظم و ربط

اللہ تعالےٰ نے سابقہ سُورت میں حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر فرما کر اپنے اُن تصرفات کو دکھلایا ہے جنہیں وہ تمام مخلوقات کی زندگیوں میں کیا کرتا ہے۔ اس سورت میں قدرتی دلائل سے اپنے انہی تصرفات کو ظاہر فرمایا ہے اور ملاؤں نے جو خوارق بنا رکھے ہیں اُن کی تردید کی ہے اور بتلایا ہے کہ سچی تعلیم کے ساتھ ان کا کوئی علاقہ نہیں ہے ۔

اللہ تبارک وتعالےٰ نے اس سُورت میں بارش کی مثال دی ہے۔ بارش کے اُترنے سے ندی نالے اپنے اندازے کے مطابق بہہ نکلتے ہیں۔ اس سیلاب پر پہلے ایک جھاگ اُٹھتی ہے۔ اسی طرح جب سونے چاندی کو زیور بنانے کے لئے آگ میں گلایا جاتا ہے تو اس پر بھی ایک جھاگ آجاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آسمانی وحی کے نزول کے وقت جھاگ اُٹھا کرتی ہے۔ اور عقلی اصلاحوں کے وقت بھی جنہیں حکمت والے لوگ کوشش کر کے الٰہی رضامندی کے لئے پیش کیا کرتے ہیں۔ اُسوقت بھی جھاگ کا زور شور ہوتا ہے۔ جھاگ جو زمینی آمیزش سے پیدا ہوتی ہے وہ باطل کی طرح ہے اور صاف پانی اور سونا اور چاندی حق کی مثال ہیں۔ پھر جھاگ اور کف جاتی رہتی ہے، اور پانی اور سونا جو کارآمد چیزیں ہیں زمین میں قائم ہو جاتی ہیں۔ حق جو ایک اصلح چیز ہے اُسی کا ہی قیام ہوگا۔ اس مثال سے اشارۃً دکھلایا ہے کہ قریش آخر کار حق کے حامی بن جائیں گے اور اُن کی خطائیں معاف کی جائینگی۔ یوسف علیہ السلام کے بیان سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے ۔

بارش میں رعد بھی ہوتا ہے۔ رعد اُس بجلی کا نتیجہ ہے جو بادلوں کے تصادم سے پیدا ہوتی ہے۔ بجلی میں خوف وطمع دونوں ہوتے ہیں۔ رعد کے لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ مومنوں کو اگرچہ حق کے غلبہ کی اُمید ہوگی مگر ناقدر دانوں کے ہاتھ سے خوف وہراس بھی پیدا ہوگا اور گزند بھی پہنچیگی۔ اس سورت کا نام بھی رعد ہے ۔

اس سورت میں چھ رکوع ہیں :۔

پہلے رکوع میں ہر ارتقاء کی اجل مسمی دکھلا کر اور تدبیر و انتظام عالم کو سامنے لاکر یقین والوں کے لئے الٰہی ملاقات کی ضرورت پیش کی ہے اور فکر کرنے اور دھیان جمانے والوں کے لئے اپنے انعامات دکھلائے ہیں تاکہ انھیں منعم حقیقی کی ملاقات کا شوق پیدا ہو اور عقل والوں کے لئے اپنے انعامات کی رنگارنگی ظاہر کی ہے تاکہ وہ خدا تعالےٰ کے اختیار کو سمجھیں اور اُسکی حکمتوں کو جانیں اور اس بات کو بھی سوچیں کہ ہم امکان سے ترقی کرتے کرتے صاحبان عقل بن گئے تو کیا عقل پاکر ہی آگے ترقی نہ کریں گے بلکہ ضائع ہو جائیں گے۔ حاصل یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی ملاقات کی بڑی ضرورت ہے۔ اس کے ثبوت میں کسی معجزہ کے دکھلانے کی کیا حاجت ہے؟

دوسرے رکوع میں اللہ تعالےٰ کا جمال و جلال و کمال ظاہر کیا گیا ہے تاکہ اُس کی ملاقات کا شوق پیدا ہو۔ ہماری دعائیں قبول کرنیوالا اکیلا وہی ہے۔

تیسرے رکوع میں اُن نیک اعمال کا بیان ہے جن سے اللہ تعالےٰ راضی ہوتا ہے اور اُن برائیوں سے ڈرایا ہے جن سے مالک الملک ناراض ہوتا ہے۔ تاکہ الٰہی ملاقات کے لئے مناسب تیاری کی جائے۔

چوتھے رکوع میں خوارق کی تردید کی گئی ہے۔ گویا دکھلایا ہے کہ حق خود ہی ثابت ہے۔ اس کے لئے کسی خوارق کی ضرورت نہیں ہے۔

پانچویں رکوع میں ظاہر کیا ہے کہ رسول و ہدایت الٰہی اور حقانی تعلیم کی طرف ہی بلاتے تھے۔ وہ خود اصلی رستہ نہ تھے بلکہ رستہ کے دکھانے والے تھے۔

چھٹے رکوع میں رسولوں کی حقیقت کھولی گئی ہے۔ وہ بھی خدا تعالےٰ کے بندے ہی ہوتے ہیں۔ جلال اُسی کا ہے جو زمین کو اُس کے کناروں سے گھٹاتا لاتا ہے۔ کوئی اسکا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

ترجمہ وتشریح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ شروع اللہ کے نام کے ساتھ جو رحمان و رحیم ہے

(۱) الٓمّٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۭ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ

رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۞ المر (میں تمام علوم بیج کی طرح شامل ہیں)

یہ (حروف) ہر ایک کتاب (یا کتابِ فطرت) کی آیات ہیں (جو قرآن مجید میں اکٹھی کی گئی ہیں۔ اسلئے فرمایا) اور وہ (کتاب) جو تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اُتاری گئی ہے (کُل) حق ہے۔ ولیکن اکثر لوگ ایمان نہیں رکھتے۔

(قرآن حکیم سے علاوہ رسول کریم کی دیگر باتیں وحی الٰہی سے نہیں ہوتی تھیں۔ آنجناب ان باتوں کو عقل و شورے و تجربہ سے ہی دریافت کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کے تعامل سے بھی کوئی مناسب بات اخذ کر لیتے تھے۔ اگر قرآن کے علاوہ حضور کے پاس کوئی اور وحی ہوتی جو قرآن کے ساتھ مثلہٗ معہٗ بھی جاتی تو لازم تھا کہ آنحضور اُسے قرآن کی طرح ممتاز و محفوظ بنا کر ہمیں دے جاتے اور ہمارے پاس دو الگ الگ وحی کی کتابیں چلی آتیں۔ پس دوسری وحی کا ہونا یقیناً باطل ہے۔

حج ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے چلا آتا ہے۔ مکہ کے مشرک بھی کعبہ کا حج کرتے تھے۔ قرآن مجید نے اُن کی کئی ایک غلطیاں نکالی ہیں۔ باقی باتوں میں سے رسول کریم نے اُن کے کسی طریقہ کو جس میں کوئی حرج نہ ہو اگر لے لیا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح دیگر امور میں بھی یہود و نصاریٰ کے کسی ایک تعامل کو لے لینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہو سکتا۔ جب حضور کے پاس کوئی اور وحی نہ تھی تو قرآن کے علاوہ جو کچھ لیا گیا ہے اسی طرح سے ہی اخذ کیا گیا ہے۔ ہم بھی حدیثوں کو وحی نہیں جانتے۔ لیکن اگر ضرورت ہو تو اُن سے کام لے سکتے ہیں۔ جب تک حدیثوں کا وحی ہونا ثابت نہ کیا جائے تب تک ہمپر حدیثوں کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا جا سکتا)

(۲) اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۞

(قرآن خدا تعالےٰ کے ایمان کی طرف خدا تعالےٰ کا حسن و احسان و تصرف دکھلا

کر بلاتا ہے۔ ترتیب عالم سے اُس کے حسن کا پتہ لگتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے)
اللہ وہ (ذات پاک) ہے جس نے (ایتھر یں) سماوات کو ایسے ستونوں کے بغیر جنہیں تم دیکھا کرتے ہو (ہر طرف) اُٹھایا۔ (ایتھر میں یہ قوت رکھی کہ وہ اپنے اتصال کو کھونے کے بغیر ہر طرف یکساں اُٹھتا جائے۔ یہی قوت اس کے لئے ستونوں کا کام دیتی ہے۔ ہم اس قوت کو نہیں دیکھ سکتے۔ ایتھر کی اس قوت سے مادیات میں جذب و مدافعت پیدا ہوتی ہے اور اسی سے تمام عوالم کا کارخانہ چلتا ہے۔ اس قوت کے سر پر اللہ تعالیٰ کا ہی تصرف ہے۔ قوت کے سرے کو عرش کہتے ہیں۔ اس پر رحمان کا تسلط ہی راست آتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے) **پھر وہی عرش پر دارت آیا** (اور ٹھیک بیٹھا۔ وہاں صرف رحمان کا بیٹھنا ہی سجتا ہے۔ کیونکہ وہ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ ظاہر کی حیثیت سے وہ اثر پیدا کرتا ہے اور باطن کی حیثیت سے جہاں چاہتا ہے اُسے روک رکھتا ہے۔ آگے چلنے نہیں دیتا) **اور سورج اور چاند کو کام میں لگایا۔ ہر ایک مدت مقرر کے لئے چلتا ہے** (کئی سورج اور چاند ارتقاء کے لئے گم ہو گئے اور نئے نئے شمس و قمر دکھلائی دینے لگے) **وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے اور آیات کو کھولتا ہے تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات پر یقین کرو۔**

(۳) وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا ۖ وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ۖ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿﴾ (ترجمہ: خدا کا احسان غذا کے انعاموں سے واضح ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے) **اور وہی تو ہے جس نے** (جنس) **زمین کو** (حیوانات کے بسنے کے لئے) **پھیلایا** (اور مناسب طور پر وسیع کیا) **اور اس میں** (مضبوطی کے لئے) **پہاڑ اور** (غذا و زندگی بہم پہنچانے کے لئے) **ندی نالے بنائے۔** (پہاڑوں اور پہاڑی چشموں اور پہاڑی جھیلوں سے ہی دریا نکلتے ہیں۔ پانی اوپر سے نیچے کو بہتا ہے اور پست زمینوں کو سیراب کرتا ہے) **اور تمام پھلوں**

میں سے (رنگ ومزہ اور نرمی وسختی اور حرارت وبرودت اور رطوبت ویبوست کے لحاظ سے ہر مزاج کے مطابق) دو دو جوڑے بنائے (تمہارے ان نعمتوں کو حاصل کرنے کے لئے) وہ رات پر دن کو اُڑھاتا ہے۔ فی الحقیقۃ اس میں سوچنے والے لوگوں کے لئے ضرور نشانات ہیں۔

(۴) وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ (پھر تصرف و اختیار الٰہی کا پتہ مجبور نیچر کے اختلافات اور رنگارنگی سے لگتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے)

اور زمین میں ایسے قطعات ہیں جو پاس پاس ہوتے ہیں۔ اور (ان میں) انگوروں کے باغ اور (اناج کی) کھیتیاں اور (ایک ہی جڑ سے نکلی ہوئی اور (جھاڑ کی طرح) کئی جڑوں سے نکلی ہوئی کھجوریں ہوتی ہیں (انسان اپنے اختیار سے یہ فرق بنا لیتا ہے۔ لیکن قدرتی اشیاء میں بھی پاس پاس کے قطعات میں ایسا ہی فرق موجود ہوتا ہے۔ پھر کیا یہ فرق خدا تعالیٰ کے اختیار سے نہیں ہے؟ اختیار کا کام اختیاری ذرائع سے ہی ہو گا) ان قطعات کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ہی ان (ثمرات) کے بعض کو بعض پر کھانے میں (اور ذائقہ کے لحاظ سے) فضیلت دیتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں عقلمند لوگوں کے لئے نشانات (اور دلائل) ہیں۔ (کیا انسان عقلمند بنائے جانے کے بعد فنا کیا جا سکتا ہے؟ جب انسان کو عقل دی گئی کہ وہ آئندہ بھی ترقی کرے تو ایسی تیاری کے بعد اسے اس تیاری کے لئے موقعہ نہ دینا خلاف عقل نہیں ہے؟)

(۵) وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ

جَدِيۡدٍ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ‌ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الۡاَغۡلٰلُ فِىۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ‌ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ‌ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ‏

(جب انسان عقلمند بنگیا تو اُس کے لیۓ فرائض بھی مقرر ہو گئے۔ ان فرائض کی جوابدہی کے لئے عالم آخرت ضروری ہے جیسا کہ فرمایا)

اور اگر تو تعجب کرے تو (بلاشبہ) اِنکا یہ قول انوکھا ہی ہے کہ کیا جب ہم مٹی ہو جاتے ہیں تو بلاشبہ ہم ضرور نئی پیدائش میں ہوتے ہیں (کفار اپنے آپ کو نری وہ مٹی ہی سمجھتے تھے جو مرنے کے بعد پھر دوسری چیزوں کی تیاری میں لگ جاتی ہے۔ وہ نئے اناج کے لئے کھاد کا کام دیتی ہے اور اس طرح سے دوسرے حیوانوں اور انسانوں کے جسم کا جز بنجاتی ہے۔ وہ مٹی بھی اسطرح آگے نئے نئے ارتقاء پاتی ہے۔ اور اس کی جگہ دوسری نئی مٹی بنتی جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہروقت پیدا کرتا رہتا ہے اور موجودہ مخلوقات کو آگے بڑھاتا جاتا ہے۔ انسانی روح اور نسمہ اس کثیف مٹی سے غیر ہوتے ہیں۔ سو جب ہمارا جسم کثیف مٹی ہو کر بکھر جائے تو اُسوقت ہماری روح اگر نسمہ کے جسم کے ساتھ احکم الحاکمین کی پیشی میں آجائے تو اس میں کونسا مقام حیرت ہے۔

ریشم کا کیڑا انڈے کے چھلکے کو پھوڑ کر نکل آتا ہے۔ اسوقت اس کو اس چھلکے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ پھر وہ کئی قسم کے پوست بدلتا ہے۔ لیکن کیڑا وہی رہتا ہے۔ پھر اُس پر ریشم کا غلاف چڑھ جاتا ہے اور وہ کچھ دیر کے لئے بےحس و حرکت پڑا رہتا ہے۔ بعد ازاں وہ اس غلاف کو چیر کر پردار بن جاتا ہے اور نسل بڑھاتا ہے۔ ان سب حالتوں میں اُس کیڑے کی شخصیت نہیں بدلتی۔ لیکن جب وہ اپنے اس کثیف جسم کو بھی چھوڑ جاتا ہے اور غیر مرئی حالت میں پہنچ جاتا ہے تو لوگ اپنے نہ دیکھنے کے سبب کہتے ہیں کہ اب وہ غیر مرئی حالت میں بھی نہیں ہے۔ ایسا خیال کرنا سراپا خلاف عقل ہے)

یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار (یعنی ترقی دینے والے) کی قدر نہیں کی اور یہی لوگ ہیں کہ جنکی گردنوں میں (کثیف مادیت کے)

طوق ہیں (جن کے سبب آئندہ ترقیات کے اُمیدوار نہیں) اور یہی لوگ آگ میں رہنے والے ہیں۔ یہ اس میں رہ پڑنے والے ہیں۔ (جب تک وہ طوق اُن کے گلے سے نہ اُتر جائیں)

(۶) وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۗ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (رسول خدا تعالیٰ کے حکم کے ساتھ چاہتا ہے کہ یہ لوگ آخرکار بھلے نتیجہ پر پہنچیں۔ لیکن ناقدردان لوگ کہتے ہیں کہ بھلا نتیجہ تو پیچھے دیکھا جائیگا۔ تم جس عذاب کا وعید ہمارے افعال کے نتیجہ میں بتلاتے ہو اُسے ابھی لاکر دکھلاؤ۔ اسلئے فرمایا)

اور بھلے نتیجہ سے پہلے یہ لوگ تجھ سے عذاب کو جلدی سے مانگتے ہیں اور ان سے پہلے عذاب کے نمونے گزر چکے ہیں (عذاب کے جلدی لانے میں تیرا کوئی اختیار نہیں۔ سابقہ نمونوں سے عبرت پکڑیں۔ ارحم الراحمین بھی عذاب بھیجنے پر جلدی نہیں کرتا۔ وہ لوگوں کے ظلموں پر بھی اصلاح کے لئے موقع دیا کرتا ہے) اور بلاشبہ تیرا رب لوگوں کے لئے اُن کے ظلموں کے باوجود بخشش کر دیا کرتا ہے اور (جب پیمانہ لبریز ہوجائے تو) بلاشبہ تیرا رب بالضرور سخت عذاب والا بھی ہے۔

(۷) وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ ۖ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ اور کافر کہتے ہیں (کہ ہمنے اس سے عذاب کا نشان مانگا ہے۔ اور یہ بھی ہماری سختیوں سے تنگ آیا ہوا ہے ضرور ہے کہ یہ ہم سے ستائے جانے کے سبب اپنے رب سے ہمارے عذاب کے لئے درخواستیں کرتا ہوگا۔ پھر اس کا رب اس کی خواہشوں کو پورا کیوں نہیں کرتا اور) اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں اُتارا گیا (اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو فرماتا ہے کہ) سوائے اس کے نہیں کہ تو تو ایک ڈرانے والا اور ہر قوم کے

لئے ہدایت دینے والا ہے (یعنی تو ایک انسان ہے۔ خدائی تصرفات تیرے ہاتھ میں کیونکر دئے جا سکتے ہیں۔ اگر ایسے تصرفات تیرے ہاتھ میں دئیے جاتے تو تو کب تک صبر کرتا تو تو اسوقت تک ان کا فیصلہ بھی کر دیتا۔ حالانکہ ان میں سے اکثروں نے مومن بننا تھا۔ ایسے تصرفات کسی اور ہادی کے ہاتھ میں بھی نہیں دئے گئے۔ پھر تو سب قوموں کے لئے نوع انسان کے خاتمہ تک ہادی ہے۔ اگر الٰہی تصرفات تیرے ہاتھ میں دئے جاتے تو آئندہ قوموں کے لئے بھی تو ہی خدا بن جاتا اور سب قومیں تجھی کو ہی پکارتیں۔ اسی شرک کے مٹانے کے لئے تو تجھکو بھیجا ہے۔ پھر ایسے تصرفات تیرے ہاتھ میں کیونکر دئے جا سکتے تھے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ اے رسول تو قرآن کے ذریعہ سے سب قوموں کے لئے ہادی ہے جیساکہ پہلے سورت انعام میں فرمایا گیا ہے اور زبان رسول سے کہلوایا ہے کہ یہ قرآن میری طرف اسلئے نازل کیا گیا ہے تاکہ میں تم کو اس کے ساتھ ڈراؤں اور اُن کو بھی جن کے پاس یہ پہنچے ہے)

• رکوع دوم (۸) اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثٰى وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۖ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ (اب آگے اُس ذاتِ پاک کا ذکر ہے جس کے ہاتھ میں تمام فوق الفطرت تصرفات ہیں۔ پس زمین و آسمان کی کنجیاں اُس کے ہاتھ میں ہیں۔ اس سبب سے بھی اُس کی ملاقات کا شوق پیدا ہوتا ہے جیساکہ فرمایا)

اللہ ہی جانتا ہے جو ہر مادہ اپنے پیٹ میں اُٹھاتی ہے اور اُس کو (بھی جانتا ہے) جو (یا جسقدر) رحم گھٹاتے ہیں اور جسقدر بڑھاتے ہیں

(رحم حمل کی مدت کو بھی گھٹاتے بڑھاتے ہیں اور بچہ میں بھی کمی وبیشی کر دیتے ہیں۔ کوئی بچہ قبل از وقت گر جاتا ہے اور کبھی دو دو اور تین تین بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ کوئی بچہ پورا پیدا ہوتا ہے اور کوئی ادھورا۔ کوئی خوبصورت پیدا ہوتا ہے اور کوئی بدصورت یہ سب کام ایسے اندازوں کے ساتھ ہوتے ہیں جنکا پورا علم صرف خدا تعالےٰ کو ہی ہوتا ہے۔ یہی حال تمام چیزوں کا ہے) **اور اس کے ہاں ہر شے اندازہ کے ساتھ**

ہوتی ہے (پھر قدرتی اندازوں کے برخلاف قرآن کی تشریح کرنا سراسر غلط ہے)

(۹) عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ۝ (اس کے علم کا یہ حال ہے کہ) وہ چھپے اور کھلے کو (یکساں) جاننے والا (سب بڑوں پر) بڑائی والا (تمام مخلوقات کے علم سے) اونچا ہے۔

(۱۰) سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۝ (اس کے آگے برابر ہیں) وہ شخص جو تم میں سے بات کو دل میں چھپائے اور وہ جو اسے پکار کر کہے اور (اسی طرح) جو رات میں کہیں چھپنے والا ہو اور دن کو کھل کر چلنے والا ہو (برابر ہیں)

(۱۱) لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۗ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُونِهِ مِنْ وَّالٍ ۝ (خدا تعالیٰ نے انسان کے لئے حفاظت کے سامان بنائے ہیں۔ مگر وہ سامان اس کے حکم کے بغیر کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے بلکہ اکثر دفعہ ضرر کا موجب بن جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے)

اس (انسان) کے لئے آگے اور پیچھے سے محافظ ہوتے ہیں جو اسکی وہی حفاظت کرتے ہیں جو اللہ کے حکم سے (صادر) ہوتی ہے۔ بلاشبہ اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ اُس (اپنی خیالی و اعتقادی حالت) کو نہ بدلیں جو اُن کے نفسوں کے ساتھ (قائم) ہے اور جب اللہ کسی قوم کو تکلیف دینے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کے لئے ٹلنا نہیں ہو سکتا اور اُن (لوگوں) کے لئے کوئی نزدیک آنیوالا نہیں ہوتا

(کہ اُن کی مدد یا شفاعت کرے)

(۱۲) هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝ (اللہ تعالےٰ کا مقابلہ کوئی مخلوق چیز نہیں کر سکتی۔ انسان جو صاحب اختیار ہے اگرچہ وہ تمام زمین کا بادشاہ ہو اور حکمت میں سقراط سے ہزاروں گنہ بڑھکر ہو پھر بھی وہ زلزلوں کو نہیں روک سکتا۔ جبکہ بھاری بھاری بادل آئیں اور بجلیاں آنکھوں کو خیرہ کریں اور اوپر سے شعلے گریں اور کڑک سے لوگ دل جائیں تو کوئی شخص ان بادلوں پر حکم نہیں چلا سکتا۔ اضطرار کے وقت سب لوگ خدا تعالےٰ کو ہی پکارتے ہیں۔ یہاں بجلی اور بادلوں کے نظارہ سے انسان کی کمزوری کا نقشہ دکھلایا گیا ہے)

وہی (خدا) تو ہے جو تم کو ڈرانے اور اُمید دلانے کے لئے بجلی دکھلاتا ہے (بجلی سے بارش اور ہوا کی صفائی کی اُمید حاصل ہوتی ہے) اور وہ بھاری بھاری بادل اُٹھاتا ہے۔

(۱۳) وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝ اور کڑک اُس کی حمد کے ساتھ اُس کی پاکیزگی بولتی ہے (جب اوپر نیچے کے بادلوں میں یکساں بجلیاں ہوتی ہیں خواہ وہ مثبت ہوں یا منفی تو اُن بادلوں میں مدافعت پیدا ہو جاتی ہے اور سخت کڑک کے بعد اُمید ہوتی ہے کہ اب بادل کھل جائیگا اور بارش سے جس تکلیف کا اندیشہ ہوتا ہے وہ جاتی رہتی ہے۔ کڑک خطرے سے بچانے کے سبب خدا تعالےٰ کی خوبیاں دکھلاتی ہے اور اُس کی پاکیزگی کا اظہار کرتی ہے۔ کڑک سے یہ بھی پتہ لگ جاتا ہے کہ ہم بجلی کے شعلے سے بچائے گئے ہیں۔ کیونکہ شعلہ تیز رفتاری کے سبب کڑک سے پہلے ہی پکڑ لیا کرتا ہے۔ پکڑ سزا ہونے کے لحاظ سے بھی خوبی اور پاکیزگی ہی ظاہر کرتی ہے اور معافی مل جانے سے بھی آئندہ کے لئے

خدا تعالےٰ پر توکل پیدا ہوجاتا ہے۔ پس معانی بھی رحمت کے لحاظ سے خدا تعالےٰ کی خوبی اور پاکیزگی ہی پر دلالت کرتی ہے فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

رعد کی طرح ملائکہ بھی کارکنان قدرت ہیں۔ ملائکہ عقل حیوانی کی طرح بے اختیار ہیں۔ وہ انسانوں کے خادم ہیں۔ اُن کی خدمتگذاری خدا تعالےٰ کے حکم کے ماتحت ہوتی ہے۔ جب اُن کو وحی ہوتی ہے تو وہ مومنوں کو ثابت قدم رکھتے ہیں ۱۲ ۔ جب سزا کا حکم ہوتا ہے تو ملائکہ خود بھی خوفزدہ ہوجاتے ہیں اور اس قابل نہیں رہتے کہ کسی کی شفاعت کا خیال کرسکیں یا ازخود ہی اس کی کوئی خدمت بجالاسکیں۔ جب اُنکی دہشت جاتی رہتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے وہی فرمایا اور وہی کیا جو حق ہے ۲۲/۹ اسلئے ارشاد ہے) اور فرشتے (بھی) اُس کے خوف سے (اس کی پاکیزگی دکھلاتے ہیں) اور وہ (باختیار خود) شعلے بھیجتا ہے (جو بیہوشی اور موت کا باعث بن جاتے ہیں) پھر وہ ان (شعلوں) کو اُن پر پہنچاتا (یا گراتا) ہے جن پر (وہ اپنی حکمت کے مطابق) چاہتا ہے (خدا ایسا قادر مطلق ہے) اور یہ (مشرک) اسی (واحد) خدا کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں حالانکہ وہ سخت پکڑ والا ہے + (اس کے مجرم کو کوئی پناہ نہیں دے سکتا ہم سب کو چاہیئے کہ اُسی کی پناہ میں آجائیں اور اسی سے دعائیں مانگیں جیسا کہ آگے سکھایا گیا ہے)

(۱۴) لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝ سچی پکار اسی کے لئے

خاص ہے (نیچرل سامانوں سے فائدہ اُٹھانا خدا کے انعاموں سے ہی فائدہ اُٹھانا ہے۔ اچھے نتیجے کے لئے اُسی کو ہی پکارنا لازم ہے۔ مصیبت اور گھبراہٹ کے وقت جبکہ کوئی قدرتی سہارا نظر نہ آتا ہو تو ایسی حالت میں اس کے ساتھ کسی اور کو پکارنا سخت ظلم ہے۔ خدا کو تو دل کے اندر سے بھی پکارا جاسکتا ہے اور اس کے آگے فریاد کی جاسکتی ہے) اور وہ لوگ جو اس (خدا) کے سوائے (اوروں کو)

پکارتے ہیں وہ اُن کی کچھ قبولیت نہیں کر سکتے ہاں (انکا پکارنا ایسا ہی لچر ہے) جیسے کوئی شخص اپنی دونوں ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلائے تاکہ وہ (پانی) اس کے مُنہ کو (یونہی اُڑکر) پہنچ جائے حالانکہ (یوں) وہ اُس (کے مُنہ) کو پہنچنے والا نہیں اور کافروں کی پکار یونہی بیکار جاتی ہے (اس آیت سے دعا کے لئے ہتھیلیوں کا پھیلانا اور دونوں ہاتھوں کا اُٹھانا صاف ثابت ہوتا ہے۔ صرف ایک خدا ہی ہے جو کبھی خالی ہاتھ نہیں بھیجتا۔ دعا ایک عبادت ہے۔ اس سے عبادت کا فائدہ تو ضرور ہی ملتا ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بارش کے طلب کرنے اور زیادہ بارشوں سے بچنے کے لئے دعائیں مانگنی چاہئیں۔ اسی طرح خوشی کے وقت بھی شکر بجالانا اور اگر ہو سکے تو صدقہ کرنا نہایت ہی خوب ہے۔ ہمیں حکم ہے کہ صبر اور نماز کے ذریعے سے مدد مانگو۔ خدا کی مہربانی کے بغیر کوئی مخلوق ایک آن بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ اسکی ضرورت ہمیں ہر حال میں رہتی ہے اور ہم ہر وقت اس کے آگے ساجد ہیں۔ خواہ وہ سجدہ خوشی سے یا جکڑے ہوئے کریں۔ ہمارے سائے تو ہر وقت اس کے آگے ذلیل وخوار ہیں جیسا کہ آگے آتا ہے)

(۱۵) وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں طوعًا وکرھًا اس خدا کو سجدے کر رہے ہیں (مشرک بھی اپنے دُکھوں میں اسی کو پکارتے ہیں۔ سب کو قوانین فطرت سے دبنا پڑتا ہے۔ جسم سے غلاظت کو نکالنے کے واسطے آدمی دوڑے جاتے ہیں) اور اُن کے سائے بھی صبح و شام (گندی نالیوں اور دیگر غلاظتوں پر لیٹتے ہوئے اپنی ذلت دکھلا رہے ہیں اس ذلت سے کوئی رسول و نبی بھی باہر نہیں $\frac{14}{12}$ اس آیت کو دیکھکر ہمارے لئے ساجد ہو جانا ہی مناسب ہے۔ اُس کے سوائے اور کون رب ہو سکتا ہے)

(۱۶) قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا قُلْ

هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۵ اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۵ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۵

تو کہہ آسمانوں اور زمین کا کون رب ہے (چونکہ اسکا جواب صاف تھا اسلئے خود ہی فرما دیا) تو کہہ اللہ ہے (جب بات یہ ہے تو) تو کہہ پھر کیا تم نے اس کے سوائے اور کارساز بنا لئے ہیں جو اپنی جانوں کے لئے بھی نفع اور ضرر کے مالک نہیں ہیں تو کہہ کیا اندھا (مشرک) اور دیکھنے والا (مومن) یکساں ہیں یا کیا (توہمات کی) تاریکیاں اور (عقل و وحی کا) نور برابر ہیں۔ یا کیا ان لوگوں نے خدا کے لئے ایسے شریک بنائے ہیں جنہوں نے اس (خدا) کے پیدا کرنے کی طرح پیدا کیا ہو۔ پھر ان کے آگے پیدائش مخلوط ہو گئی ہو (اگر مسیح علیہ السلام نے پھونکیں مار کر کوئی جانور بنائے ہوں اور خدا نے بھی ویسے ہی جانور بنائے ہوں تو کون کہہ سکتا ہے کہ یہ مسیح کی پھونکوں سے بنے ہوئے جانور ہیں اور وہ جانور خدا کے حکم سے پیدا کئے گئے ہیں) تو کہہ اللہ ہی ہر ایک چیز کا خالق ہے اور وہ اکیلا ہی غالب ہے (اُسے کوئی ضرورت نہیں کہ وہ کسی کو پیدا کرنے میں اپنے ساتھ ملائے)

(۱۷) اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِى النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۵ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۵

(حق و باطل اور شرک و توحید کی مثال ایسی ہے جیساکہ ارشاد ہے) اس (خدا) نے آسمان سے پانی اُتارا۔ پھر نالے اپنے اندازے کے مطابق بہہ نکلے۔ سو سیلاب نے اوپر آنیوالا جھاگ اُٹھایا اور اُس (سونے چاندی) سے بھی جسے لوگ آگ میں تپاتے ہیں تاکہ کوئی زیور یا کوئی اور اسباب حاصل کریں تو اسپر بھی مثل اس کے جھاگ (اُٹھ آتا ہے) اللہ تعالےٰ حق اور باطل کی مثال اس طرح پر بیان کرتا ہے۔ سو جو جھاگ (ہوتا ہے) تو وہ یونہی رائگاں جاتا ہے لیکن وہ چیز جو آدمیوں کو نفع دیتی ہے سو وہ زمین میں قائم ہو جاتی ہے۔ اللہ اسی طرح سے (مناسب موقعہ پر) مثالیں بیان کیا کرتا ہے۔

(۱۸) لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ۚ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ۗ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۗ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

(اس حق و باطل کی تمیز سے دو قسم کے لوگ پیدا ہوتے ہیں جیساکہ ارشاد ہے) ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا (یعنی حق کی پیروی کی) بہتری ہے (یعنی اُنھیں دنیا و آخرت میں ترقیات ملینگی) اور وہ لوگ جنہوں نے اس کا حکم نہیں مانا تو اگر یہ بات ہو کہ اُن کے لئے جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ ہو اور اس کی مثل اور بھی ہو تو وہ (اپنے گناہوں کے) عوض میں دیدیتے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے حساب کی سختی ہوتی ہے۔ اور جہنم اُنکی جائے پناہ ہے اور (اگرچہ وہ آخرکار بچ جائیں گے لیکن) وہ بہت بُرا بچھونا ہے (جو ایسے مریض اپنے لئے خود ہی تیار کرتے ہیں۔ اسی طرح نیکوکار اپنے لئے بچھونے تیار کرتے ہیں ۲۱/۸)

رکوع سوم (۱۹) اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۗ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (اور پر حق و

باطل کو مثال سے سمجھایا ہے اور ان کے نتیجے دکھلائے ہیں۔ اس جگہ حق و باطل کے متعلق ایک سوال کیا جاتا ہے) کیا (تم حق و باطل کی حقیقت کو نہیں دیکھتے) پھر (اس بات کو بھی نہیں سمجھتے کہ) جو شخص اس بات کو جانتا ہے کہ جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اتارا گیا ہے حق ہے۔ اس شخص کی مانند ہے جو اندھا ہے (اور حقیقت سے اس نے منہ موڑا ہوا ہے) سوائے اس کے نہیں کہ صاحبان مغز ہی اثر قبول کرتے ہیں۔

(۲۰) الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝

(صاحبان مغز وہ لوگ ہیں) جو اللہ کے عہد کو (جیسے وہ اپنے مالک کے ساتھ باندھتے ہیں) پورا کرتے ہیں اور عہد کو (اس کے پختہ کئے جانے کے بعد کبھی بھی) نہیں توڑتے۔

(۲۱) وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝ اور جو لوگ اُس کو جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے جوڑتے ہیں (یعنی رشتے ناطوں کا خیال رکھتے ہیں اور صلح و امن کو بڑھاتے ہیں) اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی کا خوف کرتے ہیں (جو شخص اللہ تعالیٰ کے خوف کو سامنے رکھتا ہے اسکا آسان سا حساب ہوتا ہے اور جو شخص مقابلے کے ساتھ بدیاں کرتا ہے اس کے حساب میں بڑی کاوش کی جاتی ہے حساب کی سختی کے یہی معنی ہیں)

(۲۲) وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ اور جو لوگ اپنے رب کی توجہ (اور رضامندی) طلب کرنے کے لئے صبر کرتے ہیں اور نماز کو

سیدھا بناتے ہیں اور اس چیز سے جو ہم نے انھیں رزق دیا ہے چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں اور (جب لوگ انھیں ستاتے ہیں تو) نیکی کے ساتھ بدی کو دور کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لئے اس (دنیا کے) گھر کا نیک انجام ہے۔

(۲۳) جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ (وہ نیک انجام) ہمیشگی کے جنت ہیں۔ وہ اور جو اُن کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولاد سے نیک بنے ان (جنتوں) میں (اپنے اپنے وقت پر) داخل ہوتے ہیں اور فرشتے ہر دروازے سے اُن کے سامنے آتے ہیں۔

(۲۴) سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝

(یہ کہتے ہوئے کہ) تم پر تمہارے صبر کرنے کی بدولت سلام ہے سو اس گھر کا انجام بہت خوب ہے۔

(۲۵) وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝ (آگے اُن لوگوں کا ذکر ہے جو باطل کے پیرو ہیں چنانچہ ارشاد ہے) اور جو لوگ اللہ کے عہد کو اس کے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اُسکو قطع کرتے ہیں اور زمین میں فساد ڈالتے ہیں۔ یہ لوگ جو ہیں تو اُن کے لئے لعنت (یعنی رحمت خدا سے دوری) ہے۔ اور اُن کے لئے اس گھر کا بُرا انجام ہے

(۲۶) اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ؕ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا مَتَاعٌ ○

(لوگ ان فسادوں کے ذریعے سے چاہتے ہیں کہ اپنی روزی حاصل کریں۔ روزی خدا سے مانگنی چاہئے اسلئے کہ) اللہ جس کے لیے (اپنی حکمت سے) چاہتا ہے (کیونکہ اُسکا چاہنا حکیمانہ ہی ہوا کرتا ہے) روزی کی فراخی کرتا ہے اور اندازے کے مطابق بھی دیتا ہے اور (یہ لوگ دنیا ہی کا خیال رکھتے ہیں سو) یہ دنیا کی زندگی پر ریجھے ہوئے ہیں اور (یاد رہے کہ) دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں صرف ایک بے حقیقت فائدہ ہے۔ (اس رکوع میں نیکی اور بدی کے بنیادی حکم دکھلائے گئے ہیں ان حکموں سے تجاوز کر کے کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے۔ ایک شخص علم حساب کے متعلق ایک کتاب لکھتا ہے اس میں جمع و تفریق وضرب و تقسیم۔ کسور و جذر وغیرہ کے اصول بیان کرتا ہے اور اُن کے متعلق مناسب مثالیں پیش کر دیتا ہے تو اس سے اسکا منشاء یہ ہوتا ہے کہ انہی اصولوں کے مطابق انہی مثالوں کے قاعدے سے دوسرے سوالات بھی حل کر لئے جائیں۔ اسلئے لازم ہے کہ جو فروع پیش کیے جائیں اُن کا اُن اصول کے مطابق ہونا دکھلایا جائے۔ وہ اس اصول کی فرع نہیں ہوسکتی جس کا اس اصول کے ساتھ تعلق نہ دکھلایا جائے نام رکھ دینے سے کوئی چیز کسی اصل کی فرع نہیں بن سکتی۔ ایسے فروع کا ثبوت عقل و تجربہ پر ہی چھوڑا جا سکتا ہے)

رکوع چہارم (۲۷) وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ ۚۖ (مشرک کہتے ہیں کہ یہ رسول باتیں تو حکمت کی بتلاتا ہے لیکن کوئی معجزہ نہیں دکھلاتا جس سے ہم جان لیں کہ یہ باتیں خدا کی طرف سے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے) اور کفر کرنیوالے لوگ یہ کہتے ہیں کہ کیوں اسپر اسکے رب کی طرف سے کوئی نشان نہیں اُتارا جاتا (انسان کو اللہ تعالےٰ نے

کسی قدر اختیار دیا ہے یہ اپنے اختیار سے ہی کفر و گمراہی کو لے لیتا ہے اور خدا کی طرف رجوع کرنے سے ہی ہدایت پر آجاتا ہے۔ اس کو ذکر الٰہی سے اطمینان ملتا ہے۔ اس تعلیم کو وہ خدا کے لائق دیکھتا ہے اور خدا کے فرمانے کے مطابق اس دنیا میں بھی ظاہری و باطنی نتائج کو مشاہدہ کر لیتا ہے۔ اس سے اس کو حق کی طرف زیادہ ترقی ملتی جاتی ہے۔ اگر اس کو ایسے معجزے دکھلائے جائیں جو اُسے ایمان لانے پر مجبور کر دیں تو اسکا ایمان اختیاری نہیں رہیگا۔ اور خدا کا وہ قاعدہ بھی نکما ہو جائیگا جس کے مطابق وہ انسان کو اس کے ظلم و شرارت کی وجہ سے غلطی میں ڈالنے کی سزا دیتا ہے اور رجوع کرنیوالے کو ترقی اور اطمینان بخشتا ہے اسلئے فرمایا) تو کہہ دے بلا شبہ اللہ (ظلم و شرارت کی سزا میں) جسے چاہتا ہے غلطی میں ڈالدیتا ہے اور اُسے جو رجوع کرتا ہے اپنی طرف راہ دکھاتا ہے۔

(۲۸) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ؕ (وہ رجوع کرنیوالے لوگ ہیں) جو (اللہ پر) ایمان لائے اور ان کے دل خدا کے ذکر (یعنی قرآن) سے اطمینان پکڑتے ہیں۔ سُن رکھو خدا کے ذکر سے دل اطمینان پاتے ہیں۔

(۲۹) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ۝

(۳۰) وہ لوگ جو ایمان لائے اور صلاحیت والے عمل کئے اُن کے لئے خوشحالی اور عمدہ ٹھکانا ہے۔

(۳۰) كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۠ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝ (تمام رسولوں کو ہم نے ایسی ہی تعلیم کے ساتھ بھیجا ہے مگر جہالت پسند

اور مقلد لوگوں نے اس تعلیم کے سرچشمے یعنی وحی الٰہی میں ملاوٹ پیدا کر دی ہے۔ ہم نے تیری طرف اس محفوظ قرآن کو بھیجا ہے اس میں وہی تعلیم حفاظت کے ساتھ ہمیشہ کے لئے قائم کی گئی ہے۔ یہی اس قرآن کا اصلی نشان ہے۔ سو جس طرح ہم نے دوسرے رسولوں کو حق کے ساتھ بھیجا) اسی طرح ہم نے تجھ کو بھی ایسی جماعت میں بھیجا جن کے پہلے بہت سی اُمتیں گزر چکی ہیں تاکہ تو اُن پر اسی چیز (یعنی قرآن) کی تلاوت کرے جو ہم نے تیری طرف وحی کی ہے اور (ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ) یہ رحمان کے ساتھ کفر کر رہے ہیں۔ تو کہہ وہی میرا رب ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں (جس کی رضا کو مقدم جانا جائے) اسی پر میں نے توکل کیا اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے ◆

(۳۱) وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَ لَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ اور اگر یہ بات ہوتی کہ کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اُس کے ساتھ پہاڑ چلائے جاتے یا اس کے ساتھ زمین کو (ایک دم میں) قطع کیا جاتا یا اس کے ساتھ مردے بلائے جاتے (تو یہ قرآن بھی ایسا ہی ہوتا۔ لیکن یہ خیال غلط ہے کوئی کتاب ایسی نہیں کہ جسکی تعلیم کے ساتھ یہ کام بھی ہوتے جائیں) بلکہ اختیار سارے کا سارا اللہ کے لئے ہے۔ پھر کیا ایماندار اس بات کو جان کر (کافروں کے ایمان سے) مایوس نہیں ہوئے کہ اگر اللہ چاہتا تو تمام انسانوں کو اکٹھے ہی ہدایت دیدیتا اور کافروں کو تو اپنی کرتوتوں کے سبب بلائیں پہنچتی رہیں گی یا اُن کے گھروں

کے قریب (ان کے اردگرد) اترتی رہیں گی۔ یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آجائے (اور اہل اسلام کو آزادی مل جائے) بلاشبہ اللہ وعدے کا خلاف نہیں کرتا۔

رکوع پنجم (۳۲) وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ قف فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝

(جب کسی رسول نے ایسا معجزہ نہیں دکھایا تو ضرور ہے کہ کافروں نے اُن کو ٹھٹھے میں اڑایا ہو۔ اسلئے فرمایا) اور تجھ سے پہلے تمام رسولوں سے ٹھٹھا کیا گیا۔ پھر میں نے کافروں کو (ایک وقت تک) مہلت دی۔ پھر انھیں پکڑ لیا۔ سو میرا عذاب کیسے ہوا۔ (حکم الٰہی کے مطابق حق کا غالب ہو جانا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔ حق کو ہمیشہ بالضرور غلبہ ملتا جائیگا)

(۳۳) أَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ج وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ط قُلْ سَمُّوْهُمْ ط أَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ط بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝

کیا (وہ خدا اپنے قدرتی قوانین کو توڑ کر ان کا نکما ہونا ظاہر کریگا؟) پھر وہ کون ہے جو ہر نفس پر اُس کی کمائی کے مطابق (جزا دینے کے لئے) کھڑا ہے (یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اُن کے شفیع انھیں بچا لینگے اسلئے فرمایا) اور انھوں نے خدا کے لئے شریک بنا لئے ہیں (اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریک بنائے ہوئے ہی ہوتے ہیں۔ مشرک ان کا نام بالغیر شریک رکھتے ہیں۔ ایسا نام کا شریک بھی کوئی نہیں ہے اسلئے ارشاد کیا) تو کہہ ان کا نام تو لو۔ (جن کو خدا نے اپنے ساتھ بالغیر احکم الحاکمین اور بالغیر اصل مطاع اور بالغیر منتہائے سوال اور بالغیر حکم مطلق بنایا ہو) یا کیا تم اس (خدا) کو اُس چیز سے خبردار کرتے

ہو جسے وہ زمین میں بھی نہیں جانتا یا کیا نری اوپری باتیں بناتے ہو (جسطرح زنگی کا نام کافور رکھ لیتے ہو) نہیں نہیں بلکہ کافروں کے لئے اُن کے اس بُرے خیال کو زینت دی گئی ہے اور اصل راستے سے روکے گئے ہیں اور جس کو اللہ (اپنی حکمت کے مطابق) غلطی میں ڈال دے (جیساکہ وہ ظالموں کے ساتھ کیا کرتا ہے ۱۳/۱۶) تو اُس کے لئے کوئی ہادی نہیں بن سکتا +

(۳۴) لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ اُن کے لئے اس دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور بالضرور آخرت کا عذاب بڑی مشقت والا ہے۔ اور اللہ کی طرف سے اُن کے لئے کوئی بچانے والا نہیں (بنایا گیا)

(۳۵) مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۝ (دوسرے عالم کی حقیقت اِسوقت انسان کے فہم میں نہیں آسکتی اسلئے آگے جنت کو مثال کے طور پر بیان کیا گیا ہے) اس جنت کی مثال جسکا خوف خدا رکھنے والوں کو وعدہ دیا گیا ہے ایسی ہے کہ اس کے نیچے سے نہریں جاری ہیں۔ اُس کے پھل اور سائے قائم رہتے ہیں۔ یہ تو پرہیزگاروں کا نیک انجام ہے اور کافروں کا بدانجام آگ (یعنی جلن) ہے +

(۳۶) وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۭ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ

اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝

(اس قرآن کو سنکر نیک اہل کتاب خوشیاں مناتے تھے جیسا کہ ارشاد ہے)
اور وہ لوگ جن کو ہم نے کتابیں دی ہیں وہ اس (کتاب) پر جو تیری طرف اُتاری گئی ہے خوشیاں کرتے ہیں اور دیگر جماعتوں سے ایسے لوگ ہیں جو اس کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں تو (اُنھیں) کہدے کہ سوائے اس کے نہیں مجھے تو حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں (اور اس کی رضا کو ہی مقدم جانوں) اور اس کے ساتھ کسی اور کو نہ ملاؤں۔ اسی کی طرف میں بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا (ترقی کے لئے) رجوع ہے۔

(۳۷) وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝

اور (جسطرح اس توحید کو تمام دنیا کے لئے اصل بنایا ہے) اسی طرح ہم نے اس (قرآن) کو عربی حکم بنا کر بھیجا ہے۔ اور اگر تیرے پاس اس علم کے آنے کے بعد تو نے ان کی خواہشات نفسانی کی پیروی کی تو (یاد رکھ کہ) تیرے لئے بھی اللہ کی جانب سے نہ کوئی سرپرست ہے اور نہ کوئی حفاظت کرنے والا ہے۔

رکوع ششم (۳۸) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝

(رسول کوئی خدا بنا کر نہیں بھیجے جاتے وہ بندوں کی طرح بندے ہی ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے) اور البتہ تحقیق ہم نے تجھ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور اُن کے لئے بیویاں

اور اولاد بنائی اور کسی رسول کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی (معمولی سا) نشان بھی لا سکے (ہر بات میں خدائے تعالیٰ کا اختیار ہے خدا تعالیٰ جب کسی رسول کو بھیجتا ہے تو لوگ اس کو ستاتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کے لئے صبر کرتا ہے اور مصیبتیں اُٹھاتا ہے۔ اسوقت نبی دُکھ میں ہوتا ہے اور کافر ظلم کرتے ہیں۔ پھر جب مومنوں کو صبر کی عادت ہو جاتی ہے اور کافروں کا ظلم حد سے بڑھ جاتا ہے تو اُسوقت دوسرا زمانہ آتا ہے۔ مومنوں کو آزادی مل جاتی ہے اور کافر مارے جاتے ہیں یا دب جاتے ہیں۔ ہر مقرر وقت کے لئے ایک لکھت ہوتی ہے۔ نبی یا مومن وہ لکھت بدل نہیں سکتے۔ خدا ہی اس غلبے کو ظاہر کرتا ہے وہ اپنے صحیفۂ فطرت کے مطابق جسے چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے قائم رکھتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے) ہر ایک مقررہ وقت کے لئے ایک لکھت ہے (آخر حق غالب ہو جاتا ہے اور کافر مغلوب ہو جاتے ہیں)

(۳۹) يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۤءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝

اللہ جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (اصلح لوگوں کو) قائم رکھتا ہے اور (وہ سب کچھ صحیفۂ فطرت کے مطابق کرتا ہے کیونکہ) اس کے پاس کتابوں کی ماں (یعنی صحیفۂ فطرت جسے لوح محفوظ کہتے ہیں) ہے۔

(۴۰) وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ اور (تیرا کوئی اختیار نہیں ہے کہ تو غلبے کا نشان لائے کیونکہ) اگر ہم تجھ کو بعض وہ باتیں دکھلائیں جنکا اُن کو وعید ملتا ہے یا تجھے فوت کر لیں تو سوائے اس کے نہیں کہ (بہر صورت) تجھ پر پہنچا دینا ہے اور ہم پر حساب لینا ہے (یعنی اُس حساب میں جو خدا کا کام ہے تیرا کوئی دخل نہیں)

(۴۱) اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○

کیا (یہ خدا تعالےٰ کے غلبے کو نہیں جانتے) اور نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے گھٹاتے لاتے ہیں (زمین کے اندر بہت بڑی آگ ہے حرارت کے کم ہو جانے سے اندرونی حصہ سکڑ جاتا ہے اور بیرونی خول اس پر گرجاتا ہے اور اس گرنے سے زمین کے اوپر کے حصے میں ہلچل پیدا ہوتی رہتی ہے) اور اللہ ہی حکم کرتا ہے اس کے حکم کو کوئی موڑنے والا نہیں اور وہی جلدی حساب لینے والا ہے (زلزلے اسی طرح سے پیدا ہوتے رہتے ہیں اور مکاروں کو سزا ملتی رہتی ہے)

(۴۲) وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۭ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۭ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ○

اور تحقیق اُن لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے مکر کیا۔ سو اُن کا مکر سارے کا سارا اللہ کے قابو میں ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ ہر نفس کماتا ہے اور قریب ہے کہ کافر جان لینگے کہ کس کے لئے اس گھر کا نیک انجام ہوتا ہے

(۴۳) وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ○ (کافر کوئی نشان نہ دیکھنے کے سبب کہتے ہیں کہ یہ تو رسول نہیں ہے جیسا کہ ارشاد ہے) اور کافر کہتے ہیں کہ تو رسول نہیں ہے تو کہہ کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ اور وہ لوگ جن کے پاس کتابوں کا علم ہے کافی گواہ ہیں (اللہ کی گواہی دلوں میں حق کا فہم دینا اور آخر کار غلبے تک پہنچانا ہے اور کتاب والوں کی تصدیق سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اس قرآن کا ثبوت تمام وجوں سے حاصل ہوتا ہے اور اُنکی پیشگوئیاں بتلاتی ہیں کہ یہ کتاب مناسب وقت پر تمام جہان کی اصلاح کے لئے لائی گئی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک) +

سُورت ابراہیمؑ
مضمُون اور نظم و ربط

اس سورت کا نام ابراہیمؑ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بڑے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ کی غیر ذی زرع وادی میں بسایا تاکہ وہ عرب کے لوگوں کی صلاح کریں۔ باپ بیٹے دونوں نے ملکر وہاں ایک مسجد بنائی جسے مسجد کعبہ کہتے ہیں۔ یہ پہلا گھر ہے جو خدا تعالےٰ کی عبادت کے لئے بنایا گیا۔ اس میں لوگ جمع ہو کر مشورے کا مبارک کام کرتے تھے اور اپنے نفعوں کے لئے حاضر ہوتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ والوں کے لئے صدقِ دل سے دعا کی کہ "اے میرے پروردگار تو اس شہر کو امن والا بنا دے۔ اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے محفوظ رکھ۔ اے میرے پروردگار! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے۔ سو جو میری تابعداری کرے سو بلاشبہ وہ میرا ہے (اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ کی پیروی کرنے سے آدمی مومن بن سکتا ہے + اصنام لوگوں کے بزرگوں کی شکلیں ہی ہوتی ہیں۔ لوگ ان مورتوں کا تصور باندھ کے اور ان پر معتکف ہو کر اپنے بزرگوں ہی کی پوجا کرتے ہیں۔ آگے حضرت ابراہیمؑ نے اپنی دعا کو جاری رکھا اور کہا) اور جو میری نافرمانی کرے (اور مشورہ اور اتحاد میں داخل نہ ہو لیکن تیری طرف مائل ہو) تو تو بلاشبہ غفور رحیم ہے + اے ہمارے پروردگار بلاشبہ میں نے اپنی بعض اولاد کو تیرے امن والے گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے ہمارے رب! میں نے یہ اسلئے کیا ہے) تاکہ یہ نماز قائم کریں۔ سو تو بعض لوگوں کے دلوں کو اُن کی طرف مائل کر۔ اور اُنھیں پھلوں سے روزی دے تاکہ یہ شکر گذار بنیں" +

رسول کریم کے زمانہ میں قریش اگرچہ بہت کچھ بگڑ چکے تھے مگر اس دعا سے اُمید پیدا ہوتی ہے کہ وہ آخرکار یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح حق کے حامی بن جائیں گے۔ رسولوں کو ہجرت کے بعد ترقی ملتی رہتی ہے۔ الحاصل اس سورت سے بھی پہلی کئی ایک سورتوں کی طرح قریش کے مومن بننے کی خوشخبری واضح ہوتی ہے سورت رعد میں حق و باطل کی مثال خالص پانی اور جھاگ سے دیگئی ہے۔ اس

سورت میں بھی حق و باطل کو درختوں کی مثال سے واضح کیا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ کلمۂ طیبہ کی مثال ایسے طیب درخت کی ہے جسکی جڑ مضبوط ہے اور شاخیں آسمان یعنی بلندی پر پہنچی ہوئی ہیں۔ اور کلمۂ خبیث ایک خبیث درخت کی طرح ہے جس کی جڑ قائم نہیں ہے اور اُس کے لئے قرار نہیں۔ اس مثال سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حق ضرور قائم ہو جائیگا۔ بقائے اصلح کا قاعدہ یقیناً صحیح ہے۔

اس سورت کے دوسرے اور تیسرے رکوع میں تمام رسولوں کا بیان اکٹھا ہی لایا گیا ہے۔ اُن کی تعلیم کو اور اُس تعلیم کے نیک نتیجہ کو واضح کر کے دکھلایا گیا ہے۔ لیکن اُن رسولوں کا نام تک نہیں لیا گیا اور نہ اُنکی شخصیت کا کوئی پتہ لگایا گیا ہے اور نہ یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ کون تھے۔ کہاں بستے تھے۔ کس کے بیٹے تھے۔ اُن کا حلیہ کیا تھا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسولوں کی شخصیت کا خیال کرنا داخل اسلام نہیں۔ اُن کے ذاتی عمل اُن کے ساتھ ہیں۔ ہمارے ذاتی عمل ہمارے ساتھ ہیں۔ اور ہم کو اُن کے اعمال سے کوئی سوال نہیں ہوگا ۱۴/۱ پس رسولوں کی تعلیم ہی اصل ہے نہ اُن کی شخصیت۔ ان میں سے کوئی ایک رسول بھی دوسروں سے الگ کر کے نہیں مانا جا سکتا۔ اندریں صورت کسی ایک کو اپنے ذاتی اقوال و افعال کے لحاظ سے دوسرا احکم الحاکمین اور دوسرا اصل مطاع اور دوسرا منتہائے سوال اور دوسرا حکم مطلق اور الگ الگ معشوق بنانا سرتاپا باطل اور شرک کی اصلی جڑ ہے۔

رسولوں کی رسالت کی اطاعت صرف وہی ہے جس کی تصدیق خود خدا تعالے نے اپنے وحی میں کر دی ہے۔ اگر رسولوں کی شخصی اطاعت بھی دائمی ہوتی تو احکم الحاکمین بیشمار رسولوں کو اس طرح گم نہ کر دیتا کہ اُن کے نام و نشان کا پتہ بھی نہ لگایا جا سکتا۔

تمام رسول اندھیروں سے نکالکر نور کی طرف لاتے ہیں۔ اندھیرے بکثرت ہیں لیکن نور ایک ہی ہے۔ تمام رسولوں کی دینی شریعت ایک ہی تھی ۲/۲۵ سب انبیاء کی تشریعی وحی اگر خدا تعالے کی طرف سے تھی۔ تو اُس میں ہرگز ہرگز اختلاف نہیں ہو سکتا۔ جیسے کہ قرآن پاک میں بھی اسی وجہ سے اختلاف نہیں ہے کہ وہ خدا تعالے کی طرف سے ہے ۴/۵۔ وحی کا نور اور وحی والی زندگی کبھی منسوخ نہیں ہو سکتی اس لئے کہ نور کی ناسخ ظلمت ہوگی اور زندگی کی ناسخ موت بنیگی اور حق کی ناسخ ضلالت ہی

ٹھہرگی + جو چیز منسوخ ہوتی ہے وہ سزائی احکام ہوتے ہیں۔ اور جن خوبی والے احکام کو لوگوں نے جہالت اور شرارت سے بھلا دیا ہوتا ہے۔ اُن کی جگہ ویسے ہی خوبی والے احکام لائے جاتے ہیں +

اس سورت میں سات رکوع ہیں۔ اُن کا مضمون حسب ذیل ہے :-

مضمون رکوع اول :- نور مقصود اصلی ہے۔ قرآن و توراۃ اسی نور کے سب سے بڑھکر لانیوالے ہیں۔

مضمون رکوع دوم :- اس نور کے لئے شکر بجالاؤ اور ترقی حاصل کرو۔ رسولوں کی شخصیت مقصود اصلی میں داخل نہیں۔

مضمون رکوع سوم :- رسولوں اور دیگر نیکوں کو کامیابی خدا تعالےٰ ہی دیتا ہے۔ اور کافروں کے اعمال راکھ کی مانند ہیں جو سخت آندھی کے آنے کے وقت اُڑ جاتی ہے اور کوئی کام نہیں دیتی +

مضمون رکوع چہارم :- شیطان بھی بیزاری دکھلاتا ہے۔ انسان کو نیک باتیں ہی ثابت قدم رکھتی ہیں۔ اور جھوٹی باتیں راکھ کی طرح ضائع ہو جاتی ہیں۔

مضمون رکوع پنجم :- گمراہ کرنیوالے اپنی قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں گراتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے ناشکر گذار بناتے ہیں اور احکم الحاکمین کے ساتھ اوروں کو مثلہٗ معہٗ ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ کے اسقدر انعامات ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ انسان بڑا ناقدردان ہے +

مضمون رکوع ششم :- ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ جیسے خیر خواہ لوگ خلقت کا بھلا ہی چاہتے ہیں۔

مضمون رکوع ہفتم :- اخیر میں آخرت کے نتائج دکھلا کر توحید کی ضرورت پیش کرکے سورت کو ختم کیا ہے۔

ترجمہ و تشریح

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - شروع اللہ کے نام کے ساتھ جو رحمان و رحیم ہے

(۱) الٓرٰ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ

اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ

الٓرٰ (میں وہ علوم بیج کی طرح شامل ہیں۔ جن کو آگے سورت میں درخت کی طرح جلوہ گر کر کے دکھلایا گیا ہے)

یہ ایک عالیشان کتاب ہے جسے ہمنے تیری طرف نازل کیا ہے تاکہ تو لوگوں کو اُن کے رب کے اُذن کے ساتھ (نہ اپنے اذن کے ساتھ) اندھیروں سے نکالکر نور (یعنی خدا تک) عزیز و حمید کے رستہ کی طرف (جس کی پیروی تجھپر بھی لازم ہے) لائے (وہ خدا عزیز ہے۔ اپنے بندوں کو غلبہ و عزت دیتا ہے اور حمید ہے۔ اُن کو خوبی والا بناتا ہے)

(۲) اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ (وہ عزیز و حمید کون ہے؟ اللہ کا لفظ اس جگہ بطور عطف بیان کے لایا گیا ہے۔ وہ عزیز و حمید کامل مطلق ذات اللہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ تو لوگوں کو اُن کے رب کے اذن کے ساتھ نور یعنی عزیز و حمید کے رستہ کی طرف لائے) جو اللہ ہے۔ جس کے لئے وہ سب کچھ ہے جو (اس زمین کے متعلقہ) سماوات اور جو کچھ اس زمین میں ہے۔ (اور یہی حال تمام دوسرے عوالم اور اُن کے متعلقہ سماوات کا بھی ہے) اور (ایسے خدا کے ساتھ) کفر کرنے والوں (اور اس کی طرف سے مونہہ موڑنے والوں) کے لئے سخت عذاب کی وجہ سے خرابی (و تباہی واقع ہوتی) ہے +

(۳) الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝

(یہ کافر وہ لوگ ہیں) جو دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ (یعنی دھوکا دیکر مال کماتے ہیں اور جھوٹے کو سچے دکھا کر گندی خواہشیں حاصل کرتے ہیں اور تفرقہ ڈالکر بڑائی چاہتے ہیں) اور (خالص) اللہ کے رستہ سے روکتے

ہیں اور اُس رستہ (یعنی حق الیقین قرآن) کے لئے کجی ڈھونڈھتے ہیں۔
یہی لوگ ہیں جو دُور کی گمراہی میں (پڑے ہوئے) ہیں +

(۴) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

(یہ رستہ اللہ کی وحی سے حق الیقین بنتا ہے۔ اسلئے فرمایا) اور ہمنے کسی رسول کو (کتاب دیکر) نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان میں۔ تاکہ وہ (اُس وحی کو جو اُن کی بولی میں ہوتی ہے) اُن کے لئے بیان کردے (اور اگر وہ اپنی بشری عقل سے کوئی تفسیر و تشریح بھی کرے تو ظاہر ہے کہ وہ تفسیر و تشریح اسی صورت میں صحیح ہو سکتی ہے جبکہ وہ وحی کے الفاظ سے ثابت کی جا سکے اور جب نئے علوم ملیں تو اسوقت بھی وہی تفسیر و تشریح صحیح ہوگی جسکا ثبوت بنیادی وحی کے الفاظ سے ہی دیا جا سکے۔ رسولوں کو نوع انسان سے الگ کوئی ایسا فہم نہیں ملا ہوتا جس کے سبب سے وہ ایسی تفسیر کریں جو نوع انسان کے خاتمہ تک اُس وحی کے الفاظ سے کسی کو بھی سمجھائی نہ جا سکے۔ تاکہ اس بہانہ سے رسول کو خدا تعالٰے کے ساتھ دوسرا اصل مطاع اور حکم مطلق بنایا جائے حاصل یہ ہے کہ جب وحی الٰہی ایسی صاف اور آسان ہے اور اُس سے ہر شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے تو کافروں کا گمراہ ہونا اُن کی شرارت کی وجہ سے ہی ہے۔ اسلئے فرمایا) سو اللہ (لوگوں کی شرارت کی وجہ سے) جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے (انابت الی اللہ کی وجہ سے) ہدایت دیتا جاتا ہے۔ اور وہ اصل غالب اصل درستکار ہے (غلبہ کی وجہ سے متکبر کو گرا دیتا ہے۔ حکمت کے ساتھ عاجز طالبوں کو اونچا کرتا ہے)

(۵) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ○

(توراۃ میں بھی ہدایت و نور ہے جیسا کہ ارشاد ہے) اور بلاشبہ ہمنے موسیٰ کو اپنی آیات (یعنی توراۃ) کے ساتھ یہ کہکر بھیجا کہ تو اپنی

قوم کو اندھیروں سے نکالکر نور کی طرف لا اور انھیں اللہ کے وہ دن (جو پہلی قوموں پر اور خود بنی اسرائیل پر آئے ہیں) یاد دلا۔ بلاشبہ اس (ذکر) میں ہر بڑے صابر، بڑے شکر گذار کے لئے نشان (و دلائل) ہیں۔

(۶) وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۚ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ (موسیٰ نے انھیں اُن کی پہلی سرگذشت سناکر صبر و شکر کی طرف بلایا جیساکہ ارشاد ہے) اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کو کہا کہ تم اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی یاد کرو۔ جب اُس نے تمہیں فرعون کے لوگوں سے نجات دی۔ جو تمہیں سخت عذاب پہنچاتے تھے (تمہیں غلام بنایا ہوا تھا۔ تم سے سخت کام لیتے تھے) اور تمہارے بیٹوں کو (بُری طرح سے) ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے (تاکہ وہ عورتیں بنکر اُن کے کام آئیں) اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی (پہلے تم دُکھ میں تھے۔ پھر تمہیں فرعون سے نجات مل گئی۔ اس میں صبر و شکر کے دونوں موقعے تم پر لائے گئے)

رکوع دوم (۷) وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ اور جب (اس صبر و شکر کے بارہ میں) تمہارے رب نے اعلان کیا (اور پوری طرح سے خبردار کردیا) کہ اگر تم شکر کروگے (اور میری نعمتوں کو ٹھیک طرح سے برتوگے) تو میں تمہیں بڑھاؤنگا (اور زیادہ ترقی دونگا) اور اگر بے قدری کروگے تو بلاشبہ میرا عذاب ضرور ہی سخت ہوگا (عذاب کی یہ سختی تمہاری اصلاح کے لئے کی جائیگی۔ ورنہ تمام نبیوں اور بزرگوں بلکہ تمام جہان کے کافر ہو جانے

سے خدا تعالےٰ کی غنا اور حمد میں کوئی فرق نہیں آتا جیسا کہ آئندہ آیت میں صراحتہً مذکور ہے)

(۸) وَقَالَ مُوسَىٰٓ إِن تَكْفُرُوٓا۟ أَنتُمْ وَمَن فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ ٱللَّهَ لَغَنِىٌّ حَمِيدٌ ۝ اور موسیٰ نے کہا کہ اگر تم کافر ہو جاؤ اور جو زمین میں ہیں سب کے سب بھی (موسیٰؑ و ہارونؑ و خضرؑ سمیت کافر ہو جائیں) تو بلا شبہ اللہ ضرور ہی بے پروا حمد والا ہی (ہوتا) ہے (خدا تعالےٰ کی غنا اور حمد ذاتی ہیں۔ کسی کے آسرے پر نہیں)

(۹) أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا۟ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ ۛ وَٱلَّذِينَ مِنۢ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا ٱللَّهُ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ فَرَدُّوٓا۟ أَيْدِيَهُمْ فِىٓ أَفْوَٰهِهِمْ وَقَالُوٓا۟ إِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ أُرْسِلْتُم بِهِۦ وَإِنَّا لَفِى شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَنَآ إِلَيْهِ مُرِيبٍ ۝ (رسولوں کی شخصیت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ پہلے لوگوں نے بھی صبر و شکر کی اصلی تعلیم کے انکار ہی سے نقصان اُٹھایا۔ جیسا کہ ارشاد ہے)

کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے یعنی قوم نوح اور عاد اور ثمود کی اور اُن لوگوں کی (خبر) جو اُن کے بعد ہوئے اُنکو (کثرت زمان و تفصیل کے لحاظ سے) اللہ کے سوائے کوئی نہیں جانتا۔ اُن کے رسول اُن کے پاس کھلے دلائل لیکر آئے (جن کی سمجھ اپنے اپنے علم و فہم کے مطابق ہر ایک کو آتی تھی) پھر (باوجود تعلیم کی ایسی صفائی کے) اُن لوگوں نے اپنے ہاتھوں کو اپنے مونہوں میں ٹھونسا (تاکہ اپنی حیرت دکھلائیں کہ ہائے تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔ یا غیظ و غصہ ظاہر کرنے کے لئے ہاتھوں کو مونہہ میں لیکر کاٹنے لگے۔ مونہہ پر ہاتھ رکھنا رسولوں کو خاموش کرانے کے لئے بھی اشارہ کا کام دیتا ہے) اور کہنے لگے بلا شبہ ہم نے اس (وحی) کے ساتھ کفر کیا جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو اور بلا شبہ ہم ضرور اس (توحید) سے

جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ایسے شک میں ہیں جو بےچین کر دینے والا ہے۔

(۱۰) قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ط قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ط تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ○

اُن کے رسولوں نے کہا کیا اللہ میں بھی شک ہو سکتا ہے جو آسمانوں اور زمین کو (مناسب ترتیب اور عمدہ نتائج کے ساتھ) پیدا کرنے والا ہے۔ وہ تمہیں (اپنے فائدے کے لئے نہیں بلاتا بلکہ) اسلئے بلاتا ہے تاکہ تمہارے لئے تمہارے گناہوں کو بخشے (اور تمہارے عیوب دور کر دے) اور تمہیں وقت مقرر تک مہلت دے (اس دنیا میں اجل مسمّٰی کے آجانے کے بعد مہلت نہیں ملا کرتی۔ ہاں ظلم و بدی کے سبب انسان پہلے بھی پکڑا جا سکتا ہے ۲۹/۹) اُنھوں نے (جواب میں) کہا کہ تم صرف ہمارے جیسے بشر ہو (خدا نے تم پر کچھ نہیں اُتارا) تم (خود ہی) چاہتے ہو کہ ہمیں اُن کی پوجا سے روک دو جن کو ہمارے باپ دادا (اجماعی طور پر) پوجتے آئے ہیں (اگر ہمارا اجماع غلط ہے) تو تم ہمارے پاس کوئی صریح دلیل لاؤ۔

(۱۱) قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ط وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ اُن کو اُن کے رسولوں نے کہا کہ بلاشبہ ہم تو صرف بشر ہی ہیں و لیکن اللہ (اپنی وحی بھیجکر) اپنے بندوں میں سے

جس پر چاہے احسان کر دیتا ہے (اس وحی کے آنے سے رسولوں پر بھی اسی طرح انعام ہوتا ہے جس طرح دوسرے ماننے والوں پر ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ عباد کے عموم سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے) اور ہمارے لئے ممکن نہیں ہے کہ ہم تمہارے پاس سلطان (یعنی غلبہ) لائیں مگر اللہ کے اذن کے ساتھ (کیونکہ وہ غلبہ جو حق کے نتیجے میں ملا کرتا ہے حکمت الٰہی اسے خود ہی مناسب وقت پر لے آتی ہے۔ ہاں اس کے لئے خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا شرط ہے) اور چاہئے کہ ایماندار اللہ پر ہی توکل کریں (یہ غلبہ اجتماعی طور پر ملا کرتا ہے۔ اس میں عام مومنوں کا توکل بھی ویسا ہی ضروری ہے)

(۱۲) وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ اور (جب تمام مومنوں کے لئے لازم ہے کہ اللہ پر توکل کریں تو کیا ہم مومنوں سے باہر ہیں سو) ہمارے لئے کیا ہے کہ ہم اللہ پر توکل نہ کریں حالانکہ اُس نے ہم کو ہمارے راستے دکھلا دئیے ہیں اور (اے ناقدردانو!) ہم ضرور اس پر صبر کریں گے جو تم ہمیں تکلیفیں پہنچاتے ہو اور چاہیئے کہ تمام توکل کرنیوالے اللہ ہی پر توکل کریں (کسی غیر کا بھروسہ ہرگز نہ رکھیں)

رکوع سوم (۱۳) وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ۙ (جب ناقدردانوں کا ظلم حد سے تجاوز کر جاتا ہے تو اس وقت صابروں اور متوکلوں کے بھلے دن قریب ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے) اور کافروں نے (اپنے اپنے زمانوں میں) اپنے اپنے رسولوں کو کہا کہ ہم تمہیں اپنے اپنے ملکوں سے ضرور نکال دینگے یا تمہیں ہمارے طریق میں لوٹ آنا پڑیگا (رسول الٰہی اصلاح کے آنے سے پہلے عوام الناس

کے ساتھ ملے جلے ہی ہوتے تھے اور الگ نہیں دکھلائی دیتے تھے ۹/۱) سو (اس وقت) ان (رسولوں) کے رب نے اُن کی طرف وحی کی کہ ہم ضرور ہی اِن ظالموں کو ہلاک کر دینگے +

(۱۴) وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ ۝ اور ضرور ہی تم کو ان کے بعد اس مُلک میں بسائیں گے۔ یہ (وعدہ) اُن کے لئے ہے جو میرے (یعنی اللہ تعالےٰ کے) حضور میں کھڑا ہونے سے ڈرے اور میرے وعید کا خوف کرے (رسول بھی ابتلائی حالت میں ہوتے ہیں۔ یہ وعدے انھیں اسی صورت میں پہنچ سکتے ہیں جبکہ وہ اپنی بشری وسعت کے مطابق درستکاری دکھلائیں جیسا کہ ارشاد ہے لیبلونی ءاشکر ام اکفر الخ ۱۹/۱۸)

(۱۵) وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۝ اور انھوں نے فیصلہ چاہا۔ اور ہر سرکش و معاند نامراد ہو گیا۔

(۱۶) مِنْ وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِنْ مَاءٍ صَدِيدٍ ۝ اس (سرکش و معاند) کے آگے (موت کے بعد) جہنم ہوتی ہے اور وہ پیپ کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے (جو اُن کے اندر کے فساد سے ہی بنجاتی ہے۔ یہ کھولتی ہوئی پیپ انھیں نکھار کا کام دیتی ہے)

(۱۷) يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۖ وَمِنْ وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ۝ وہ اُسے گھونٹ گھونٹ پیتا ہے اور قریب نہیں ہوتا کہ اُسے گلے سے اُتارے اور اُسے ہر جگہ سے موت (جیسی مصیبت) آرہی ہے اور وہ مرنے والا نہیں۔ اور اس کے سامنے سخت عذاب

ہے (تاکہ وہ صاف کیا جائے)

(۱۸) مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ۣاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝ (کافر لوگ اپنے مشرکانہ رسمی اعمال پر ریجھے ہوئے ہیں اور اُن رسموں کے بجالانے پر بڑا فخر کرتے ہیں۔ بنیادی نیکیوں کی طرف اُن کی کوئی توجہ نہیں۔ حکیم مطلق اُن کے رسمی اعمال کے لئے مثال بیان فرماتا ہے) اپنے رب کے ساتھ کفر کرنیوالوں کی مثال یہ ہے کہ اُن کے عمل راکھ کی مانند ہیں جس پر آندھی والے دن میں شدت کی ہوا چلی (وہ راکھ اُڑ گئی) وہ اپنی (ضائع ہو جانے والی) کمائی میں سے کسی شے پر قابو نہیں پا سکتے۔ یہ جو ہے تو یہی پرلے سرے کی گمراہی ہے +

(آدمی فائدہ کی جگہ نقصان میں پڑ جاتا ہے۔ حکیم مطلق نے آسمانوں اور زمین کو حق کے مطابق بنایا ہے۔ پس خدا تعالےٰ کے کاموں یعنی صحیفۂ فطرت کی مخالفت سے کبھی نیک نتیجہ نہیں پیدا ہو سکتا۔ سنن الٰہیہ کبھی نہیں بدلتیں۔ خلاف فطرت کام تباہی میں لیجاتے ہیں۔ پھر فطرت ہی سنوار کر اُنھیں درستی پر لے آتی ہے۔ جیسا کہ آگے آتا ہے)

(۱۹) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سمٰوٰت اور زمین کو حق کے مطابق پیدا کیا ہے (حق کی مخالفت تباہی کی طرف لے جاتی ہے) اگر (خدا) چاہے تو تمہیں لیجائے اور نئی پیدائش لے آئے +

(۲۰) وَّمَا ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝ اور یہ بات اللہ پر کچھ مشکل نہیں ہے +

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ (چنانچہ شروع ہی سے تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوتے آئے ہیں۔ ضعیف لوگ متکبروں کے ساتھ ہوجایا کرتے ہیں۔ لیکن وہ متکبران عاجزوں کے کبھی کام نہیں آتے۔ اگر ضعیف لوگ حق کے لئے متحد ہوجاتے تو متکبروں کو خود ہی ذلیل ہونا پڑتا۔ ضعیفوں کو چاہئے کہ حق کا سہارا لیں اور متکبرین کی کچھ پرواہ نہ کریں جیسا کہ ارشاد ہے) اور (زمانہ ماضی میں) سب لوگ اللہ کے حضور میں آتے رہے۔ پھر ضعیفوں نے متکبروں کو کہا بلاشبہ ہم تمہارے تابعدار تھے اور تمہارے کہنے پر چلتے تھے پھر کیا تم (اسوقت) ہم سے اللہ کے عذاب کو کچھ بھی ہٹانے والے ہو۔ وہ ہمیشہ یہی جواب دیتے رہے اور کہتے رہے۔ اگر اللہ ہم کو ہدایت دیتا (اور راہ یاب ہونے کی توفیق بخشتا) تو ہم بھی تم کو ہدایت دیتے (اسوقت) ہمیں برابر ہے کہ ہم جزع و فزع کریں یا صبر کریں۔ ہمارے لئے (کسی طرح بھی) خلاصی نہیں (الاماشاءاللہ ۝)

رکوع چہارم (۲۲) وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ

مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (اوپر کی آیت میں متکبرین اور مستضعفین کے
دو گروہوں کا ذکر ہے۔ مستکبرین میں کفر کی طرف بلانے والے امام اور کہانت پیشہ لوگ اور تعلّی چاہنے والے متکبر سب داخل ہیں۔ اس طرح اس دنیا میں حق و باطل کا مقابلہ ہوتا رہتا ہے۔ مستکبرین حزب الشیطان ہیں جو جذباتی تحریک کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ یہی لوگ فدریت شیطان کہلاتے ہیں۔ جو شخص جس کو جہنم کا رستہ دکھلاتا ہے۔ وہی اس کے لئے شیطان ہے۔ بحکم کان الشیطان للانسان خذولا ۱۹/۲ واذا خلوا الی شیاطینھم ۱/۲ وغیرذالک من الآیات۔ جیسا کہ ارشاد ہے)

اور جب کبھی (موت کے بعد حساب کے) معاملہ کا فیصلہ کیا گیا تو (جس) شیطان نے کہا کہ اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے (جو) تم سے وعدہ کیا تھا تو میں نے (اس میں) تمہارے ساتھ وعدہ خلافی کی (جیسا کہ اس دنیا کی زندگی میں بھی اس کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ الٰہی وعدوں کا کبھی خلاف نہیں ہوتا اور شیطانی وعدے ٹوٹتے رہتے ہیں) اور (شیطان نے یہ بھی کہا کہ) میرے لئے تم پر کوئی غلبہ نہ تھا مگر اتنا کہ میں تم کو (بدی کی طرف) بلاتا تھا تو تم میری بات کو مان لیتے تھے۔ سو مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ہی ملامت کرو۔ میں تمہارا فریاد رس نہیں ہوں اور نہ تم میرے ہی فریاد رس ہو بلاشبہ میں تو پہلے سے ہی اسکا کافر تھا جو تم مجھے (خدا کا) شریک بناتے تھے۔ بلاشک جو ظالم ہیں اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(کسی مخلوق کی بات کو بلا سند مان لینے کے قابل سمجھنا اُس کو خدا تعالےٰ کے ساتھ شریک بنانا ہے۔ یہی شیطان کی پوجا ہے جیسا کہ تمام بنی آدمؑ کو فرمایا ہے۔ کہ لاتعبدوا الشیطٰن ۲۳/۳ اور جس طرح ابراہیمؑ نے اپنے باپ کو کہا تھا یا ابتِ لا تعبد الشیطٰن ۱۶/۲۔ ورنہ قریش کے مشرک کب کہتے تھے کہ ہم شیطان کے پجاری ہیں اور شیطان کو خدا تعالےٰ کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

شیاطین کا دل شرک کو نہیں مانتا۔ مگر دھوکا دینے اور تعلّی چاہنے کے لئے وہ ایسا کرتے ہیں۔ اگر وہ شیاطین آدمیوں کو خدا تعالےٰ کا شریک نہ بنائیں تو اُنھیں بھی

کوئی نہ مانے اور انھیں چور ما چڑھائے۔

آدمی اپنے دل پر کسی شیطان کا اثر خود اپنی جہالت وشرارت سے ہی لیتا ہے اور اگر کوئی ظالم اُسے مجبور کرے تو وہ اگرچہ زبان سے کلمۂ کفر بک دے لیکن اپنے دل کو ایمان کے ساتھ مطمئن رکھ سکتا ہے اور ہجرت کرکے اپنے جسم کو بھی بچا سکتا ہے۔ وہ لوگ بہت ہی بُرے ہیں جو اپنے دل کو بھی بگاڑ لیتے ہیں۔ جبر کرنے والا لوگوں کو منافق بناتا ہے۔ سچی محبت کی بنیاد نہیں قائم کرتا)

(۲۳) وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۭ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ○ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور صلاحیت والے عمل کئے (عملوں میں صلاحیت کا خیال رکھنا لازم ہے۔ رُشد غیّ سے ممتاز ہے ۳/۲ محض رسوم کا بجالانا سرتا پا فضول ہے سو) وہ (نیک لوگ) ان باغوں میں داخل کئے گئے جنکے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ وہ اُن میں اپنے رب کے اذن کے مطابق رہ پڑنے والے ہیں۔ اُن کی آپس کی دعائے ملاقات سلامتی ہے (جنتیوں کا سلام سچی محبت سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ دل سے ایک دوسرے کی ترقی چاہتے ہیں۔ اس دنیا میں بہت سے لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں سلام کرکے بھی دھوکا دیجاتے ہیں)

(۲۴) اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاۗءِ ۙ (مومن کلمۂ حق سے دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رہتا ہے اور کافر جھوٹی بات یعنی کلمۂ باطل سے ہر جگہ اُکھڑ جاتا ہے حق و باطل کا یہی خاصہ ہے۔ اسلئے یہاں کلمۂ حق اور کلمۂ باطل کی مثال دی ہے اور فرمایا ہے) کیا تونے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاکیزہ بات کی کیسی (اچھی) مثال دی ہے کہ وہ پاکیزہ درخت کی مانند ہے جس کی جڑ قائم ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔

(۲۵) تُؤْتِیْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَاؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ
لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ○ وہ اپنے پھل اپنے رب کے
حکم سے ہر وقت دیتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان
کرتا ہے تاکہ نصیحت حاصل کریں۔

(حق کی جڑ مضبوط ہوتی ہے۔ حق دل میں دھنس جاتا ہے۔ پھر وہ ایسی ترقی پر پہنچا دیتا ہے کہ اس کی شاخیں آسمان میں بلند ہوتی جاتی ہیں۔ وہ اپنے پھل کسی خاص موسم پر نہیں دیتا۔ بلکہ اس کے ثمرات ہر وقت حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ حق کے پھل علمی بھی ہوتے ہیں اور عملی بھی۔ ایسا درخت اس دنیا میں کبھی دیکھا نہیں گیا خدا تعالےٰ نے کلمۂ حق کا نقشہ اس مثال سے دکھلایا ہے۔

اللہ تبارک و تعالےٰ نے انسان کو احسن ساخت میں پیدا کیا ہے۔ آدمی شرک کرکے اپنے کمال سے گرجاتا ہے۔ جس طرح کوئی شخص آسمان سے گر پڑا۔ پھر وہ شکاری پرندوں یعنی آدم خور پیشواؤں کے قبضہ میں آگیا جو اس کی ہڈی پسلی تک چبا جاتے ہیں۔ اُن کے مال کو عجیب بہانوں سے خورد برد کر لیتے ہیں۔ اُن کی اولاد کو ذبح کرا دیتے ہیں۔ وہ اپنی ایسی اطاعت کراتے ہیں کہ اگر وہ مٹی کو سونا کہیں تو مرید کو حکم ہوتا ہے کہ اُسے سونا ہی سمجھے۔ باوجود اُن کی غلطی کے ظاہر ہونے کے وہ چاہتے ہیں کہ ہماری اس طرح اطاعت کی جائے جسطرح خیر الحاکمین کی اطاعت کی جاتی ہے اور اگر وہ آسمان سے گرنے والا مشرک پرندوں کی دستبرد سے بچ رہا تو ہوا اُسے دور مکان میں جا ڈالتی ہے۔ وہ ہوا پرست بن جاتا ہے اور پورا دہریہ ہو جاتا ہے۔ اس جگہ مشرک کے اعلیٰ درجہ سے گر کر اسفل السافلین بنجانے کو آسمان سے گرنے کے ساتھ مثال دیگئی ہے۔ یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ کوئی شخص ایسی کیفیتوں کے ساتھ آسمان سے گرتا بھی ہو)

(۲۶) وَ مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةِ ﹰاجْتُثَّتْ مِنْ
فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ○ اور خبیث بات کی مثال خبیث

درخت کی مانند ہے جو زمین کے اوپر سے ہی اُکھاڑا جاتا ہے۔ اس کے لئے کوئی قرار (وقیام) نہیں (الحاصل حق کے مقابلہ میں باطل مٹ جائیگا، اور حق ہی غالب وقائم رہیگا۔ جیسا کہ فرمان ہے:۔
جاء الحق وزهق الباطل ۔ ان الباطل كان زهوقا ۱۵/۹)

(۲۷) يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۚ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۞ اللہ ایمانداروں کو اس دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ثابت شدہ بات کے ساتھ قائم رکھتا ہے ۔ اور ظالموں کو (اُن کے ظلم کی وجہ سے) بھلا دیتا ہے اور اللہ (جو کامل مطلق ذات ہے ۔ اپنی حکمت وقدوسیت کے مطابق) جو چاہتا ہے کرتا ہے (اللہ تعالےٰ حق کو ہمیشہ غلبہ دیتا رہیگا اور باطل کو ضرور شکست ملتی رہیگی ۔ خدا تعالےٰ یہی چاہتا ہے ۔ اور جو وہ چاہتا ہے وہی کرتا ہے ۔ ظلم غلطی میں ڈالنے کا موجب ہوجاتا ہے ۔ ظلم کے لئے ایسی سزا خدا تعالےٰ نے ہی تجویز کی ہوئی ہے ۔ پس خدا تعالےٰ اپنے حکم وحکمت کے ساتھ ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے)

رکوع پنجم (۲۸) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۞ (یہاں بتلایا ہے کہ ظالم خود بھی اپنے ظلم کے سبب غلطی میں پڑ جاتے ہیں اور جن لوگوں نے اپنی فطرت کو مریض بنایا ہوتا ہے وہ بھی تقلید کی عادت کے سبب ظالموں کی غلطی کا شکار ہوجاتے ہیں ۔ چور چوری کی وجہ سے ہی جیل میں جاتا ہے ۔ حاکم اپنے اختیار سے ہی اُسے جیل میں بھیجتا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ پولیس کے خادم حکم حاکم سے ہی اُسے جیل میں لے جاتے ہیں یہی حال تمام دکھوں اور مرضوں کا ہے ۔ ظلم وبغاوت وبحیائی اور نامعقولیت روح کے ساتھ امراض کی طرح سے ہی چمٹائی جاتی ہیں ۔ اس کی مثال کے لئے فرمایا) کیا تو نے اُن لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت

(یعنی کلمۃ الحق) کے بدلے کفر (یعنی کلمۃ الباطل) کو سمیٹ لیا اور اپنی قوم کو بھی ہلاکت کے گھر میں اتارا (اس آیت میں مستکبرین اور مستضعفین یعنی جن وانس کے دونوں گروہوں کا ذکر ہے)

(۲۹) جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۖ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ○ (وہ ہلاکت کا گھر) جہنم ہے (جس نے اسوقت بھی کفار کو گھیرا ہوا ہے ۲۱/۲ مرنے کے بعد) وہ اس میں داخل ہوتے ہیں اور وہ بہت بری جائے قرار ہے (وہ آخرکار اصل قرار کا موجب بنجاتی ہے)

(۳۰) وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلُّوا عَن سَبِيلِهِ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ ○ (وہ کلمۃ الکفر شرک ہے جو تمام توہمات میں ڈالنے والا ہے ۔لیکن مشرک کہتے ہیں کہ اسوقت تو ہم تمتعات دنیوی سے بہرہ اندوز ہو رہے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے) اور ان لوگوں نے اللہ تعالےٰ کے مثل (وہمی) بنائے ہیں (کوئی کہتا ہے کہ ہمارے بزرگوں کی اطاعت اللہ تعالےٰ کی اطاعت کے ساتھ مشترک ہے ۔کوئی قدرتی احکام میں بھی اپنے بزرگوں کو دخیل سمجھتا ہے ۔کوئی سچا بزرگ کبھی نہیں کہہ سکتا کہ میں خدا تعالےٰ کے ساتھ دینی احکام میں خدا جیسا دوسرا مطاع بلکہ اصل مطاع ہوں ۔فرق صرف اتنا ہے کہ خدا تعالےٰ اپنی ذات سے مطاع ہے اور میں خدا تعالےٰ کے اختیار دینے سے خدا جیسا اصل مطاع بن گیا ہوں (معاذ اللہ) جسطرح خدا تعالےٰ کے حکم کا انکار کفر ہے اسی طرح میری بھی الگ دوسری اطاعت کا قائل ہے اگرچہ وہ وحی الٰہی سے ثابت نہ کی جا سکے اور اسکا تعلق انتظام کے ساتھ بھی نہ ہو ۔حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے خدا تعالےٰ کے بالغیر مثل بنائے ہیں) تاکہ یہ لوگ اس (خدا تعالےٰ) کے رستہ سے گمراہ کر دیں (قرآن خدا تعالےٰ کا رستہ ہے اسلئے کہ خدا تعالےٰ نے اس رستہ پر چلنے کا حکم کیا ہے اور یہی قرآن رسول اور مومنوں کا بھی رستہ ہے اسلئے کہ رسول اور مومن اسپر چلتے ہیں ۔قل ھذہ سبیلی ۔ادعوا الی اللہ ۔علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی ۱۳/۶ ۔تمام رسولوں کا رستہ بھی دراصل وحی الٰہی ہی تھا ۔وقد ھدانا سبلنا ۱۳/۱۴ ۔اللہ تعالےٰ تمام کوشش کرنیوالوں کو اپنے

رستوں ہی پر چلنے کی ہدایت کرتا رہتا ہے پ۱۲) تو کہہ فائدہ اٹھالو۔ پھر تمہارا مرنا آگ کی طرف ہے (وہ لوگ جن کو تم نے خدا کا ہمسر بنا رکھا ہے تمہارے کچھ بھی کام نہیں آسکینگے)

(۳۱) قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝ (چونکہ مومنوں کو خدا تعالیٰ کے سوائے کسی کا آسرا نہیں اس لئے اُن کے متعلق فرمایا) تو میرے ایماندار بندوں کو کہدے کہ وہ اُس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوتی ہے اور نہ کسی کی دوستی کام آتی ہے۔ نماز قائم کریں اور اُس چیز سے جو ہمنے اُنھیں رزق دیا ہے چھپے اور کھلے خرچ کریں (اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کا دن موت کے ساتھ ہی آجاتا ہے۔ ورنہ لوگوں کی خیالی قیامت کے وقت تک کون نماز پڑھ سکتا اور خرچ کرسکتا ہے۔ مومنوں کو سکھایا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکموں پر چلو۔ اس کے سوائے تمہارا کوئی مددگار اور حمایتی نہیں ہے۔ یہ سب سورتیں ہجرت کے زمانہ کے قریب اُتری ہیں۔ مصیبت کے اوقات میں خدا تعالیٰ کی یاد اور صدقہ کے سوائے کوئی چارہ نہیں۔ دین کا اصل بھی یہی دو باتیں ہیں۔ مالک کی بندگی اور ہاتھ سے بھی کچھ دے)

(۳۲) اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۝

(اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور ہماری روزی کے لئے سامان بنائے اور سورج چاند اور تمام اشیاء کو ہمارے کام میں لگایا۔ خدا تعا

نے یہ سب کام اپنی مرضی سے کئے۔ ان سامانوں کے دیئے کسی انسان نے اس احکم الحاکمین اور خیر الرازقین کے حضور میں ہماری کوئی شفاعت نہیں کی۔ اُس کی رحمت ہی اس کے آگے شفیع بنتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے) اللہ وہ ذات پاک ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا (جن کا تعلق انسانوں کے ساتھ ہے) اور آسمان سے پانی اُتارا۔ سو اُس (پانی) کے ساتھ (زمین سے) تمہارے لئے (ہر قسم کے) پھلوں کی روزی نکالی اور (تجارت کی خاطر) کشتیوں کو تمہارے کام میں لگایا۔ تاکہ وہ (کشتیاں) اُس (خدا) کے (قدرتی) حکم کے مطابق سمندر میں جاری ہوں۔ اور (سمندر کے علاوہ) دریاؤں کو بھی تمہارے کام میں (مفت) لگادیا

(۳۳) وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۝ اور (کشتیوں کی راہنمائی کے لئے اور اناج کو پکانے اور رسیلا بنانے کے لئے اور دیگر بیشمار فوائد کی خاطر) سورج اور چاند کو جو معینہ قوانین کے ساتھ چلنے والے ہیں تمہارے لئے مسخر کر دیا اور رات اور دن کو تمہاری خدمت میں لگا دیا (تا کہ تم آرام پاؤ اور آئندہ کام کر کے ترقی حاصل کرو)

(۳۴) وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝ اور جو کچھ تم نے اُس (خدا) سے (حالی طور پر) مانگا (حالانکہ تم میں مانگنے کی عقل بھی نہ تھی) اُس نے (خود ہی تمہاری آئندہ ضرورتوں کے لئے) سب کچھ دیدیا (منگتوں کے لئے سب کچھ درست کر دیا ۲۲/۱۹) اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو تو تم ان کا شمار نہیں کر سکتے (اور جن نعمتوں کا شمار نہیں ہو سکتا اُن کے لئے کوئی رسول و نبی بھی شکر گذاری نہیں کر سکتا۔ پھر ایسے خدا کا کفر کرنا کسی طرح بھی ٹھیک ہو سکتا ہے؟ لیکن افسوس ہے کہ) انسان بڑا ظالم بڑا ناشکر گذار ہے (کوئی مخلوق خدا تعالیٰ کی وہ قدر نہیں کر سکتی جو اُس کی ذات کے لائق ہے۔ اس صورت میں اپنی تقصیر کا ہر ایک کو اقرار کرنا پڑتا ہے۔ سورت نحل میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی بے شمار

نعمتیں پیش کی ہیں اور اخیر میں فرمایا ہے کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو تو تم ان کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ اس کے آگے فرمایا ہے کہ بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے۔ سو جب انسان اپنی نادانی و کمزوری کا اقرار کرے تو اللہ اس کے لئے غفور رحیم ہے۔ لیکن جو شخص اپنا وقر دکھلائے اور کچھ بن بیٹھے تو ایسے کافر کے لئے بالضرور گرفت ہے۔ رسل و انبیاءؑ اور تمام خدا پرست اپنی حقیقت کو جانتے ہیں وہ اس بات کو سامنے رکھتے ہیں کہ

ایاز! قدر خود بشناس

ایسے خدا پرست بلاشبہ خدا تعالےٰ کے مقبول ہیں اور جو خدا تعالےٰ کے ساتھ کسی بات میں بھی دوسرا مثل بن بیٹھے۔ خدا تعالےٰ اُس سے بچائے)

رکوع ششم (۳۵) وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ (اس رکوع میں دکھلایا ہے کہ ابراہیمؑ جیسے نیک بندے انسانوں کی خیر خواہی میں کسطرح لگے رہتے ہیں جیساکہ ارشاد ہے) اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے پروردگار اس شہر کو امن والا بنادے اور (چونکہ اس شہر کے رہنے والے بُت پرستی میں پھنسے ہوئے ہیں اسلئے) تو مجھ کو اور میری اولاد کو اس بات سے محفوظ رکھ کہ ہم بتوں کی پرستش کریں (اگر رسل و انبیاء اور اُن کی اولاد بُت پرستی کی طرف مائل نہیں ہوسکتے تو اس دعا کے کیا معنی ہوسکتے ہیں اور جو لوگ ایسے ممکن التبدیل ہیں اُنکا ایمان غیر متغیر خدا کے ایمان کی مانند کسطرح ہوسکتا ہے)

(۳۶) رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (ابراہیمؑ اپنی دعا کو جاری رکھتے ہیں اور کہتے ہیں) اے میرے پروردگار بلاشبہ انھوں نے (یعنی ان بتوں نے) بہت سے لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے (اصنام چونکہ بزرگوں کی مورتیں تھیں وہ ان پر معتکف ہوتے تھے اور اُن کا تصور باندھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اسطرح ان بزرگوں کی صحبت کا فائدہ حاصل کرتے ہیں اور ان مورتوں

کی محبت اُن کو خبردار کرکے ہماری طرف مائل کر دیتی ہے ۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں یہ بھی کہا) سو جو شخص میری تابعداری کرے (اور ہمارے اچھے طریق پر چلے) تو بلاشبہ وہ میرا ہے (یعنی میری جماعت میں داخل ہے) اور جو شخص میری نافرمانی کرے (لیکن یعنی اے خدا اپنی سمجھ سے ہی مانے) تو بلاشبہ تو غفور رحیم ہے ۔

(۳۷) رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ○ (بلاشبہ خدا پرستوں کے اتحاد میں بڑے فوائد ہیں اسلئے ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی) اے ہمارے پروردگار بالتحقیق میں نے اپنی بعض اولاد کو اس وادی میں جہاں کھیتی باڑی نہیں ہوتی تیرے امن والے گھر کے پاس بسایا ہے ۔ اے ہمارے رب (یہ کام میں نے اسلئے کیا ہے) تاکہ یہ نماز قائم کریں (اور مشورہ کرکے متحد ہو جائیں) سو تو بعض لوگوں کے دلوں کو اُن کی طرف مائل کر اور انھیں میووں سے رزق دے (یعنی اس غیر ذی زرع وادی کو تجارت کی منڈی بنادے) تاکہ یہ تیری قدردانی کریں (اور فارغ البال ہو کر تیرا شکر بجالائیں)

(۳۸) رَبَّنَآ اِنَّکَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ وَمَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ○ اے ہمارے پروردگار بلاشبہ تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں (یعنی ہمارا ظاہر و باطن تجھ پر عیاں ہے ۔ اس میں ہماری نیت کھوٹی نہیں ہے) اور اللہ پر نہ زمین اور نہ آسمان میں کوئی چیز پوشیدہ ہو سکتی ہے ۔

(۳۹) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ۝ (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑھاپے کے شروع میں اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اُن کی جوانی کے وقت وہ اُنھیں عرب کی اصلاح کے لئے مکہ میں چھوڑ آئے۔ جب اپنے علاقے میں واپس آئے تو اکیلے رہ جانے کے سبب اُنھوں نے ایک اور بیٹے کی دعا کی جو اُنھیں بڑھاپے میں کام دے سکے۔ اسوقت حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ یہاں حضرت ابراہیم السلام ایسی نیک اولاد کے پیدا ہونے پر اللہ تعالےٰ کا شکر بجالاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں) سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھ کو بڑھاپے کے وقت اسمٰعیل اور اسحٰق بخشا۔ بلاشبہ میرا رب دعاؤں کا سننے والا ہے۔

(۴۰) رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖۗ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ۝ اے میرے پروردگار مجھکو اور میری اولاد کو نماز کے قائم رکھنے والا بنادے۔ اے ہمارے رب تو میری دعا کو قبول کر (تیرے ہی قبول کرنے سے ہمیں اپنی دعاؤں کا فائدہ مل سکتا ہے۔ ورنہ ہم تو بڑی غلطیوں میں پڑجانے والے ہیں جیسا کہ دعا کے اگلے حصے سے معلوم ہوتا ہے)

(۴۱) رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۝ اے ہمارے پروردگار مجھے اور میرے ماں باپ کو اور مومنوں کو اس دن بخشدینا جبکہ حساب قائم ہوتا ہے (ان میں سے ان کے باپ کے متعلق ان کی دعا قبول نہیں ہوئی۔ وہ جہنمی بن گیا۔ اور مومنوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا ایمان پر خاتمہ ہو)

رکوع ہفتم (۴۲) وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۝

(اوپر یوم الحساب کا بیان ہے۔ یہاں یوم الحساب کا نقشہ کھینچا ہے۔ پہلے موت کی بےبسی)

دکھلائی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے) اور تو اللہ کو اُن کاموں سے جو ظالم کرتے ہیں۔ غافل مت سمجھ (اُن کو ڈھیل اصلاح کے لئے مل رہی ہے۔ اس پر غرّہ نہ ہوں)

(۴۳) اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ سوائے اس کے نہیں کہ وہ (خدا) انہیں اس دن تک ڈھیل دیتا ہے جبکہ آنکھیں (حیرت کے ساتھ) کھلی کی کھلی ہی رہیں۔

(۴۴) مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ؕ (اُس دن) اپنے سر اُٹھائے (دار جزا کی طرف) دوڑے جاتے ہیں (اور اپنے پاؤں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کہاں پڑتے ہیں۔ دہشت کے مارے) اُنکی نگاہ اُن کی طرف نہیں لوٹتی۔ اور اُن کے دل ہوا ہوئے جاتے ہیں۔ (اُن کے ہوش اُڑ جاتے ہیں۔ دل حوصلہ سے خالی ہو جاتا ہے۔ یہ موت کے دن کا ذکر ہے۔ موت کے ساتھ ہی ظالموں اور نیک سلوک والوں کا جو حال ہونا چاہیئے وہ ظاہر ہے)

(۴۵) وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ

(اکثر ظالموں کو فرداً فرداً بھی اس دنیا میں بھی عذاب آتا ہے۔ اور اس دنیا کے عذاب سے وہ آخرت کے عذاب میں جا پہنچتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے)

اور تو لوگوں کو اُس دن سے ڈرا جس دن اُن کے پاس عذاب آتا ہے تو ظالم (اُس دن) کہتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں تھوڑی دیر اور مہلت دے۔ تاکہ ہم (اے خدا) تیری پکار کو مانیں اور تمام رسولوں کی تابعداری کریں (اللہ تعالےٰ اُن کے جواب میں فرماتا ہے) کیا (اب تم پر زوال نہیں آیا) اور تم پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تمہارے لئے زوال نہیں۔

اس آیت سے سورج کی طرح روشن ہے کہ قرآن مجید کے نزول کے وقت ظالم لوگ عذاب کا معائنہ کر کے کہتے ہیں کہ اے رب ہمیں کچھ اور مہلت دے تاکہ ہم تیرا اور تیرے تمام رسولوں کا اتباع کریں۔ ان تمام رسولوں میں ہمارے رسول کریم بھی داخل ہیں + اب اگر خدائے تبارک و تعالےٰ کے ساتھ اس کے تمام رسولوں کا اتباع فرض ہے تو اہل حدیث بتلائیں کہ کیا گزشتہ تمام رسولوں کی کتابوں اور حدیثوں کی تلاش کرتے پھریں اور جن رسولوں کے نام و نشان کا بھی پتہ نہیں اُن کی حدیثیں کہاں سے لائیں۔ اُن رسولوں کا حال یکجائی طور پر اکٹھا ہی بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اس سورتِ ابراہیم ۱۳/۱۴ میں بھی موجود ہے۔

اگر اُن رسولوں کی اطاعت کے لئے اُن کی کتابوں اور حدیثوں کی کوئی ضرورت نہیں اور اُن سب کی اطاعت قرآن مجید میں ہی آجاتی ہے تو ہمارے رسول کریم کی اطاعت کے لئے قرآن سے باہر جانے کی کیا ضرورت ہے۔

اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں کئی ایک رسولوں کی تعلیم اور اُن کے اخلاق و اعمال کا ذکر فرما دیا ہے۔ اور اُن کی سنتیں اور اُن کے اُسوہ حسنہ بیان فرما دئیے ہیں۔ اُن رسولوں کی اطاعت کے لئے ہمیں قرآن سے باہر جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم اُن کی حدیثوں کے بغیر اُن رسولوں کے ماننے والے اور متبع ہیں۔ اس قرآن میں ہمارے رسول کی بہت سی حدیثیں ہیں جن کی خود اللہ تعالےٰ روایت کرتا اور اُن کی تصدیق فرماتا ہے مثلاً وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۱۹/۱ اور قَالَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ۲۱/۱ اور اسی قسم کی بہت سی خدائی روایات ہیں۔ رسولِ مقبول کے غزوات اور مقدمات اور گھر بار کے حالات قرآن مجید میں تمام دوسرے رسولوں سے بہت ہی زیادہ لائے گئے ہیں تو ایسی حالت میں رسول کریم کی اطاعت کے لئے قرآن سے باہر جانے کے کیا معنی؟ جب خدا تعالےٰ نے اللہ اور تمام رسولوں کے اتباع کی تاکید کی تو اس کی کیا وجہ ہوئی کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی اطاعت اور پہلے تمام رسولوں کی اطاعت تو قرآن میں جمع کر دی اور قرآن کے لانے والے کی اطاعت کے ہی دو حصے کر دئے۔ ایک حصے کی اطاعت تو خالص قرآن ہی میں لائی گئی اور ایک حصہ بخاری و مسلم جیسے عجمی لوگوں کے سپرد کر دیا۔ اگر بخاری و مسلم اور دیگر چند محدثین نئے نئے قصے کہانیاں نہ بیان کرتے تو کیا ہمارا قرآن کا ایمان بھی ناقص ہو جاتا۔ معاذ اللہ + قرآن مجید تبیاناً لکل شئی اور

تفصیل کل شئ ہے۔کیا کل شئے سے باہر کوئی ایسی بات رہ سکتی ہے جو قرآن کے منصب کے لائق ہو اور قرآن میں نہ لائی جائے۔

تعامل کیا چیز ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ رسول کریم نے مدینہ میں آکر صحابہ سے مشورہ کیا کہ نماز کے لئے لوگوں کو کیونکر بلایا جائے اور مشورہ کے بعد حضور نے ناقوس خریدنے کا ایک شخص کو امر کیا۔ رات کو اُسے خواب میں کسی ناقوس بیچنے والے نے اذان سکھائی۔ رسول کریم نے اُس کو اچھا طریقہ سمجھکر اُس کا حکم دیا۔ تو اس سے اذان کا تعامل ہو گیا۔ لیکن کیا اس تعامل سے اذا نادیتم الی الصلوٰۃ میں جو نداء کا عموم تھا منسوخ ہو گیا۔ کیا تعامل سے کوئی چیز وحی الٰہی کا درجہ بھی پا سکتی ہے۔کیا تمام دنیا کا اجماع قرآن کے عموم کو منسوخ ٹھہرا سکتا ہے۔

اگر یہ صحیح ہے کہ حضرت عمر نے صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کے الفاظ بڑھائے اور سنیوں نے بڑے لوگوں کی پیروی اختیار کر لی تو کیا اب یہ تعامل وحی الٰہی کا درجہ پا سکتا ہے۔

اگر یہ صحیح ہے کہ حضرت عثمان نے جمعہ کے لئے دو اذانیں جاری کر دیں اور لوگوں نے اسے اچھا کام سمجھکر اسپر اجماع کر لیا تو کیا اس سے آئندہ کے لئے کوئی زائد ترقی کرنا ممنوع ہو گیا۔شیعوں نے اذان میں حی علی خیر العمل اور دوسرے اور کلمات شامل کر لئے۔شیعوں کا اجماع اسی پر چلا آتا ہے ۔کیا یہ تعامل کے وحی ہونے ہونے کی دلیل بن سکتی ہے۔ ایسے تعاملوں کو کھڑا کرنے کے لئے بہت سی حدیثیں وضع کی گئی ہیں۔

بادشاہوں کو میراث کے تقسیم کرنے کی ضرورت پڑی۔شیعوں نے الگ قاعدے بنا لئے اور سنیوں نے دوسرے قاعدے وضع کر لئے اور ان ابتدائی کوششوں پر ہی اجماع کر لیا اور اُسے اپنا اپنا تعامل بنا لیا۔کیا اس سے یہ دونوں مختلف قواعد وحی الٰہی بن گئے۔ اسی طرح دیگر اُمور کے فیصلے بھی وحی کی صورت پا کر چلے آرہے ہیں۔ اور کسی کو جرأت نہیں پڑتی کہ اُن کی تصحیح کرے۔

اگر یہ سچ ہے کہ خانہ کعبہ کو قریش نے گھٹا دیا تھا اور ابراہیمی بنائیں فرق ڈالدیا تھا اور کئی دروازوں کی جگہ ایک دروازہ سورج کے جائے طلوع کی

طرف بنالیا تھا تو یہ تعامل کفار کا ہے۔ رسول کریم سے پہلے عرب کے لوگ حج کیا کرتے تھے اور ملک کے دُور دُور کے کناروں سے اونٹنیوں پر سوار ہوکر آتے تھے۔ کنکر مارنا۔ پتھر چومنا جانوروں کو ذبح کر کے گڑھوں میں دبا دینا وغیرہ وغیرہ رسوم انہی سے چلی آرہی ہیں۔ لوگوں نے ان رسوم کو ثابت کرنے کے لئے حدیثیں وضع کی ہیں اور اب یہ ایک تعامل بن گیا ہے جسے وحی الٰہی قرار دیا جاتا ہے۔

عرب میں بلکہ مسلمانوں کے دوسرے ملکوں میں بھی غلاموں کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ منڈیاں لگتی ہیں۔ بھیڑ بکری کی طرح عورتوں کا امتحان ہوتا ہے اور امیر لوگ انھیں خرید کرلے جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک تعامل ہے اور اسے قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور حدیثیں وضع کرنا تو لوگوں کے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔ ایسی ہی حدیثو میں سے محدثین نے اپنے ذخیرہ کا انتخاب کیا ہے اور لونڈیوں کی خرید و فروخت کو جائز قرار دیا ہے۔ ایسا تعامل جو خلاف قرآن ہے کسطرح وحی بنایا جاسکتا ہے۔

مسجدوں کے مینارا اور محراب اور غسلخانے وغیرہ سب بدعات ہیں۔ لیکن انکا تعامل ہے۔ رسول کریم کے روضہ مبارک کا مسجد میں ہونا توحید والے دین کے لئے ایک قابل افسوس امر ہے۔ لیکن یہ روضہ اپنے وجود سے اس بات کا تعامل دکھاتا ہے کہ اس قسم کے مزار دوسری مسجدوں میں بھی بنائے جائیں۔

دنیا کے تمام ممالک میں بہت سی رسوم جاری ہوتی ہیں۔ عرب میں بھی ایسی ہی رسوم جاری تھیں۔ قرآن مجید نے آکر بعض رسوم کو مٹا دیا۔ بعض کی اصلاح کی باقی رسمیں لوگوں میں جاری تھیں۔ اُن کا تعامل چلا آتا تھا۔ لوگوں نے اُن کو بھی وحی بنانا چاہا۔ اس تعامل کا بیڑا غرق ہو۔ اسی کو لوگوں پر ڈالنے کے لئے حدیثیں وضع کی گئیں۔ محدثین نے اسی مجموعہ سے اپنی اپنی پسند کے موافق ذخیرے تیار کئے۔

جاہلیت کے زمانہ میں جبکہ کاغذ کا استعمال نہ تھا تو ممکن ہے کہ لوگ شہادت در شہادت در شہادت کے ظنی قاعدہ سے مدد لیتے ہوں۔ لیکن جب جاہلیت کا زمانہ نہ رہا اور نورِ عقل کی صبح ہوئی تو قرآن مجید نے سچی شہادت کو قائم کیا۔ شہادت در شہادت در شہادت کے قاعدہ کو مٹا دیا۔ شاہد دیکھنے والے کو ہی کہتے ہیں۔ پھر بخاری و مسلم کے لئے کونسی مصیبت پیش آئی جس کے واسطے اُنھوں نے قرآن مجید کے برخلاف جاہلیت کے اُس قاعدہ

کو دوبارہ جاری کر لیا۔ اور ایسے قواعد پر ایسی باتوں کا استخراج کیا جنہیں مثل قرآن کہا جاتا ہے اور قرآن پاک کے اس دعوے کو کہ میں کافی ہوں۔ کامل ہوں دریدہ دہنی کے ساتھ جھٹلایا جاتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے کہ مجھ میں ہر شئے کا کھلا بیان ہے۔ مجھ میں ہر شئے کی تفصیل ہے۔ قرآن کا منصب یہ ہے کہ وہ رسول کو اور ہم کو دیندار بنائے۔ پس ہمارے لئے اور خود رسول کے لئے بھی اس قرآن میں دین کی ہر ایک شئے کی تفصیل و تبیان ہے معلوم نہیں کہ اہلحدیث اس کل شئے سے کیا مراد لیتے ہیں +

رسولوں نے اپنے تابعداروں کے ساتھ مشورے کئے۔ بہت سی باتیں تجربوں اور مشاہدوں سے جاری کیں۔ جب اُن کا تعامل ہو گیا تو اُنھیں وحی بنانے کی کوشش کی جانے لگی۔ پھر کیا اجماعِ اُمت بھی ناسخ قرآن بن سکتا ہے +

آج تک مسجد کعبہ میں چار مصلّوں کا تفرقہ قائم تھا اور اجماع امت سے چلا آتا تھا اس کے مٹانے سے فائدہ ہی ہوا ہے۔ اور اس اجماع کی دینی حیثیت جاتی رہی ہے +

زکوٰۃ کے لئے سونے۔ چاندی غلّے اور مختلف قسم کے حیوانات میں مختلف نصاب مقرر چلے آتے ہیں۔ ان نصابوں کی قیمت میں ہمیشہ فرق پڑتا رہتا ہے۔ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے اور چاندی کا نصاب باون تولے سمجھا جاتا ہے۔ اگر چاندی کی قیمت باون روپے بھی فرض کی جائے۔ لیکن ساڑھے سات تولے سونے کی قیمت اس وقت اس سے کئی گُنے زیادہ ہو جاتی ہے۔ یہی حال اُونٹوں گائیوں اور بکریوں کا بھی ہے۔ ہاتھیوں۔ گھوڑوں۔ گدھوں۔ مرغوں اور جواہرات کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہے۔ کیا کتاب الٰہی ایسے ہی نصابوں کو وحی کا درجہ دے سکتی ہے۔ محض تعامل کے سبب کوئی بات وحی نہیں مانی جا سکتی۔ شورے اور تجربہ اور مشاہدہ کا درجہ ہی رکھتی ہے۔ اگر ضرورت ہو تو اس میں اصلاح کی جا سکتی ہے۔

تمام رسولوں کے وقت میں نماز و زکوٰۃ و صیام کی پابندی ہوتی آئی ہے۔ حج بھی مکہ و بیت المقدس اور دنیا کے دیگر مقامات میں ہوتا چلا آیا ہے۔ تمام ملکوں میں بڑے بڑے یُدھ یعنی جہاد ہوتے رہے ہیں۔ دنیا شروع سے بیاہ کرتی آئی ہے۔ لوگ پیدا ہوتے اور مرتے رہے ہیں۔ کھانا پینا ہمیشہ جاری رہا ہے۔ وہ کونسا حلال و حرام ہے جس پر دنیا میں پہلے بحث نہیں ہوتی آئی۔ قرآن مجید نے تشریف لا کر جبر و ظلم و غلامی و خمر وغیرہ کو بند کر دیا۔

بہت سی باتوں میں اصلاحیں کیں۔ اچھی باتوں کی تعریف کی۔ باقی باتیں عقل پر چھوڑی گئیں۔ خود رسول مقبول نے عقل سے کام لیا۔ دوسرے دانا بھی عقل ہی سے کام لیتے ہیں مشورہ کے بعد دوسرا مشورہ ہوسکتا ہے۔ جن باتوں میں کوئی حرج نہیں۔ انھیں اتحاد کی خاطر قائم رکھا جاسکتا ہے۔

اگر ہم کسی حکومت میں رہتے ہوں یا کسی انجمن میں شامل ہوں تو اُن کے قوانین پر چلنا ضروری ہے۔ اور اگر وہ قوانین ہمیں اُن فرائض کی مخالفت پر مجبور کریں جو قرآن نے ہم پر ڈالے ہیں تو اس جبر والے مُلک سے ہجرت کر جائیں۔ قرآن حکیم کی تکمیل کے بعد وحی الٰہی کے لحاظ سے ہمارے لئے کسی اور وحی کی ضرورت نہیں رہی۔ اگر اور وحی کی ضرورت ہوتی تو تورات سب سے مقدم ہے ۲/۸۱ و ۲/۳ وغیر ذالک من الآیات۔ جن باتوں کو رسول بشری عقل و علم اور شورے اور تجربات و مشاہدات سے کرتے تھے اُن کے متعلق ہم سے پوچھنا کہ اسے قرآن سے ثابت کرو۔ کسطرح صحیح ہوسکتا ہے)

(۴۶) وَّسَكَنْتُمْ فِي مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۝ (سابقہ آیت میں جن ظالموں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اس آیت میں بھی اُنھیں کی طرف خطاب ہے)

اور تم اُن لوگوں کی جگھوں میں بستے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اور تمہارے لئے واضح ہو گیا کہ ہم نے اُن کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے اور ہمنے تمہارے لئے (اور بھی) مثالیں بیان کیں۔

(۴۷) وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝ اور اُن لوگوں نے (جن کی مثالیں بیان کی گئیں اپنے اپنے زمانہ میں) کئی طرح کی چالیں کیں اور اُن کی چالیں اللہ کے سامنے تھیں (اور اسی کے قابو میں تھیں۔ وہ چالیں ان چالبازوں پر اُلٹی پڑیں۔ آگے تنبیہ) اور اُن کے مکر ایسے نہیں تھے کہ اُن سے پہاڑ ٹل جائیں (اسی طرح راویوں نے جو حدیث کے جال پھیلائے ہیں۔ قرآن کی آیات اُن کے سامنے پہاڑوں کی طرح

قائم ہیں۔ لہوالحدیث احسن الحدیث کا کچھ نہیں بگاڑ سکیگی۔ احسن الحدیث کے قائلوں کو گالیاں دینا اُنہی لوگوں کا کام ہے جو احسن الحدیث سے بیزار ہیں ۲۳/۱۷ وہ احسن الحدیث کو موم کی ناک بناتے ہیں)

(۴۸) فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ (الغرض الٰہی وعدے کبھی نہیں ٹل سکتے اسلئے فرمایا) سو تو اللہ کو ایسا گمان نہ کر کہ وہ اپنے وعدوں کا خلاف کریگا۔ جو اُس نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے کئے ہیں۔ بلاشبہ اللہ غالب (اور مظلوموں کا) بدلہ لینے والا ہے۔

(۴۹) یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ (مرنے والا اپنے کثیف جسم کو جو انڈے کے چھلکے کی طرح اس کے لئے فضول ہوتا ہے چھوڑ دیتا ہے۔ اور لطیف جسم کے ساتھ اس کی پیشی ہوتی ہے۔ اس کثیف عالم کے ساتھ اسی طرح کے لطیف عوالم بھی ہوتے ہیں۔ لطیف جسم کے لئے یہ کثیف زمین بدلائی جاتی ہے اور وہ لطیف زمین میں جا پہنچتا ہے ۲۴/۵ ۔ آسمان بھی وہاں نئے رنگ دکھاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے)

جس دن (مرنے والے کے لئے) یہ (کثیف) زمین بدلائی جاکر غیر (کثیف) زمین بن جاتی ہے اور سماوات بھی (ایسا ہی نظارہ دکھاتے ہیں) اور وہ لوگ (جنکا اوپر ذکر آیا ہے) اللہ اکیلے غالب کے آگے پیش ہوئے۔ (تمہارا بھی یہی حال ہوگا)

(۵۰) وَتَرَى الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ۝ اور تو مجرموں کو دیکھتا ہے کہ وہ اُسدن زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوتے ہیں (جو اُن کے اعمال سے پیدا ہوتی ہیں)

(۵۱) سَرَابِیْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝ اُن کے

کرتے تارکول (یا بروزہ یا رال) کے ہوتے ہیں اور (ان کے) موہوں کو آگ نے ڈھانکا ہوتا ہے۔

(۵۲) لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ○

(ان کے ساتھ ایسی سختیاں اسلئے کی جاتی ہیں) تاکہ اللہ ہر شخص کو جو اس نے (بدی کے مرض کو حاصل کیا اور) کمایا ہے جزا دیوے (اور یوں انھیں نکھار دیوے) بلاشبہ اللہ حساب میں جلدی کرنے والا ہے (مدتوں تک بیکار نہیں پڑے رہنے دیتا)

(۵۳) هَٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ○ یہ (ذکر) لوگوں کے لئے پہنچانا ہے اور (منشا یہ ہے) تاکہ لوگ اس کے ساتھ ڈرائے جائیں اور تاکہ جان لیں کہ صرف وہ (اللہ) ہی اکیلا معبود ہے اور تاکہ عقل والے نصیحت قبول کریں (اور اس توحید کے اثرات اور نتائج کو حاصل کریں۔ فالحمد للہ علی ذالک)

سورۃ الحجر

مضمون اور نظم و ربط

انسان جب پیدا ہوتا ہے تو کچھ بھی نہیں جانتا ۱۶:۷۸ لیکن اس میں فطری طور پر ایسی استعداد یں موجود ہوتی ہیں جو ضرورتوں کے مطابق تحریک پاتی ہیں۔ انسان پہلے اشارات سے کام لیتا ہے۔ پھر اسماء کا۔ پھر افعال کا استعمال کرتا ہے۔ آخر کار الفاظ میں تعلق پیدا کرنے کے لئے حروف کو سیکھتا ہے۔ اگر سکھانے والے موجود ہوں تو اُن سے تعلیم پاتا ہے۔ ورنہ ضرورت اُسے اُبھارتی ہے اور وہ مدتہائے دراز میں ٹوٹے پھوٹے الفاظ ایجاد کر لیتا ہے اور اُن سے کام لیتا ہے کسی زبان کی معمولی تکمیل کے لئے لمبی چوڑی مدتیں درکار ہوتی ہیں۔ آدمؑ کو کل ناموں کے سکھانے کا مطلب یہ ہے کہ اُن میں ہر شئے کے نام رکھنے کی استعداد ڈالی گئی تھی۔

کہتے ہیں کہ اکبر بادشاہ نے ایک گنگ محل بنایا تھا۔ اُس پر گونگی دائیاں اور گونگے ملازم متعین کئے تھے۔ اس محل میں نوزائیدہ بچے دائیوں کی گود میں دئے جاتے تھے جب وہ بچے جوانی کو پہنچ گئے تو اکبر بادشاہ نے انھیں جاکر دیکھا کہ وہ غائیں۔ بائیں۔ شائیں کر رہے ہیں اور گونگوں والے اشارات سے کام لے رہے ہیں۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسانی بولیاں سینکڑوں سالوں میں کسی قدر تکمیل حاصل کرتی ہیں۔ ایک دو پشتوں میں ہی ایسی بولیاں نہیں بن جاتیں جن سے سہولت کے ساتھ کام لیا جاسکے۔

ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ ضرورتوں کے مطابق نئے نئے الفاظ تراشے جاتے ہیں۔ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ کس وقت کی ایجاد ہے۔ ابھشیک یعنی رسوم تخت نشینی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ اسوقت بنا ہے جبکہ بادشاہتیں قائم ہوچکی تھیں اور زمانہ کے مطابق جنگی سامان تیار ہوچکے تھے۔ حکمت و طبابت کی ضرورت سے طبی الفاظ اور صنعتی اور دستکاری کی ضروریات سے دستکاری کے الفاظ۔ اور زراعتی ضرورتوں سے ہل وغیرہ کے الفاظ پیدا ہوئے۔ حاصل یہ ہے کہ بولیوں کی معمولی تکمیل کے لئے بھی صدہا سالوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

پُرانی بولیاں ناکارہ یا مشکل اور غیر مبین ہونے کے سبب مردہ ہوچکی ہیں۔ ایسی بولیاں خاتم الکتب کے لئے اور اُس کتاب کے لئے جو کل دنیا کو ایک بنانے کے واسطے

تشریف لائے ہرگز ہرگز مناسب نہیں ہوسکتیں۔۔ فن تحریر بالضرور بعد کی ایجاد ہے۔زبانی روایات کا قائم رہنا نہایت ہی مشکل ہے۔

ویدوں میں جن موسموں اور مہینوں کی خصوصیات کا بیان ہے ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وید ہندوستان کی پیدائش ہیں۔تبت کے موسموں اور پیداوار کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔اگر یہ کتابیں شروع دنیا میں ملی ہوتیں تو لوگ جب تمام دنیا میں پھیلے تھے توضرور تھا کہ وہ ان ویدوں کو اپنے ہمراہ لے جاتے۔لیکن ان کا سراغ کسی اور جگہ نہیں مل سکا۔

وید منتروں کے سروں پر ایسے رشیوں کے نام لکھے ہوئے ہیں جو نوع انسان کی پیدائش کے بہت دیر بعد پیدا ہوئے۔ان رشیوں کے نام اکثر جگہ متن وید میں بھی پائے جاتے ہیں۔درحقیقت انہی رشیوں کے خاندانوں نے ہی ان منتروں کو بنایا تھا۔لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ ان رشیوں نے ان منتروں کو نہیں بنایا بلکہ ان رشیوں نے پہلے پہل الہامی طور پر ان منتروں کے معنی سمجھے تھے۔گویا اصل صاحب الہام یہی رشی تھے۔ابتدا میں وید منتر طوطے کی طرح رٹے جاتے تھے۔لیکن اُن سے حسب زمانہ کسی قسم کا فائدہ نہیں لیا جا سکتا تھا۔

انسان علم و اخلاق شروع سے ارتقائی مراتب طے کرتا آیا ہے۔ابتدائے دنیا میں فطری ہدایات پر کام چلتا تھا۔جب بولیاں تیار ہوئیں تو تعلیمی الہام کا موقعہ آیا۔اسوقت لوگوں کی طبیعتیں جہالت پسند۔رسم پرست اور تقلید کی دلدادہ تھیں۔یہ زمانے تاریک زمانے کہلاتے ہیں۔اگر اسوقت کوئی مکمل کتاب دیجاتی تو لوگ اپنی سرکشیوں کے سبب اُسے ہرگز قائم نہ رہنے دیتے۔تقلید۔جہالت اور رسم پرستی اُنھیں حق سے روکنے کا ضرور کام دیتیں۔ہم دیکھتے ہیں کہ تورات پر ایک ایسا زمانہ آیا کہ دنیا میں اسکا کوئی نسخہ موجود نہ رہا۔کہتے ہیں کہ حضرت عزیرؑ نے تورات کو بہت سے اضافوں کے ساتھ دوبارہ لکھا۔موجودہ تورات میں موسیٰ علیہ السلام کی موت کا بھی ذکر ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ آج تک موسیٰ علیہ السلام کی شان کا کوئی نبی نہیں ہوا۔یہ باتیں موسیٰؑ کے زمانہ کی نہیں ہوسکتیں

جب تاریک زمانوں کا خاتمہ ہوا اور روشنی کے زمانے کی بنیاد پڑی اور لوگ اس قابل ہوئے کہ اُن سے الہامی تعلیم چھینی نہ جائے اسوقت قرآن کا نزول ہوا۔اسوقت

بھی جہالت پسند۔ رسم پرست اور تقلید کے دلدادہ لوگ موجود تھے۔ لیکن اُن میں پہلے زمانوں کی نسبت قلت واقع ہوگئی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ قرآن کو بھی جو تیئیس سال تک نازل ہوتا رہا تکمیل کو نہ پہنچنے دیں اور اسکا بہت سا حصہ ضائع کردیں۔ اُنھوں نے ہر طرح کی کوششیں کیں کہ دنیا میں یہ تعلیم نہ پھیلے۔ وہ اہل اسلام کے ساتھ منافقانہ تعلق پیدا کرکے اُن سے قرآن کے لکھے ہوئے نسخوں کو چرالے گئے اور اُنھیں چیر پھاڑ ڈالا۔ لیکن مسلمانوں کے پاس اور بھی نسخے موجود تھے اور ان میں سے اکثر حافظ بھی تھے۔ ظالموں کی کوشش رائگاں گئی اور قرآن ویسے کا ویسا ہی موجود رہا۔ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے اس قرآن کو اُتارا ہے اور باوجود ظالموں کی کوششوں کے ہم اس کی ضرور حفاظت کریں گے۔ چنانچہ رسول کریم کی زندگی میں وہی ظالم و کافر داخل اسلام ہوگئے۔ اور اُنہیں کی شہادت سے ثابت ہوگیا کہ یہ قرآن رسول کریم کے زمانہ میں بلا اختلاف موجود تھا اور کسی شہادت در شہادت کے سلسلے کے بغیر شائع ہوتا چلا آیا ہے۔ اگر حدیثوں کا بھی یہی حال ہوتا تو وہ بھی شہادت در شہادت کے سلسلے کے بغیر پہنچتیں۔ حدیثیں تو اس شہادت سے بھی نہیں پہنچیں جس کو عقلاً اور شرعاً شہادت سمجھا جاتا ہے۔ اسلام نے شہادت در شہادت کے سلسلے کو مٹا دیا ہے۔ اس سے کسی بات کی اصلیت کا پتہ نہیں لگ سکتا۔ اس مٹائے ہوئے قاعدے کو بہت سے متعصب اشخاص نے اپنے رسم و رواج کو رسول تک پہنچانے کے لئے اپنی خواہش سے دوبارہ جاری کرلیا تھا۔ اور روایت کے سلسلے بناکر جھوٹی باتوں کو رسول تک پہنچایا تھا۔ یہ ہرگز ممکن نہیں ہوسکتا کہ رسول کریم کا منشا ہو کہ حدیثیں پہلے تو زبانی یاد کی جائیں اور مدت دراز کے بعد چند محدث ہونگے وہ نئے نئے قاعدے مقرر کرکے اُن کی صحت کو قائم کریں گے اور اسوقت سے دنیا میں ایک نئے بگاڑ کی بنیاد ڈالیں گے۔ اگر روایتیں پہلے صحیح ہوتیں تو صحابہ کے وقت کی روایتوں کو ہی جاری کرنا ضروری تھا اور اگر وہ صحابہ کے وقت میں غلط سمجھی جاتی تھیں تو محدثین کو کیا اختیار تھا کہ نئے قواعد بناکر آئندہ کے لئے صحیح قرار دیں جبکہ وہ پہلے زمانہ میں قابل رد سمجھی جاتی تھیں۔ محدثین کی کوشش صاف دکھلا رہی ہے کہ اُنھوں نے جو کچھ لیا ہے بنائے ہوئے جھوٹ سے ہی لیا ہے۔ حدیث کے مقابلہ میں قرآن مجید کی یہ فتحمندی صاف دکھلا رہی ہے کہ خدا کا اس کو محفوظ رکھنے کا

وعدہ قرآن کی حفاظت کے لئے پرلے سرے کی دلیل ہے۔ مگر اسوقت ایسے اہلحدیث بھی پیدا ہوگئے ہیں جو قرآن مجید کی اس آیت کو قرآن محفوظ کی حفاظت کی دلیل نہیں سمجھتے اور قرآن کی حفاظت کو بھی اپنی جھوٹی روایات کی بنا پر محل نزاع بتلاتے ہیں۔ وہ حدیثوں کے ساتھ قرآن مجید کو بھی لے ڈوبنا چاہتے ہیں۔ اس مبارک آیت سے اس بات کا بھی پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ قرآن کبھی ضائع نہیں ہوگا۔ اور اپنا اثر دنیا پر ڈالتا رہیگا اور قریش بھی اس سے فیضیاب ہوکر اسلام کے دوست بنجائیں گے جیسے کہ پہلی سورتوں سے بھی واضح ہوتا ہے۔

اس سورت میں چھ رکوع ہیں۔ پہلے رکوع میں کتاب فطرت اور قرآن کی مطابقت دکھلائی گئی ہے اسلئے ضرور ہے کہ اکثر اوقات میں کافر مسلمان ہونے کی خواہش کریں گے۔ قرآن کا اُترنا اور محفوظ رہنا قرآن کی صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے مگر ضدی لوگ مشاہدہ کرکے بھی انکار کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔

دوسرے رکوع میں خدا تعالےٰ کے ارضی وسماوی تصرفات کا بیان ہے اور فرمایا ہے کہ قدیم اور نئے لوگوں میں سے جو بھی آخرت کے لائق کام کریگا نیک نتیجہ دیکھیگا۔ اگر قدیم لوگ بُرے ہوں تو قدامت اُنھیں کام نہیں دیگی۔ اور اگر نئے لوگ ترقی یافتہ ہوں تو وہ قدیم لوگوں سے بہت اعلیٰ ہوسکتے ہیں۔ انحصار خوش خلقی اور نیک معاملہ کرنے اور خدا کی طرف دھیان لگانے پر ہے۔ اس رکوع میں بمقابلہ حفاظت قرآن مجید کاہنوں کی غیب بینی کی بھی صاف طور پر تردید کی گئی ہے۔

تیسرے رکوع میں خود انسان کی پیدائش کا حال ہے۔ خدا نے اُسے عقل واختیار دیا ہے اور تمام کارکنان قدرت کو اُس کے آگے مسخر کیا ہے۔ عقلی مغالطے اُسے دھوکے میں ڈالتے ہیں اور للچاہٹوں اور غضب وغصے کے سبب وہ مغالطے پختہ ہوتے جاتے ہیں۔ جہنم کی طرف جانے کے کئی راستے ہیں۔ لوگ اسطرح جہنم کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

چوتھے رکوع میں شیطانی آزمائش سے بچنے والوں کے نیک نتیجے کا ذکر ہے اور ابراہیم اور لوط علیہما السلام کی مثالوں سے دکھلایا ہے کہ ابراہیم کے لئے خوشخبری مل رہی ہے اور لوط کی قوم اپنی بدکرداریوں کے سبب عذاب کے لئے تیار ہورہی ہے۔

پانچویں رکوع میں لوط کی قوم کی تباہی اور مدین وایکہ کی بربادی کا بیان ہے۔ جب قریش اپنے گرما کے سفر میں شام کی طرف جاتے تھے تو ان بستیوں کی تباہی کا نقشہ ان کے

سامنے آتا تھا اور اُن کے لیے باعث عبرت ہو سکتا تھا۔

چھٹے رکوع میں قوم ثمود کی ہلاکت کا ذکر ہے جو پہاڑوں کو کھود کر مکان بناتے تھے اور اپنے آپ کو بڑا امن والا سمجھتے تھے۔ لیکن ایک ہی زلزلے نے اُن کا کام تمام کر دیا۔ آگے دکھلایا ہے کہ یہ نتائج ان کے ساتھ خاص نہیں تھے۔ اب بھی یہ عذاب ظالموں سے دور نہیں ہیں۔ مستقل رہکر اسوقت کے لیے صبر کرنا پڑتا ہے۔ دیکھو جن لوگوں نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے خدا نے اُن کو تمہارے سامنے ہلاک کر دیا اسی طرح آئندہ بھی ہوگا۔ یہ قرآن کو مٹانا چاہتے ہیں تو قرآن کی خوب اشاعت کر۔ آجکل تجھ پر ٹھٹھے ہو رہے ہیں خدا ہی اپنا کافی ہونا دکھلائیگا اور شرک کی برائی ظاہر کریگا تیرا دل تنگ ہو رہا ہے اسکا علاج خدا کی سچی یاد ہے اور یاد اس طرح پر کرنی چاہئے کہ شکوک جاتے رہیں اور یقینی تجلیات نازل ہونے لگیں۔

ترجمہ و تشریح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ شروع ساتھ نام اللہ کے جو رحمان و رحیم ہے

(۱) الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ (الٓرٰ ان حروف میں اس سورت کے علوم بیج کی طرح شامل ہیں۔ خود خدا تعالٰے ہی اپنے فضل سے انھیں درخت کی صورت میں جلوہ گر کرتا ہے حرفوں تک کی وحی بھی قرآن سے باہر نہیں رکھی گئی۔ پس وحی کے لحاظ سے قرآن مہیمن و مکمل ہی اکیلا کافی ہے) یہ اس کتاب (فطرت) اور (اس کے مطابق) بیان کرنے والے قرآن کی آیتیں ہیں (اس میں صاف دکھلا دیا ہے کہ خدا کا کلام اور خدا کا کام ایک دوسرے کے لئے میزان و دلیل ہیں)

(۲) رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ (چونکہ یہ قرآن ہمیشہ محفوظ رہیگا اور اپنے ثبوت دیتا رہیگا اسلئے) وہ لوگ جو کافر ہوئے اکثر دفعہ دوست رکھیں گے کہ کاش ہم اہل اسلام ہوتے (کیونکہ اسلام ایک ایسا دین ہے جو تمام قومی قیود سے آزاد ہے اور اس کے اصول عالمگیر ہیں)

(۳) ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝

(مگر اسوقت یہ لوگ تمتعات دنیوی میں پڑکر غافل ہو رہے ہیں اور حق کی طرف توجہ نہیں کرتے سو) تو اُنھیں چھوڑ تاکہ یہ کھائیں اور فائدہ اُٹھائیں اور تمنائیں اُنھیں غافل کریں۔ پس قریب ہی جان لیں گے۔

(۴) وَمَآ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعۡلُوۡمٌ ○ (اور ہم نے کبھی کسی کو بیخبری کی حالت میں نہیں پکڑا خبردار کر دینا ہمارے ذمہ ہے جیسا کہ ارشاد ہے) اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اس حال میں کہ اُن کے لئے ایک کتاب ہوتی تھی جسکا علم اُنھیں دیا جاتا تھا (تاکہ وہ اس کے مطابق اپنی اصلاح کر سکیں)

(۵) مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ ○ (اصل کتاب سے پرے ہٹ کر قومیں تنزل کی طرف مائل ہو جاتی تھیں اور جب اُن کے عذاب کا وقت آتا تھا تو کوئی قوم اپنی میعاد سے زیادہ وقت نہیں لے سکتی تھی اور پیچھے کی طرف مڑنا بھی ناممکن تھا۔ حاصل یہ ہے کہ وہ سب قومیں اپنے اپنے وقت پر پکڑی گئیں جیسا کہ ارشاد ہے) کوئی اُمت اپنے (عذاب کے) مقررہ وقت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ (لوٹ کر) پیچھے ہی آ سکتے ہیں (گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں)

(۶) وَقَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الَّذِىۡ نُزِّلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ اِنَّكَ لَمَجۡنُوۡنٌ ○

(اسی طرح اب اس قرآن کا زمانہ آگیا ہے جس میں تمام صداقتیں ایک جگہ جمع کر دی گئی ہیں اور بجائے شخصی ادیان کے عالمگیر اسلام کی طرف بلایا گیا ہے تاکہ دنیا ایک ہو جائے اور ایک خدا کے ماتحت ہو کر کام کرے۔ ایسی عالیشان کتاب کو دیکھکر کافروں نے کہا جیسا کہ ارشاد ہے) اور اُنھوں نے کہا اے وہ شخص جسپر یہ ذکر (یعنی قرآن ۱۹/۲۴) اُتارا گیا ہے تو بلاشبہ پاگل ہے (تو لوگوں کو ایک بنانے کے خواب دیکھ رہا ہے تو کاہنوں کی طرح شیطانی کلامیں سن رہا ہے اور سمجھتا ہے کہ میرے پاس فرشتے خدا کے حکم لا رہے ہیں)

(۷) لَوۡ مَا تَاۡتِيۡنَا بِالۡمَلٰٓئِكَةِ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ○

اگر تو سچا ہے تو فرشتوں کو ہمارے پاس کیوں نہیں لے آتا۔

(۸) مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝ (کار کنان قدرت جہان کے کام پر

لگے ہوئے ہیں۔ اگر وہ اس انتظام کو چھوڑ کر سامنے آجائیں تو تباہی واقع ہو جائے۔ پس ملائکہ عذاب کی صورت میں نازل ہو سکتے ہیں یا موت کے وقت جبکہ جسمانی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے نظر آتے ہیں۔ اسلئے فرمایا) ہم فرشتوں کو نہیں اُتارتے مگر حق (یعنی حقانی قاعدے) کے ساتھ (اُسوقت آئندہ اصلاح کے لئے مہلت نہیں مل سکتی جیسا کہ ارشاد ہے) اور جب تو یہ مہلت نہیں دئیے جاتے۔

(۹) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (فرشتے اپنے کاموں کے ذریعے سے تو ضرور

نظر آتے ہیں۔ دل پر وحی اُن کے ذریعے سے نازل ہوتی ہے اور حق کی صداقت دلوں میں اُن کے ذریعے سے قائم ہوتی ہے۔ صداقت سے فائدہ اُٹھانے والے لوگوں میں وہ وحی قائم رہتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے) بلاشبہ ہم نے ہی اس ذکر (یعنی قرآن کو بذریعہ ملائکہ کے) نازل کیا اور (یہ حق کبھی نہیں بدلا جائیگا) بلاشبہ ہم اس کے بالضرور حافظ ہیں۔

(یہ قرآن ہمارے پاس شہادت در شہادت کے سلسلے کے بغیر پہنچتا آیا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بیچ میں کبھی کوئی ایسا وقفہ نہیں پڑا جس کے لئے کسی شہادت کی ضرورت ہو۔ قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جو خود صحابہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی آج تک دنیا میں موجود ہے۔ اگر سوائے قرآن کے کوئی اور وحی بھی اس پایہ کی ہوتی تو خدا تعالےٰ اس کے متعلق بھی ایسا وعدہ کرتا۔ حدیث کو تو خود لکھنے والوں نے ہی ظنی اور ضعیف قرار دیا ہے۔ وحی الٰہی کا ممتاز دکمل اور وعدہ الٰہی کے ساتھ محفوظ ہو کر پہنچنا لازم ہے۔ اور یہ صفت سوائے قرآن کے اور کسی میں نہیں پائی جاتی۔ یہ قرآن ہمیں تمام وحیوں سے بے نیاز کر دیتا ہے پھر کیا یہ بخاری اور مسلم کی اُڑتی پڑتی اور پریشان روایات کا ہی محتاج ہے)

(۱۰) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ (پہلی کتابوں میں ان لوگوں کی شرارت

وجہالت اور تقلید و رسم پرستی کی بدولت جھوٹی حدیثیں بھی ساتھ شامل ہو جاتی تھیں اور خدا کی طرف سے سزائی حکم الگ آتے تھے۔ اسلئے خدا تعالےٰ نے یہ محفوظ و مکمل قرآن بھیجا جس میں کوئی ملاوٹ نہیں اور نہ کوئی حکم سزا کے طور پر لایا گیا جیسا کہ ارشاد ہے) اور البتہ تحقیق ہم نے پہلی قوموں میں رسول بھیجے۔

(۱۱) وَمَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ اور اُنکے پاس کوئی رسول نہیں آتا تھا مگر وہ اُس کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے (اور اپنی رسموں کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے)

(۱۲) كَذَٰلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ۝ (اس قرآن کے وقت میں بھی مجرم یہی چاہتے ہیں کہ قرآن کے ساتھ اور باتیں بھی دین میں داخل کی جائیں لیکن یہ زمانہ اس کے لئے موافقت نہیں کرتا۔ سو ایسے لوگ اس قرآن کو بھی نہیں مانتے چنانچہ فرمایا) اسی طرح (مخول کی صورت میں) ہم اس (قرآن) کو بھی مجرموں کے دلوں میں چلاتے ہیں۔

(۱۳) لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ۝ وہ اس (قرآن) کو نہیں مانتے اور پہلے لوگوں کی بھی یہی سنّت (عادت) ہوتی آئی ہے۔

(۱۴) وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ۝

(یہ باتیں معقول دلائل کے ساتھ ثابت ہیں۔ جسطرح یہ فرشتوں کو دیکھنا چاہتے ہیں اور جو خیال اُن کا ستاروں کے متعلق ہے وہ قطعاً غلط ہے۔ اگر ہم اُنھیں آسمان پر بھی لے جائیں تو اُنھیں اُن کی وہ حقیقت نظر نہیں آئیگی جو اُن کے خیالات میں ہے۔ اسوقت یہ حق کو تسلیم نہیں کرینگے بلکہ کہیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دیگئی ہے یا ہم پر جادو کیا گیا ہے۔ یہ ہے ان کی شرارت وجہالت کا حال جیسا کہ ارشاد ہے) اور اگر ہم اُن پر کوئی راستہ آسمان سے کھول دیں پھر یہ دن دہاڑے اس میں چڑھنے لگیں (اور اصل حقیقت کو اپنے خیالات کے برخلاف دیکھیں)

(۱۵) لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝
البتہ کہیں گے کہ سوائے اس کے نہیں کہ ہماری آنکھوں کو مست کردیا گیا ہے۔ نہیں نہیں بلکہ ہم ایسے لوگ ہیں جنپر جادو کیا گیا ہے (اور حقیقت کے برخلاف ہمیں دکھلایا جارہا ہے)

رکوع دوم (۱۶) وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِى السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ۝
(یہ لوگ آسمان کے اوپر کے طبقات میں تو جا نہیں سکتے البتہ اس دنیا میں جو کاہن تنہائی کے موقع پر چوری سے اپنے خیالی شیاطین کے آگے معمول کی حالت میں ہو بیٹھتے ہیں اُن پر اس دنیا میں ہی گرنے والے ستارے پڑتے ہیں اور دکھلاتے ہیں کہ ان کو اپنی موت کی بھی خبر نہ تھی۔ کوئی شیطان آسمانی نظام میں دخل نہیں پاسکتا اور انتظام الٰہی میں خلل نہیں ڈال سکتا۔ اس سے خدا کا پورا تصرف ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے) اور البتہ تحقیق ہم نے آسمان میں برج (یعنی ستارے جو برجوں کی طرح آباد ہیں) بنائے ہیں اور انھیں دیکھنے والوں کے لئے سجایا ہے۔

(۱۷) وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝ اور اُنھیں ہر ایک شیطان مردود سے (خواہ جِنّی شیطان ہو یا بشری شیطان ہو) محفوظ کیا ہے۔

(۱۸) اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ۝ مگر جس (کاہن) نے
(پوشیدگی میں بیٹھکر) چھپکر سنا تو اُس کے پیچھے ظاہر شعلہ لگا (اس سے معلوم ہوا کہ کاہنوں پر اس دنیا میں بھی نزول قرآن کے وقت ٹوٹنے والے ستارے گرتے تھے۔ دیکھو سورہ جن۔ ان گرنے والے ستاروں سے لوگ اس دنیا میں بھی ستاروں کی حقیقت کا قیاس کرسکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں کہ نظام الٰہی میں کوئی خلل اندازی نہیں کرسکتا)

(۱۹) وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِىَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ۝ (نظام سماوی میں دخل دیتا تو الگ رہا اس دنیا کے زلزلوں کو بھی سوائے خدا کے کوئی نہیں روک سکتا اور فطری قواعد کے برخلاف کوئی کام نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ ارشاد ہے) اور زمین جو ہے ہمنے اُسے (مناسب طرح سے) پھیلایا (تاکہ زمینی مخلوقات زمین کے مرکز کی طرف اپنے مرکز ثقل پر قائم رہ سکے اور چونکہ زمین کے اندر بہت بڑی آگ ہے جس سے زمین کا اندرونی حصہ پگھلا ہوا ہے اس میں سمندر کی طرح مد و جذر واقع ہو سکتا تھا اس کو قابو میں رکھنے کے لئے خدا تعالےٰ نے اس کے اردگرد پہاڑوں کا دباؤ ڈالا تاکہ مد و جذر کے سبب اسمیں ہلچل پیدا نہ ہوتی رہے اسلئے فرمایا) اور ہم نے اس میں پہاڑ ڈالے (اور پہاڑوں سے دریا بہائے) اور اس (زمین) میں ہر ایک جچی تلی شے کو اُگایا (یہ اُگانا خدا کا کام ہے)

(۲۰) وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ۝

اور (آگے خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں سے) ہمنے تمہارے لئے روزیاں بنائیں اور ان چیزوں کو بھی بنایا جن کے تم رازق نہیں ہو (بری و بحری اور ہوائی کیڑے مکوڑے اور بہت سے جانور انسان کے روزی دینے کے بغیر ہی جیتے ہیں۔ جانور باہر سے چر آتے ہیں اور گھر میں آکر دودھ دیتے ہیں۔ بچوں کے پیدا ہونے سے پہلے ہی خدا تعالےٰ دودھ پیدا کر دیتا ہے)

(۲۱) وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۝ اور کوئی چیز نہیں ہے مگر ہمارے پاس اس کے خزانے ہیں اور ہم اُسے معلوم اندازے کے ساتھ اُتارتے ہیں۔

(۲۲) وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ۝ اور ہم ہواؤں کو جو بخارات سے لدی ہوتی ہیں بھیجتے ہیں اور اوپر کی طرف سے پانی برساتے ہیں پھر اُسے

تمہیں پلاتے ہیں اور تم اس کے خزانچی (اور روک رکھنے والے) نہیں ہو (وہ پانی پھر آسمان کو چڑھ جاتا ہے)

(۲۳) وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُوْنَ۝ اور بلاشبہ ہم ہی زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں (سب چیزیں پھر ہمارے ہی قبضے میں آجاتی ہیں زندگی اور موت کا پیدا کرنا کسی انسان کا کام نہیں ہے۔ جینے کی خواہش کرتے ہوئے سب لوگ مرجاتے ہیں اور مرنے کی خواہش کرکے بھی اکثر لوگ زندہ رہتے ہیں)

(۲۴) وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ۝

اور تحقیق ہم تم سے پہلے لوگوں کو بھی جانتے ہیں اور پچھلے لوگوں کو بھی جانتے ہیں۔

(۲۵) وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۝ اور تیرا رب ہی اُن کا (دوسرے عالم میں) حشر کرتا رہتا ہے بلاشبہ وہ حکمت والا علم والا ہے۔ (اسکا کوئی کام حکمت و علم کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ اس رکوع میں توحید الٰہی اور اعمال صالح اور آخرت کا ثبوت دیا گیا ہے مگر انسان اپنی کمزوری اور جذبات میں پھنسے ہونے کے سبب فائدہ نہیں اُٹھاتے بلکہ اپنی بزدلی کا اظہار کرتے ہیں۔ اگلے رکوع میں انسان کی اس کمزوری کا نقشہ کھینچا گیا ہے)

رکوع سوم (۲۶) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۝ اور بالتحقیق ہم نے انسان کو بجنے والی مٹی سے جو بدبودار کیچڑ سے بنتی ہے پیدا کیا (انسان کی پیدائش کبھی خشک مٹی سے بیان کی گئی ہے اور کبھی پانی سے اور کبھی مٹی اور پانی کے ملاپ یعنی گارے سے۔ تالابوں میں یہ مٹی بدبودار کیچڑ کی شکل میں بن کر پانی پر تیر آتی ہے اور پانی کے سوکھنے کے وقت کناروں پر جم جاتی ہے اور لُو کی گرمی سے کھڑکنے والی بن جاتی ہے پھر ہوائی تغیرات سے جان پڑنے کے لائق

ہوجاتی ہے۔ انسان کی پیدائش کا یہی حال ہے۔ جن لوگوں میں ناری حصّہ زیادہ ہوتا ہے۔ وہ جان کہلاتے ہیں جیسا کہ سورت الرحمان میں دکھلایا گیا ہے۔ یہ جان پیچھے نہیں پیدا ہوتے بلکہ انسان کے پیدا کرنے میں پہلے سے ہی مخلوق تھے جیسا کہ فرمایا ہے:

(۲۷) وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝ اور جنّوں کو ہم نے لو کی آگ (یعنی حرارت) سے (نوعِ انسان میں شامل کر کے) پہلے سے ہی پیدا کیا ہے (یہ دونوں قسمیں جو اپنی کمزوری اور جوش کا اظہار کرتی ہیں بشر میں داخل ہیں۔ اسلئے آگے اُن کو بشر میں داخل کر کے فرمایا)

(۲۸) وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ اور جب تیرے رب نے فرشتوں (یعنی کارکنانِ قدرت) کو (حالی طور پر) کہا کہ میں ایک بشر کو بجنے والی مٹی سے پیدا کرنیوالا ہوں جو بدبودار کیچڑ سے بنی ہوگی۔

(۲۹) فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝ سو جب میں اُس (جنسِ بشر) کو درست کروں اور اس میں اپنی روحوں میں سے (ایک روح کو) پھونکوں (اور وہ صاحبِ عقل و اختیار بن جائے) تو تم اس کے لئے ساجد ہو کر گر پڑنا (انسان سورج سے خدا کے حکم کے برخلاف فوائد اُٹھاتا ہے اور سورج اسے مخالفتِ الٰہی میں بھی کام دیتا ہے۔ کسی شخص کی اس قسم کی اطاعت سجدہ کہلا سکتی ہے)

(۳۰) فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ پس ملائکہ (یعنی کارکنانِ قدرت) سب کے سب نے سجدہ کیا۔ (لوگ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں اور اوتار بناتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ فرشتے تو تمہارے غلام ہیں۔ پھر کیا تم غلاموں کے غلام بنتے ہو؟)

(۳۱) اِلَّآ اِبۡلِیۡسَ ؕ اَبٰۤى اَنۡ یَّکُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ ۝ مگر (جنس) ابلیس نے (سجدہ نہ کیا بلکہ) سجدہ کرنیوالوں کے ساتھ ہونے سے انکار کیا (یہ انکار حالی ہے۔ جس طرح زمین۔ آسمان اور پہاڑوں نے امانت کے اٹھانے سے انکار کیا ۲۲ پ۔ ابلیس عقلی مغالطوں میں ڈالتا ہے اور للچاہٹوں اور غضب میں پھنسا کر انھیں پختہ کرتا ہے)

(۳۲) قَالَ یٰۤاِبۡلِیۡسُ مَا لَکَ اَلَّا تَکُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِیۡنَ ۝ اُس (یعنی خدا تعالیٰ) نے کہا اے ابلیس تیرے لئے کیا ہے کہ تو سجدہ کرنیوالوں کے ساتھ نہیں ہوتا۔

(۳۳) قَالَ لَمۡ اَکُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَہٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ۝ اُس نے کہا میں ایسا نہیں ہوں کہ ایسے بشر کو سجدہ کروں جس کو تو نے کھڑکتی مٹی سے پیدا کیا جو بدبودار کیچڑ سے بنی۔ (بشری پیدائش سے پہلے ابلیس بھی کارکنان قدرت میں داخل تھا لیکن انسان کے عقل و اختیار کو بگاڑنے کے سبب اس شرافت سے نکل گیا۔ حیوانوں میں قدرتی حکموں کے ماتحت جوش پیدا کرتا تھا۔ لیکن انسانی عقل کو بگاڑ کر اور عاجز کو متکبر بنا کر اس سے خدا کی مخالفت کا کام ہونے لگا)

(۳۴) قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡہَا فَاِنَّکَ رَجِیۡمٌ ۝ خدا نے کہا کہ تو اس (شرافت، خیریت) سے نکل جا۔ اسلئے کہ تو مردود ہے۔

(۳۵) وَّاِنَّ عَلَیۡکَ اللَّعۡنَۃَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۝ اور تجھ پر (ہر ایک کی) جزا (یعنی موت) کے دن تک لعنت ہے۔

(۳۶) قَالَ رَبِّ فَاَنۡظِرۡنِیۡۤ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ ۝ اُس نے کہا اے میرے رب مجھے اس دن

تک مہلت دے جس دن لوگ پیش کیے جاتے ہیں۔

(۳۷) قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ خدا نے کہا کہ تو مہلت دیے گیوں سے ہے۔

(۳۸) اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝ (مگر پیشی کے وقت تک نہیں بلکہ) اس وقت کے دن تک جسکا سب کو علم ہے (یعنی موت کے دن تک۔ اُس دن تیرا اثر جاتا رہیگا اور تو اس انسان کے ساتھ ہی پیش ہوگا)

(۳۹) قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اُس نے کہا اے میرے رب اسلئے کہ تو نے (انسان کو عقل و اختیار دیکر) مجھے گمراہی کا موجب بنایا۔ میں ضرور ہی اُن کے لئے زمین میں (برُے کاموں کو) زینت دونگا اور ان سب کو (اپنے اپنے وقت پر) گمراہ کرونگا

(۴۰) اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ مگر وہ (میری گمراہی کے اثر سے بچ رہیں گے) جو اُن میں سے تیرے خالص (یعنی مواحد) بندے ہیں (وہ خدا کے ساتھ کسی کو دوسرا احکم الحاکمین اور دوسرا اصل مطاع اور دوسرا حکم مطلق اور دوسرا منتہائے سوال نہیں سمجھتے)

(۴۱) قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ۝ فرمایا یہ (اخلاص و توحید کی) راہ مجھ پر سیدھی پہنچتی ہے (۱۴/ع)

(۴۲) اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ بلاشبہ میرے بندے جو ہیں تیرا اُن پر کوئی غلبہ نہیں ہے (میں اُنھیں بچاؤنگا) مگر (تیرا غلبہ اُن پر ہے) جنہوں نے (مجھ سے) گمراہ ہوکر تیری پیروی کی۔

(۴۳) وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ اور بلاشبہ جہنم جو ہے تو ان سب کی جائے وعدہ
ہے (وہ سب اپنے اپنے وقت پر اس میں پہنچتے ہیں)

(۴۴) لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُومٌ ۝

(سورت فاتحہ میں دکھلایا گیا ہے کہ بنیادی بدیاں سات ہیں اور کسی جگہ ظاہر کیا گیا ہے کہ شرک کے سات اقسام ہیں پس لوگ ان رستوں سے جہنم کی طرف پہنچتے ہیں جیساکہ ارشاد ہے) اس (جہنم) کے لئے سات دروازے ہیں۔ ہر ایک دروازے کے لئے ان لوگوں میں سے (جو خدا سے گمراہ ہو گئے ہیں) ایک ایک حصہ بانٹا ہوا ہے (یعنی اگر کوئی ایک راستے سے جہنم میں نہیں جاتا تو اُسے ہوشیار رہنا چاہئے کہ کہیں دوسرے راستے سے تو جہنم میں نہیں جا رہا)

رکوع چہارم (۴۵) إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ (اب مخلص بندوں کی جزا کا ذکر ہے) بلاشبہ خدا کو بچاؤ کا موجب سمجھنے والے جنتوں اور چشموں میں ہیں۔

(۴۶) ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ ۝ (انھیں کہا جاتا ہے) کہ تم اُن میں سلامتی سے امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ (اب تمہارے لئے گرنے کا کوئی موقعہ نہیں ہے)

(۴۷) وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ ۝ اور جو کچھ اُن کے سینے میں (ایک دوسرے کے متعلق) کینے تھے ہم نے نکال دیئے۔ بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھنے والے ہیں۔

(انسان کو انسان سے کینہ نہیں اچھا
جس سینے میں کینہ ہو وہ سینہ نہیں اچھا)

(۴۸) لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ ۝ ان (جنتوں میں) میں اُن کو
تکلیف نہیں پہنچیگی اور نہ وہ اُن سے نکالے جانیوالے ہیں (تاکہ وہ پھر تنزل میں نہ آگریں)

(۴۹) نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ (اب خدا تعالےٰ اپنے انعام اور گرفت کے نمونے تاریخ عالم سے
پیش کرتا ہے اور فرماتا ہے) میرے بندوں کو خبردار کردے کہ میں (خدا) غفور الرحیم
ہوں۔

(۵۰) وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ۝ اور یہ (کہ میرا عذاب جو ہے تو وہی دردناک عذاب ہے

(۵۱) وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ ۝ اور (اُنھیں ابراہیم کے مہانوں کی خبر دے (جن کو خدا مہمان یعنی
ضیافت کھانے والے کہتا ہے اُن کو فرشتے بتانا ملّانوں کی ہی ایجاد ہے)

(۵۲) إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ۝

جب وہ (مہان) اسپر داخل ہوئے تو اُنھوں نے کہا سلام۔ ابراہیم نے
کہا بلاشبہ ہم تم سے ڈرنے والے ہیں (یہ ملرچ آدمی تھے اور لوط کی قوم کو تباہ کرنے
آئے تھے۔ وہ ملک صدق کے بھیجے ہوئے تھے۔ خدا کی طرف سے ملک صدق کو حکم آیا تھا کہ
ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے کے وقت بیٹے کی خوشخبری دو اور لوط کی قوم کو تباہ کر ڈالو سو وہ
لوط کی قوم کی طرف جاتے ہوئے راستے میں حضرت ابراہیم کو بیٹے کی خوشخبری دینے کے لئے
اُن کے پاس آئے۔ اُن کی فوجی حالت کو دیکھکر ابراہیم ڈر گئے)

(۵۳) قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۝ اُنھوں نے کہا تو مت ڈر۔ بلاشبہ ہم تجھے
علم والے بیٹے کی خوشخبری دیتے ہیں۔

۹ؔ توراۃ انجیل میں ملک صدق کے حالات ملتے ہیں۔

(۵۴) قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ عَلٰۤی اَنْ مَّسَّنِیَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ۝ ابراہیم نے
کہا کیا تم مجھے اس حال میں خوشخبری دیتے ہو کہ مجھ کو (کامل) بڑھاپا آگیا
ہے۔ پھر تم مجھے کس ذریعے سے خوشخبری دیتے ہو (یعنی کسی معمولی خواب کی بنا
پر کہہ رہے ہو یا اصل وحی الٰہی سے ایسا فرماتے ہو)

(۵۵) قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ ۝ اُنھوں نے کہا ہم نے
تجھے اصل حق کی خوشخبری پہنچائی ہے پس تو مایوسوں سے مت بن۔

(۵۶) قَالَ وَمَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ۝ ابراہیم نے کہا (میں خدا
کے حکم سے مایوس نہیں ہوتا) اور گمراہوں کے سوائے کون اپنے رب کی
رحمت سے مایوس ہو سکتا ہے۔

(۵۷) قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَیُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝ (ابراہیم علیہ السلام نے اُنکی جلدی کو دیکھکر) کہا کہ اے قاصدو!
تمہارا بھاری کام کیا ہے (جس کے لئے تم اتنا جتھا بنکر آئے ہو اور جانے کے لئے
جلدی کر رہے ہو)

(۵۸) قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ۝ اُنھوں نے کہا بلاشبہ ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے
گئے ہیں۔

(۵۹) اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ مگر لوط کی آل (بچائی جائیگی) بلاشبہ ہم ان
سب کو (اس مصیبت سے) بچانے والے ہیں۔

(۶۰) اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَاۤ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِیْنَ ۝ سوائے اس کی بیوی کے۔ ہمنے
اندازہ لگالیا ہے کہ وہ پیچھے رہنے والوں سے ہے۔

رکوع پنجم (۶۱) فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوۡطِ ِۨالۡمُرۡسَلُوۡنَ ۝ (اب قوم لوط کی تباہی کا ذکر آتا ہے۔ چنانچہ فرمایا) سو جب لوط کی آل کے پاس (ہمارے حکم کے مطابق) بھیجے ہوئے (اشخاص) آئے۔

(۶۲) قَالَ اِنَّكُمۡ قَوۡمٌ مُّنۡكَرُوۡنَ ۝ تو اُس نے کہا بلاشبہ تم اجنبی لوگ ہو (تم اس علاقے کے رہنے والے نہیں ہو۔ قوم نے مجھے دوسری قوموں کی حمایت سے روکا ہوا ہے۔ مجھے تمہارے معاملے میں بڑا خوف ہے)

(۶۳) قَالُوۡا بَلۡ جِئۡنٰكَ بِمَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَمۡتَرُوۡنَ ۝ اُنھوں نے کہا (خوف کی کوئی بات نہیں) بلکہ ہم تیرے پاس وہ چیز لائے ہیں جس میں یہ شک کرتے ہیں (یعنی ہم انھیں سزا دینے کے لئے آئے ہیں)

(۶۴) وَاَتَيۡنٰكَ بِالۡحَـقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ ۝ اور تیرے پاس سچا فیصلہ لائے ہیں۔ (تو کسی شک میں نہ رہنا) بلاشبہ ہم ضرور سچے ہیں۔

(۶۵) فَاَسۡرِ بِاَهۡلِكَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّيۡلِ وَاتَّبِعۡ اَدۡبَارَهُمۡ وَلَا يَلۡتَفِتۡ مِنۡكُمۡ اَحَدٌ وَّامۡضُوۡا حَيۡثُ تُؤۡمَرُوۡنَ ۝ سو تو کچھ رات رہے اپنے اہل کو لیجا اور اُن کے پیچھے پیچھے چلا جا اور کوئی تم میں سے پیچھے کی طرف نہ مڑے اور وہاں چلے جاؤ جہاں تمہیں حکم دیا جاتا ہے (وہ جگہ اس زلزلے کے مہلک اثرات سے باہر تھی۔ اُن کو رات کے وقت نکالا گیا تاکہ قوم کو پتہ نہ لگے اور بے خبری کی حالت میں سب تباہ کئے جائیں۔ اس قوم کی عورتیں بھی اپنے خاوندوں اور بیٹوں کے فعل سے خوش تھیں۔ خود لوط کی بیوی بھی قوم کے اس فعل کو پسند کرتی تھی۔ یہ لوگ مسافروں کو لوٹ لیتے اور پھر اُنھیں نادم کرنے کے لئے اُن کے ساتھ بے حیائی سے پیش آتے تھے۔ اس شرارت کی موجد یہی قوم تھی)

(۶۶) وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ

اور (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) ہم نے اس (لوط) کی طرف اس بات کی قطعی وحی کی کہ ان لوگوں کی جڑ صبح کو کاٹی جانیوالی ہے۔

(۶۷) وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ○ اور (ان مہانوں کو آتے دیکھکر) اس شہر کے لوگ خوشیاں کرتے آئے (ان لوگوں کی طرف سے حضرت لوط کے داماد لوط کو شرمندہ کرنے کے لئے پیش پیش تھے)

(۶۸) قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ○ اس نے (یعنی لوطؑ نے) کہا کہ یہ میرے مہمان ہیں پس تم مجھے رسوا نہ کرو (لوگوں میں مشہور ہوجائیگا کہ فلاں جگہ مہانوں کے ساتھ یہ برائی کی گئی)

(۶۹) وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ○ اور خدا سے ڈرو اور مجھے ذلیل نہ کرو۔

(۷۰) قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ○ وہ (لوگ) کہنے لگے کیا (تو اپنی بات سے ٹلنا چاہتا ہے) اور ہم نے تجھ کو دوسری قوموں سے روکا ہوا نہیں۔

(۷۱) قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ○ اس نے کہا (تم نے میری بیٹیوں کو میرے گھر میں بٹھایا ہوا ہے) اگر تم (ٹھیک کام) کرنیوالے ہو تو یہ میری بیٹیاں ہیں

(۷۲) لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○ (خدا تعالیٰ نے لوطؑ کو فرمایا کہ) تیرے انکی آبادی چاہنے کی شہادت ہے (لیکن) بلاشبہ یہ اپنی مستی میں اندھے پھر رہے ہیں (یعنی تو چاہتا ہے کہ یہ آباد ہوں۔ لیکن یہ اپنی مستیوں میں پڑکر تباہی کی طرف جا رہے ہیں)

(۷۳) فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ۝ سو انھیں سورج نکلنے کے ساتھ ہی زلزلے نے آلیا۔

(۷۴) فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝
پھر ہمنے ان بستیوں کو تہ وبالا کردیا اور اُن پر کھنگر کی قسم کے پتھر برسائے۔

(۷۵) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ۝ تحقیق اس میں فراست والوں کے لئے نشان ہیں۔

(۷۶) وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ۝ اور بلاشبہ یہ بستی اُس راستے پر ہے جو ابھی تک قائم ہے (اور اپنے آپ کو قائم رکھنے والا ہے)

(۷۷) اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ جو (آج بھی) ماننے والے ہیں اُن کے لئے اس (نظارے) میں بلاشبہ نشان ہے (یہ علاقہ بحیرہ مردار کی ہولناک صورت میں آج تک موجود ہے۔ اس زمین میں مٹی کے تیل کے چشمے تھے۔ فوجیوں نے لوط کے لوگوں کو نکالکر اُن میں آگ لگادی۔ جب تیل کے چشمے بھڑکنے لگے تو زمین پر وہ حالت طاری ہوئی جو زلزلے کے اوقات میں ہوا کرتی ہے۔ وہ زمین تہ و بالا ہوگئی)

(۷۸) وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ۝ (بحیرہ مردار کے جنوب میں عرب کے علاقے میں کھلے راستے کے ایک طرف مدین کی بستی تھی اور دوسری طرف ایکہ کا بن تھا۔ ان منڈیوں میں کم تولا جاتا تھا اور دغابازی سے فائدہ اُٹھایا جاتا تھا جیسا کہ ارشاد ہے) اور بلاشبہ بن والے ضرور ظالم تھے۔

(۷۹) فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝ سو ہمنے اُن سے (مظلوموں کا) انتقام

لیا اور بالتحقیق یہ دونوں (ایکہ و مدین کی بستیاں) کھلے راستے پر ہیں۔

رکوع ششم (۸۰) وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ

(اسی سڑک پر مدینے کے شمال میں حجر کا کوہستانی علاقہ ہے۔ اس جگہ قوم ثمود بستی تھی جب قریش موسم گرما میں شام کی طرف جاتے تھے تو اُن کے مساکن میں سے ہو کر گذرتے تھے جیساکہ ارشاد ہے) اور تحقیق حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا (تمام رسولوں کی تعلیم کا خلاصہ یہی تھا کہ اللہ تعالےٰ کی توحید کو مانا جائے اور آخرت پر یقین رکھا جائے اور صلاحیت والے عمل کئے جائیں۔ چونکہ یہی تعلیم ہی مقصود اصلی ہے۔ اسلئے ایک رسول کو جھٹلانے والا سب کا جھٹلانے والا ہے اور جو شخص اس تعلیم پر قائم ہے وہ عملی طور پر تمام رسولوں کا مصدق ہے اگرچہ وہ کسی رسول کو جانے یا نہ جانے۔ اگر لوگ مسلم ہوں تو بھی اسلئے نہیں آتا کہ اُنھیں کفر کا حکم دیوے ۳/۱۶۔ اہل کتاب کے ساتھ کلمہ توحید پر اتحاد چاہا گیا ہے ۳/۱۵ آگے فرمایا)

(۸۱) وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۙ اور ہم نے اُن کو اپنے آیات دیئے سو وہ اُن سے مُنہ موڑنے والے ہو گئے۔

(۸۲) وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ۝ اور وہ امن (وحفاظت) کے لئے پہاڑوں سے گھر کھودا کرتے تھے۔

(۸۳) فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ۙ سو اُن کو بھی صبح کو زلزلے نے پکڑا۔

(صبح کا وقت امن کا ہوتا ہے اور ظالم بھی اکثر اسی وقت پکڑے جاتے ہیں)

(۸۴) فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۭ پھر اُن کو اُن کے کاموں نے کچھ فائدہ نہ دیا۔

(۸۵) وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ

وَاِنَّ السَّاعَۃَ لَاٰتِیَۃٌ فَاصۡفَحِ الصَّفۡحَ الۡجَمِیۡلَ ۝ (کافروں اور ظالموں کی یہ سزائیں بند نہیں

ہوگئیں۔ اب بھی جاری ہیں۔ خدا نے زمین و آسمان کو حق کے مطابق بنایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے) اور ہمنے آسمانوں اور زمین کو اور جو اُن کے درمیان (وسائط) ہیں حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور بلاشبہ پیشی کی گھڑی بالضرور آتی ہے۔ سو تو نیک طرح سے درگذر کر۔

(۸۶) اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ ۝ بلاشبہ تیرا رب جو ہے تو وہی خلاق و علیم ہے۔

(یعنی موت کے بعد نئی پیدائش دیتا اور مخلوق کے عملوں کو جانتا ہے)

(۸۷) وَلَقَدۡ اٰتَیۡنٰکَ سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِیۡ وَالۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِیۡمَ ۝

(یہ قرآن اپنا اثر ڈالنے کے لئے ہمیشہ قائم رہیگا جیسا کہ ارشاد ہے) اور تحقیق ہم نے تجھ کو سات آیتیں دیں جنکا مضمون (قرآن میں) بار بار دہرایا جاتا ہے۔ (یہ سورت فاتحہ ہے جو متن قرآن ہے اور باقی قرآن میں اس کی تشریح لائی جاتی ہے اسلئے فرمایا) اور بڑا قرآن بھی (تجھے دیا)

(۸۸) لَا تَمُدَّنَّ عَیۡنَیۡکَ اِلٰی مَا مَتَّعۡنَا بِہٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡھُمۡ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَیۡھِمۡ وَاخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۝ (اسی قرآن پر کاربند ہونے سے دینی و دنیوی ترقی ملیگی۔ تو اُن کی اس ترقی کا خیال نہ کر جسے یہ خدا سے بیگانے ہو کر حاصل کر رہے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے) اور ان فائدوں کی طرف اپنی آنکھیں مت پسار جن کے ساتھ ہمنے ان میں سے بعض اقسام کے لوگوں کو فائدہ دیا ہے (وہ لوگ غریبوں کو اپنے ساتھ نہیں اُبھارتے۔ سرمایہ دار اپنی ہی ترقی چاہتے ہیں اور دوسروں کو غلام بناتے ہیں۔ اُن کو حریت و مساوات کا پتہ بھی نہیں) اور (اُن کی مخالفت کو دیکھکر) اُن پر غم نہ کر۔ اور مومنوں کے لئے اپنے بازو کو نیچا کر (اور اُن کے ساتھ تواضع سے پیش آ۔ اپنی ایمانداروں

کے ساتھ خود تواضع سے پیش آتے ہیں۔ اُنھیں اپنا غلام نہیں بنا لیتے جیسے کہ آجکل کے علماء و مشائخ کا شیوہ ہے)

(۸۹) وَقُلْ اِنِّیْٓ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ۚ اور تو کہدے بلاشبہ میں جو ہوں تو میں کھلا ڈرانے والا ہوں۔

(۹۰) كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ ۙ (اگر تم اس قرآن کی مخالفت کروگے تو تم پر ویسا ہی عذاب آئیگا جسطرح قرآن کے مٹانے والوں پر آیا۔ میں تم کو عذاب سے اسی طرح ڈرانے والا ہوں) جسطرح ہم (یعنی خدا) نے بانٹنے والوں پر نازل کیا۔ (جنہوں نے قسمیں کھا کر اپنے اپنے ذمے مختلف خدمتیں لیں کہ ہم قرآن کے نسخوں کو فلاں فلاں شخص سے حاصل کرکے پھاڑ ڈالیں گے)

(۹۱) الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ ۝ (وہ لوگ وہ ہیں) جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا (یہ عذاب رسول مقبول کے زمانے میں ہی ان لوگوں پر نازل ہوا۔ یہ آئندہ گرفت کے لئے بھی دلیل ہے۔ اسلئے فرمایا)

(۹۲) فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ سو تیرے رب کی قسم ہے ہم ان سب سے سوال کرینگے۔

(۹۳) عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ اُن کاموں سے جو یہ کرتے تھے

(۹۴) فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ (قرآن کے ساتھ لوگوں کی عداوت کا یہ حال تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ اسے قائم نہ رہنے دیں۔ اسلئے رسول مقبول کو حکم دیا گیا کہ تو اس قرآن کی خوب اشاعت کرنا کہ یہ دور دور تک پہنچ جائے جیسا کہ ارشاد ہے) سو تو اس چیز کو کھول کھول کر بیان کردے جو تجھے حکم دیا جاتا ہے۔ اور مشرکوں (کی ایذاؤں) سے منہ پھیر لے (اس آیت سے معلوم ہوا کہ اصلی وحی

الٰہی رسول کریمؐ کے زمانے سے ہی کسی شہادت در شہادت کے سلسلے کے بغیر ہمارے پاس پہنچتی آئی ہے)

(۹۵) اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۝ (آگے فرمایا مشرک تجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں) بلاشبہ ہم ٹھٹھا کرنے والوں سے تیرے لئے کافی ہونگے۔

(۹۶) الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝

(وہ ٹھٹھا کرنے والے) وہ ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بناتے ہیں۔ سو قریب ہے کہ وہ جان لیں گے (جبکہ حق کا غلبہ دیکھیں گے)

(۹۷) وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۝

(اس تنگی کے وقت میں اسکا علاج صبر و صلوٰۃ ہے جیسا کہ ارشاد ہے)
بالتحقیق ہم جانتے ہیں کہ تیرا سینہ ان کی باتوں سے تنگ ہو رہا ہے

(۹۸) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ سو تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ ملا کر تسبیحیں کہہ (یعنی سبحان اللہ وبحمدہ کہہ) اور (یہ کہکر) سجدہ کرنے والوں سے ہو جا۔

(۹۹) وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ اور (یہ نماز لفظ پرستی والی نہ ہو بلکہ) تو اپنے رب کی عبادت یہانتک کر کہ یقین کا درجہ حاصل ہو جائے (اور شک و شبہات جاتے رہیں۔ نماز میں ایسی توجہ لگانی چاہیئے جس سے سچ مچ خدا کی طرف رغبت پیدا ہو جائے۔ منافقوں کی طرح ذکر قلیل کرنا اور ٹھونگیں نہیں مارنے چاہئیں بلکہ تبتل الیہ تبتیلا یعنی سب سے ٹوٹ کر اُس کی طرف لگ جانے کا درجہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے)

سُورۃ النحل

مَضمُون اور نظم و ربط

یہ سورت سابقہ سورت کے مضمون کی تکمیل کے طور پر لائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سابقہ سورت میں فرماتا ہے کہ ہمنے اس قرآن کو نازل کیا۔ مشرک اس کو مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن ہم اس کے محافظ ہیں۔ ہم اسے کبھی مٹنے نہیں دینگے جو اس کے مٹانے کی کوشش کریگا ہم اُسی کو مٹا دینگے۔

خدا تعالیٰ نے قرآن حکیم کی حفاظت کا اسلیئے وعدہ فرمایا ہے کہ تاریک زمانوں میں جبکہ دنیا ایک گھر کے حکم میں نہ تھی اور لوگ آپس میں دشمن تھے اور دوسرے ملک والوں کو ملیچھ اور بھوت پریت خیال کرتے تھے اور آمد و رفت کا سلسلہ عام طور پر جاری نہ تھا اُسوقت تمام دنیا میں ایک کتاب کی اشاعت نہیں ہوسکتی تھی۔ چونکہ انسان کو ہدایت کی ضرورت ہر وقت ہے اسلیئے اُس زمانہ میں ہر ملک و قوم میں رسول آیا کرتے تھے۔ قومیں اپنی ناقابلیت اور جہالت اور تقلید پسندی کے سبب اپنے اصل وحی میں اپنے ملکی و قومی رسوم کو بھی ساتھ ہی شامل کر لیتی تھیں۔ حق کی مخالفت کے سبب بہت سے سزائی حکم بھی اُن پر ڈالے جاتے تھے۔ اور بہت سے عالیشان حکموں کو اپنی نالائقی کے سبب سے وہ بھلا بھی دیا کرتے تھے۔ لیکن جب دنیا ایک گھر کے حکم میں ہوگئی اور پہلی سی وحشت و جہالت میں فرق پڑ گیا تو دنیا کو ایک بنانے اور متحد کرنے کے لئے قرآن مجید آیا۔ قرآن مہیمن میں تمام وحییں ایک جگہ جمع کی گئیں۔ مذہبی تفرقے مٹائے گئے۔ یہودیت و نصرانیت و مجوسیت وغیرہ وغیرہ ناموں کی جگہ سب کا ایک ہی دین یعنی اسلام مقرر ہوا۔ جس میں کسی ملک و قوم اور مخلوق و شخصیت کا کوئی دخل نہ تھا۔ اسوقت کسی وہبی نبی کے تشریف لانے کی گنجائش نہ رہی۔ ایسی کتاب کے لئے لازم تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حفاظت کا وعدہ کیا جاتا۔

اس سورت میں قرآن مہیمن کی تکمیل کا بیان ہے۔ تمام وحییں قرآن میں ساری جمع کی گئی ہیں۔ خود خدا تعالیٰ کی فرمودہ باتیں بھی اس قرآن میں لائی گئی ہیں۔ بہت سے

رسولوں کی باتوں کی اس قرآن میں تصدیق کی گئی ہے۔ ملت ابراہیم کی پیروی کے لئے قرآن سے باہر جانے کی ضرورت نہیں۔ تمام نیکوں کی سنتیں اس قرآن میں آگئی ہیں تمام لوگوں اور رسولوں کی پیروی کا حکم اسی میں موجود ہے۔ اُن تمام کی اقتدا کے لئے قرآن سے باہر جانے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے رسول کریم کے حالات سب سے زیادہ اس قرآن میں لائے گئے ہیں۔ جب بات یہ ہے تو ہمارے رسول مقبول کی اُس اطاعت کے لئے جس کی قرآن نے تصدیق کردی ہے باہر جانے کی کونسی ضرورت پڑسکتی ہے۔ یہ تمام اطاعتیں قرآن کی وحی میں ہی آجاتی ہیں۔ جب ملت ابراہیم اور تورات و انجیل و زبور کی اطاعت اسی قرآن میں آگئی تو اور کونسی چیز ہوسکتی ہے جس کی اطاعت قرآن سے باہر رکھی گئی ہو۔

رسول کریم مدینہ میں آکر بادشاہ بنائے گئے۔ ظالموں کی شرارتوں اور ایذاؤں سے بچنے کے لئے جو جنگ کئے جاتے ہیں وہ بغیر بادشاہ بننے کے نہیں کئے جاسکتے ۲/۴۲۔ تمام مومنوں کے متعلق فرمایا ہے کہ اُن کی حکومت آپس کے مشورہ سے ہوتی ہے ۲/۵۔ خود رسول کریم کو بھی حکم تھا کہ غیر وحی والے لوگوں کے ساتھ بھی مشورہ کریں ۴/۸۔ جن لوگوں سے مشورہ کرتے تھے وہ ست بچنئے نہیں ہوتے تھے کہ ہر بات میں ہاں جی ہاں جی کہہ چھوڑیں۔ بلکہ بعض اوقات کسی امر میں دو پارٹیاں بھی ہوجاتے تھے ۵/۹۔ اور اگر ضرورت ہوتی تھی تو خود خدا تعالےٰ کو فیصلہ کرنا پڑتا تھا ۵/۹۔ رسول کریم نے بحکم خدا مجالس کی بنیاد ڈالی ۲/۴۔ آپ اُن مجالس کے صدر تھے۔ اسوقت آپ کا حکم صدر الصدور ہونے کی حیثیت سے مانا جانا ضروری تھا۔ قرآن مجید میں دینی و انتظامی دونوں اطاعتوں کا اپنے اپنے مناسب وقت پر حکم آتا ہے۔ یہ شورے کے فیصلے حسب ضرورت بدلائے جاسکتے ہیں۔ مشورہ کے بعد بھی مشورہ ہوسکتا ہے۔ دوسرے مومنوں کو بھی مشورہ کا حکم ہے۔ رسول کی یہ اطاعت وقتی و زمانی ہوتی ہے۔ اس اطاعت کا حدیث کی اطاعت کے ساتھ کوئی علاقہ نہیں ہے۔ قرآن پاک میں رسول کی اطاعت کا ذکر ہے روایات و حکایات کی اطاعت کا کوئی بیان نہیں۔ قرآن حکیم کسی جگہ بھی شہادت در شہادت در شہادت کو اصلی شہادت قرار نہیں دیتا۔ اور نہ قانوناً اور عقلاً بھی ایسا سلسلہ اصلی شہادت کہلا سکتا ہے +

مجالس کے یہ مشورے وحی نہیں ہوا کرتے لیکن اُن کی اطاعت جب تک اس مشورے کا قیام رہے اُن لوگوں کے لئے ضروری ہے جنکا اس مشورے کے ساتھ تعلق ہے۔ رسول مقبول جن کفار کے ساتھ عہد کرتے تھے ان کے ساتھ ان مومنوں کا بھی عہد ہوجاتا تھا جو آپ کے ماتحت تھے۔ لیکن بوقت نزول قرآن ایسے مومن بھی تھے جنہوں نے الگ حکومتیں قائم کی ہوئی تھیں۔ اُن کی صلح وجنگ رسول کی صلح وجنگ سے الگ تھی۔ وہ اگر ان کفار سے جن کے ساتھ رسول کریم کا عہد ہوتا تھا جنگ کرتے تھے تو رسول کریم پر اُن کی ولایت ومدد ضروری نہ تھی۔ بلکہ اُن کی اس لڑائی میں بھی مدد نہیں کی جاتی تھی جس میں جبر مذہبی کے طور پر اُن کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا تھا۔ باوجود اس کے وہ یقیناً مومن تھے ۸؎۔ نبی کریم کی شوریٰ کی اطاعت کے متعلق یہ فیصلہ بڑی صفائی کے ساتھ قرآن پاک میں موجود ہے۔

وحی رسول کریم کو ہوتی تھی۔ جب آپ کی ضروری اور معقول باتوں کی تصدیق قرآن میں لائی جاتی تھی تو کیا حضور کی وحی کو ہی قرآن سے باہر رکھا جا سکتا تھا۔ آپکی کل وحی قرآن مجید میں ہی منضبط کی گئی ہے۔ وحی کا ممتاز، ردمدہ الٰہی کے مطابق محفوظ اور مکمل ہونا لازمی ہے اور یہ تمام صفات قرآن مجید کے ساتھ ہی خصوصیت رکھتی ہیں۔ جیساکہ اس سورہ میں بڑی صفائی کے ساتھ دکھلایا گیا ہے۔

اگر قرآن ہیمن کی طرح رسول کریم کو ایسی وحی بھی ہوتی تھی جسکا قرآن سے الگ رکھنا ضروری تھا تو ضرور ہے کہ وہ وحی بھی خدا کی طرف سے قرآن کی طرح لوگوں کو پہنچائی گئی ہو جسطرح رسول کے اپنے اقوال وافعال قرآن سے الگ تھے اسی طرح اس دوسری وحی سے جو خدا کی طرف سے ہی آتی تھی الگ ہوتے اور جسطرح رسول کریم اپنا کوئی قول وفعل بیان کرکے فرمایا کرتے تھے کہ یہ قرآن کی فلاں آیت کے مطابق ہے اسی طرح ضرور ہے کہ وہ وحی بھی حوالہ دینے کے لئے قرآن کی طرح قائم رکھی گئی ہو۔ اور جسطرح قرآن مجید کی اشاعت میں کبھی وقفہ نہیں پڑا اور وہ شہادت در شہادت در شہادت کے سلسلے کے بغیر آج تک چلا آیا ہے وہ وحی بھی جس کو مثل قرآن بنایا جاتا ہے شہادت در شہادت کے سلسلہ کے بغیر ہی ہم تک پہنچائی جاتی اگر قرآن کے ساتھ دوسری کوئی ایسی کتاب ہے تو مہربانی کرکے اُسے پیش کیجئے۔

اگر رسول کے اپنے افعال و اقوال ہی وحی الٰہی کا کام دے سکتے ہیں تو قرآن کے آنے کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ ان ملانوں کو کیا ہوگیا ہے کہ سیدھی بات بھی اُن کی سمجھ میں نہیں آتی۔

اس بات کو عامی لوگ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ وحی اور غیر وحی میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ اگر غیر وحی وحی کا کام دے سکے تو اتنی کتابوں کے خدا تعالےٰ کی طرف سے نازل کیئے جانے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور یہ بھی ہر ایک کو معلوم ہے کہ وحی خود اللہ تعالےٰ جب چاہتا ہے کرتا ہے اور جب چاہے روک بھی لیتا ہے۔ قرآن مجید میں وحی کی تین قسموں کا ذکر ہے۔ وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوتی رہی ہیں دوسری منزّل کتابوں کے علاوہ قرآن مجید بھی ان تینوں قسم کی وحیوں سے ملا ہے۔ وحی اگر ہزاروں قسم کی بھی ہو تو بہر صورت وہ خدا تعالےٰ کی اطاعت ہے اور مبلّغ ہونے کے لحاظ سے خود رسول کی بھی اطاعت ہے اور رسولوں کی ان باتوں کے لحاظ سے جنکی تصدیق خدا تعالےٰ نے خود قرآن مجید میں کردی ہے دیگر تمام رسولوں کی بھی اطاعت ہے ہمارے رسول کریم بھی ان رسولوں میں داخل ہیں۔ اس سے بڑی صفائی کے ساتھ معلوم ہوجاتا ہے کہ وحی کی اطاعت کسی ایک لحاظ سے دو کی اطاعت نہیں ہوسکتی اور یہ نہیں ہوسکتا کہ وحی الٰہی اصل حکمبرداری کی حیثیت سے دو کی اطاعت ہو جسطرح ایک کی بات کو وحی مانا جائے اسی طرح دوسرے کی بات کو بھی اسی لحاظ سے وحی جانا جائے ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ وحی الٰہی کو خدا کی اطاعت سمجھا جائے اور رسول جب برسر اقتدار پہنچیں تو اُن کی انتظامی اطاعت کی جائے جیسا کہ آجکل بھی حکام کی انتظامی اطاعت کرنا فرض عین ہے۔ حاکموں کے حکموں سے جنگیں بھی کی جاتی ہیں۔ دشمنوں پر گولیاں بھی چلائی جاتی ہیں۔ دو اطاعتیں صرف اسی لحاظ سے ہوسکتی ہیں اور بس اور ظاہر ہے کہ یہ اطاعت زندہ حاکم کے انتظام کی ہے نہ کسی بشر کے ہر قول و فعل کی۔ یہ اطاعت حاکموں کے بدلنے سے ضرور ہی بدلتی رہیگی۔

مدتہائے دراز کے بعد محدثوں نے اپنے خیال سے حدیثوں کو صحیح و ضعیف اور موضوع ٹھہرایا اور ظاہر ہے کہ ان لوگوں کی کوشش سے پہلے حدیثیں خلط ملط تھیں۔ اور لوگ بھی اُنھیں خلط ملط ہی سمجھتے تھے اور کسی نے بھی اُن کو الگ وحی سمجھکر محدثین

کی طرح قائم رکھنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ اکثر لوگوں نے حدیث کا بیان کرنا ہی چھوڑ دیا تاکہ رسولؐ کو مشتبہ روایت کی بناپر مطعون نہ بنایا جائے۔ اگر صحابہ احادیث کو وحی سمجھتے تو اُنھیں قرآن کی طرح شہادت درشہادت کے سلسلے کے بغیر ہی پہنچا دیتے۔ اُنھوں نے ان کی روایت کرنے کو بھی ترک کر دیا تاکہ اس دوسرے راستے سے رسولؐ کو متہم بناکر خود جہنم میں نہ جائیں۔ حاصل یہ ہے کہ یہ حدیثی ذخائر شریعت محدثین کے بعد درجہ بدرجہ دوسری وحی بنائی گئی۔ اور ایک قرآن کی جگہ دو بلکہ کئی قرآن بنائے گئے اور بخاری و مسلم کو واقل کتاب اللہ سمجھا گیا۔ بلکہ قرآن پر قاضی و حاکم ٹھہرایا گیا۔ یہ بگاڑ اُن محدثین کی بے موقعہ کوششوں کے بعد ہی واقع ہوا۔

رسولوں کی جن باتوں کی تردید خود اللہ تعالےٰ نے کردی ہے وہ قابل رد ہیں۔ اور مومنوں اور رسولوں کی جن باتوں کی تصدیق خود قرآن پاک نے فرمادی ہے۔ وہ بالضرور مصدقہ الٰہی ہیں۔ غیر مصدقہ باتیں انسان کے فہم پر چھوڑی جاسکتی ہیں۔ اگر دیگر رسولوں اور مومنوں کی غیر مصدقہ باتوں کی تلاش ضروری ہے تو ہمارے رسول کی غیر مصدقہ باتوں کی تلاش بھی ضروری ہونی چاہیئے۔ ہاں اپنے اپنے وقت میں تمام رسولوں کی اطاعت انتظامی طور پر فرض تھی۔ کوئی رسول خدا تعالےٰ کی طرح دوسرا احکم الحاکمین۔ دوسرا اصل مطاع۔ دوسرا امتیاز سوال اور دوسرا حکم مطلق ہرگز ہرگز نہیں تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام سے سر کے بالوں کو کھینچکر جواب طلبی کی۔ رسولوں کی اطاعت حکم الٰہی کے مطابق ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ فرمایا لاتکن کصاحب الحوت وغیرہ وغیرہ۔ جب رسول کہتے ہیں انی کنت من الظالمین تو ہم اُن کی اطاعت کو خدا تعالےٰ کی اصولی اطاعت کا درجہ کیسے دے سکتے ہیں اور اُن کی اپنی باتوں کو وحی الٰہی کیونکر بنا سکتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کی صفت میں سبحانک فرمایا گیا ہے۔

اس سورت کے آخری رکوع میں فرمایا ہے

" پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ابراہیم مائل بحق کے طریق کی پیروی کر اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا (یعنی وہ اطاعت الٰہی میں اصولی طور پر کسی بشر کو ساتھ نہیں ملاتا تھا)

اب سوال یہ ہے کہ ہمارے رسول کریم کو جو ملت ابراہیمؑ کے اتباع کی وحی کی وہ وحی خود قرآن میں موجود ہے یا حضورؐ نے ملتہ ابراہیمی کو صحف ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام

سے لیا تھا۔ یا آنجناب کو قرآن سے الگ وحی ہوئی تھی۔ اگر آنسرور کو قرآن سے الگ وحی ہوئی تھی تو ضرور ہے کہ رسول مقبول سے وہ دوسری وحی جو بے مثل قرآن کی مثل سمجھی جاتی ہے۔ قرآن مہیمن کی طرح شہادت در شہادت کے سلسلہ کے بغیر پہنچی ہو۔ مہربانی فرماکے پیش کردیں۔ ہم اُسے بھی مان لیں گے۔ اگر صحف ابراہیمؑ سے لی گئی ہے تو وہ صحیفے ہی پیش کردیں۔ ہم انھیں بھی قرآن مکمل کے ساتھ دوسرا قرآن مکمل سمجھ لینگے۔ اور اگر ملتہ ابراہیمی کی وحی قرآن میں ہی آگئی ہے تو قرآن کی اطاعت میں ہی ابراہیمی ملت کی اطاعت آجاتی ہے۔ چونکہ ہمارے رسول کریم ملت ابراہیمی کے متبع تھے اسلئے وحی کے لحاظ سے حضور کی اطاعت اس قرآن سے باہر نہیں ہوسکتی۔

قرآن مجید میں ملت ابراہیمی کا بیان ہے یہی دین قیم یا اسلام ہے۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے

" تو کہہ میرے رب نے مجھے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دی ہے۔ یہی پکا دین ہے یہ ابراہیم مائل بحق کا طریق ہے اور وہ مشرکوں (یعنی اطاعت میں خدا تعالٰے کے ساتھ کسی انسان کو ملانے والوں) میں سے نہ تھا۔ ۱۶۲ "۔

الحاصل ہمارے رسول مکرم اور تمام دیگر منعم علیہم کی اطاعت اسی قرآن معظم میں ہی آجاتی ہے +

پہلے انبیاء پر خدا تعالٰے کی طرف سے جو وحی اصلی اطاعت کے لئے نازل کی گئی تھی وہ تمام اس قرآن میں اکٹھی لائی گئی ہے تاکہ رسول اس قرآن کو سنا کر لوگوں کے آگے ظاہر کردے کہ اس میں وہی لایا گیا ہے جو تم پر نازل کیا گیا ہے اور اگر کسی قوم کو شبہ ہو کہ قرآنی وحی ہماری اصلی وحی کے خلاف ہے تو انھیں حکم دیا گیا ہے کہ اس میں غور کریں اور اصل حقیقت کو پالیں جیسا کہ اس سورت کے چھٹے رکوع میں صراحۃً موجود ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے

" اور ہمنے تجھ سے پہلے محض آدمیوں ہی کو روشن دلائل اور (چھوٹے چھوٹے) صحیفے دیکر بھیجا۔ پھر اگر تمہیں کسی بات کا علم نہ ہو تو اہل کتاب (یا دو سرے یاد والوں) سے پوچھ لیا کرو۔ (اور تحقیق کرلیا کرو۔ ہم نے ان سب صحیفوں کو اس قرآن میں جمع کرلیا ہے) تاکہ تو (اس قرآن کو سنا کر) لوگوں کے لئے وہ باتیں بیان کردے جو ان کی طرف اُتاری گئی ہیں

اور تاکہ وہ غور کریں۔

اس آیت سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب تمام نبیوں کی وحی اس قرآن میں جمع کی گئی ہے تو کیا ہمارے رسول مقبول کی وحی کو ہی اس سے خارج کیا گیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید آیا ہی اسلئے ہے کہ اس میں خدا تعالےٰ کی تمام وحیاں جنکا اصل دین کے ساتھ تعلق ہے ایک جگہ اکٹھی ہی آجائیں تاکہ یہ قرآن دکھلادے کہ میں تمام وحیوں کا مصدق ہوں اور کسی الٰہی ہدایت کا مخالف نہیں ہوں۔ پس قرآن مجید سے کوئی واجب العمل وحی باہر نہیں ہو سکتی ۔

پھر اللہ تعالےٰ اس سورت کے چودھویں رکوع میں فرماتا ہے

" اور ہمنے یہ کتاب تجھ پر صرف اسلئے اُتاری ہے تاکہ تو (اسے سناکر) ان کے لئے ان باتوں کا بیان کردے جس میں انھوں نے اختلاف کیا ہے اور یہ ایماندار لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے "۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید دنیا کے تمام دینی اختلافات کو مٹانے کے لئے آیا ہے اور معقول رہنمائی کرتا ہے اور نتیجے کے لحاظ سے بہرصورت رحمت ہے ۔ دنیا میں جن باتوں میں اختلاف کیا جائے کا سب کا فیصلہ اسی قرآن سے ملیگا۔ اگر یہ قرآن اپنے فیصلے کو دوسری چیزوں کے حوالے کریگا تو یہ اپنے منصب کو خود ہی گھٹادیگا اور دوسری چیزوں کو اپنی مثل بنا لیگا۔ اس قرآن میں ادنےٰ درجے کی نیکی سے لیکر اعلیٰ درجہ کی نیکیاں تک پائی جاتی ہیں ۔ جنت میں بطور مثال چار قسم کی نہروں کا ذکر ہے جس طرح سورت محمدؐ میں آیا ہے اسی طرح اس سورت میں بھی نیکی کے چار مراتب دکھلائے گئے ہیں ۔ جنہیں اکثر اصحاب شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت کے نام سے موسوم کرتے ہیں ۔ پہلا درجہ پانی کا ہے جس سے صفائی حاصل ہوتی ہے اور پیاس جاتی رہتی ہے ۔ دوسرا درجہ دودھ کا ہے جو بچپن کی مناسب غذا ہے ۔ تیسرا درجہ سرور اور رزق حسن کا ہے اور چوتھا درجہ شہد کا ہے جو تمام پھولوں سے حاصل کیا جاتا ہے اور جس میں شفا بھی ہوتی ہے ۔ قرآن مجید شہد کی طرح تمام پھولو یعنی الٰہی وحیوں کا عطر مجموعہ ہے ۔ شہد نحل کو وحی کرکے بنایا جاتا ہے اسی وجہ سے اس سورت کا نام بھی النحل ہی مشہور ہوگیا ہے ۔ ان چار مراتب کو حتی الوسع طے

کرنے والا جنت کی چاروں نہروں کا مالک بن جاتا ہے۔ درجات و مراتب کا اختلاف ایک رحمت ہے اور آئندہ ترقیات کی رہنمائی کرتا ہے۔ لیکن قرآن پاک میں کوئی ایسا اختلاف نہیں ہے کہ ایک آیت کے حکم کو دوسری آیت کا حکم توڑ دے یا منسوخ کر دے۔ جو تمام مذاہب کے اختلاف مٹانے کے لئے آیا ہے خود اس میں کیسے اختلاف ہو سکتا ہے
آگے اس سورت کے بارھویں رکوع میں ارشاد کیا گیا ہے

"اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب اُتاری ہے جو ہر شے کا کھلا بیان ہے اور فرمانبرداروں کے لئے ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے"

اس آیت میں قرآن مجید کی تکمیل و عظمت ثابت کی گئی ہے۔ لیکن لوگ اس آیت کے معنی ایسے کرتے ہیں جن سے قرآن کی تکمیل و تعظیم تو مٹ جائے اور قول البشر کو قول اللہ کے برابر بنایا جائے۔ اور رسول کے اپنے نطق کو وحی الٰہی سمجھا جائے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن عزیز وحی کے لحاظ سے بھی مکمل نہیں کیا گیا۔ اس میں دین اسلام کا بیان ناقص ہے۔ اس میں وہ مسائل بھی سب کے سب نہیں لائے گئے جو قرآنی احکام کی مانند تھے۔ جنکا استخراج قرآنی بیانات سے نوع انسان کے خاتمہ تک بھی ناممکن ہے۔ اُن کو محض عقلی و انتظامی بھی نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ اُنہیں قرآن کے ساتھ مثلہ معہ قرار دیکے دوسرا الگ وحی بنایا جاتا ہے اور اُن پریشان ظنیات کو قرآن محفوظ پر حاکم و قاضی ٹھہرایا جاتا ہے۔ خدا کی کتاب حکم مطلق نہیں کیونکہ وہ ناقص ہے ہاں رسول کو حکم مطلق سمجھا جاتا ہے۔ یہ آیتیں قرآن کریم کی تکمیل و تعظیم کو قائم کرنے کے لئے لائی گئی ہیں۔ مگر مطلب ان کا یہ لیا جاتا ہے کہ قرآن بذات خود ناقص ہے بعض لوگ ڈھیٹھ بنکر ان آیات کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ قرآن رسول کی اطاعت سکھاتا ہے اور اجماع کو مستند بناتا ہے۔ پس قرآن جو بذات خود ناقص ہے باقی دو کو شامل کرکے کامل بنجاتا ہے۔ یہ ایسی بات ہوئی جیسے کوئی شخص ایک اشتہار دیتا ہے اور اس میں مثال کے طور پر کچھ مسئلے بیان کرتا ہے۔ پھر کتابوں کے نام لکھتا ہے کہ فلاں مسائل فلاں کتاب میں ہیں اور فلاں مسائل دوسری کتاب میں۔ تو کیا ایسا کرنے سے یہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ اشتہار تمام مسائل پر حاوی ہے۔ یہ اشتہار اپنی عظمت و تکمیل نہیں دکھلائیگا بلکہ اُن کتابوں کی تعظیم و تکمیل کو روشن کریگا جنکا حوالہ دے رہا ہے

اہل حدیث کے نزدیک قرآن کریم صرف مذکورہ بالا اشتہار کی مانند ہے۔

تمام رسولوں کی وہ باتیں جن کا دین کے ساتھ تعلق ہے قرآن میں لائی گئی ہیں۔ انہی مصدقۂ الٰہی باتوں کی اطاعت تمام رسولوں کی اطاعت ہے۔ اسی طرح ہمارے رسول کے تمام اُن اوامر کی اطاعت جن کی تصدیق قرآن میں کی گئی ہے رسول کریم کی اطاعت ہے۔ یہ اطاعت دائمی ہے اور کبھی منسوخ نہیں ہوگی۔ ہاں اُن باتوں کی اطاعت جن کی تصدیق قرآن مجید میں نہیں کی گئی مجالس کے صدر الصدور کی اطاعت کی مانند ہے۔ جس کا تعلق صدر کی زندگی کے ساتھ ہے۔ اگر وہ بھی قرآن کی مثل وحی الٰہی ہے تو ضرور ہے کہ وہ بھی قرآن کی طرح شروع سے ہی شہادت در شہادت کے سلسلے کے بغیر ہمارے پاس پہنچی۔ شوریٰ کے فیصلوں کی حفاظت کی چنداں ضرورت نہیں ہوسکتی ۔

باقی رہا اجماع کا مستند ہونا تو دین کے لحاظ سے اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ۶ ۔ سبیل المومنین سے مراد وہ راستہ ہے جو مومن شوریٰ سے قائم کرتے رہیں جیساکہ اس کی مقدم آیت سے ثابت ہے ۴۲ ۔ حاصل یہ ہے کہ اگر رسول اور دیگر حکام کی اطاعت وحی ہوتی تو ہمارے پاس قرآنی وحی کی طرح ہی پہنچائی جاتی ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فاستقم کما امرت ومن تاب معک ۱۱ ۔ یعنی تو قائم رہ جسطرح تجھے حکم دیا جاتا ہے اور وہ بھی اسی طرح قائم رہیں) جنہوں نے تیرے ہمراہ ہوکر توبہ کی ہے ۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اور دیگر مومن اللہ تعالےٰ کے محکوم ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ محکوم بندہ قولِ خدا پر حاکم و قاضی نہیں ہو سکتا ہاں حکومت کے لحاظ سے لوگوں کی آپس کی الجھنوں میں لوگوں پر حاکم و قاضی بنایا جاسکتا ہے۔ رسول کے کئی ایک اقوال و افعال کو قرآن مجید نے صراحتہً توڑ دیا ہے پھر کیا اُسی رسول کے اپنے اقوال وافعال قرآن کو منسوخ بنا سکتے ہیں اور ایسے قرآن پر خود حاکم و قاضی بن سکتے ہیں۔ جبکہ عورتوں کے نشوز کا خوف ہو تو قرآن مجید حاکموں کو حکم کرتا ہے کہ عورتوں کو فلاں فلاں سزا دو۔ وہ حاکم عورتوں کو مارنے کی سزا بھی دے سکتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ پھر اگر وہ عورتیں تمہاری اطاعت

کریں تو اُن پر الزام کا کوئی رستہ تلاش نہ کرو ۳ سو کیا یہ اطاعت قرآن کے وحی کی طرح تیسری اطاعت ہو گی۔ کیا اُن کی اطاعت سے اُن کی دی ہوئی سزا وحی الٰہی بنجائیگی۔ اور اگر وہ سزا یافتہ عورت سرکاری عدالت میں اپیل دائر کرے اور گورنمنٹ اس حاکم کو جرمانہ وغیرہ کی سزا دے تو کیا سرکاری عدالت کا فیصلہ قرآن حکیم کی طرح چوتھا وحی قرار پائیگا۔

صحابہ نے احادیث کو قرآن ہیمن کی طرح دوسرے علاقوں میں بھی نہیں پہنچایا۔ محدثین سے بہت پہلے تفقہ فی الدین کا دور جاری تھا ۱۱ امام اعظم صاحب کا مدار فقہا، پر ہی تھا۔ اس بڑے امام کی پیدائش بخاری سے سو سال سے بھی زیادہ پہلے ہوئی۔ اگر اس فقاہت کو آئندہ کے لیئے جاری رکھا جاتا تو قرآن کریم کی بڑی عظمت ظاہر ہوتی مگر محدثین نے اگر مسلمانوں کی علمیت کو سخت صدمہ پہنچایا اور اہل اسلام کی ترقی کو روک دیا۔ محدثین کے سبب سے لوگوں نے ہر بات کو وحی جانا اور آئندہ تحقیقات کا دروازہ بند کر دیا۔ نہیں نہیں بلکہ جب محدثین اور مفسرین کے فضول قصے کہانیاں مسلمانوں میں جڑ پکڑ گئے تو مسلمانوں کا زوال اُسی دن سے شروع ہو گیا +

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر رسول کریم کے اپنے اقوال و افعال کسی وحی الٰہی سے مستند کیئے جانے کے بغیر از خود ہی وحی الٰہی بن جاتے ہیں تو قرآن مجید کا تشریف لانا بھی فضول ہو جائیگا۔ جب رسول مقبول کے اپنے اقوال و افعال دوسری وحی کی عدم موجودگی میں خود ہی وحی الٰہی کا کام دیتے ہیں تو قرآن کی عدم موجودگی میں وہ خود ہی وحی الٰہی کا کام کیوں نہیں دینگے۔ اور اگر رسول کے اپنے اقوال و افعال کے ساتھ اُس دوسری وحی کا مکمل و محفوظ قیام قرآن کے وحی کی طرح ضروری ہے تو للہ اُس دوسری وحی کو ہمارے آگے پیش کریں۔

صحابہ دین کی تبلیغ کرتے تھے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر ۴ سے اسکا قطعی ثبوت ملتا ہے۔ پس ضرور ہے کہ جب صحابہ تبلیغ کے لیئے جاتے تھے تو لوگوں کے آگے صرف قرآن کو پیش کرتے تھے یا اپنے ساتھ حدیث کے کسی مجموعہ کو بھی لے جاتے تھے۔ اگر قرآن کے ساتھ کوئی حدیثی مجموعہ بھی پیش ہوتا تھا تو ہمیں وہ حدیثی مجموعہ دکھلاؤ جو قرآن کریم کے ساتھ ساتھ

چلا آیا ہے۔ اور جس مجموعہ کے ہمارے پاس پہنچنے میں کوئی وقفہ نہیں پڑا اور اس کی اشاعت لگاتار ہوتی آئی ہے تو اس مجموعہ کا بھی ہمارے پاس قرآن محفوظ کی طرح شہادت در شہادت در شہادت کے سلسلے کے بغیر پہنچنا لازم ہے اور اگر ایسا مجموعہ کوئی بھی نہ تھا تو اس سے سورج کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے کہ صحابہ اکیلے قرآن کو لیکر ہی تبلیغ کرتے تھے اور اپنا نمونہ اس کے مطابق کر کے ہی دکھلاتے تھے۔

رسول کریم سے اگر پوچھا جائے کہ حضور کی اطاعت کے کیا معنی ہیں تو آنجناب نہایت صفائی کے ساتھ فرماتے ہیں افغیر اللہ ابتغی حکما وھو الذی انزل الیکم الکتاب مفصلا۔ قرآن حکیم کی بہت سی آیات میں ہے کہ اس قرآن کی پیروی کرو اور اس کے سوائے اور اولیاء کی پیروی مت کرو۔ اللہ اور اس کی آیات کے سوائے یہ لوگ اور کس حدیث کو مانینگے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ہمنے اس قرآن میں کل مثالیں بیان کردی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

حاصل یہ ہے کہ سابقہ سورت میں قرآن عزیز کا حفاظت الٰہی کے ساتھ ہمیشہ کے لئے محفوظ رہنا ثابت کیا گیا ہے۔ اس سورت میں واضح کیا گیا ہے کہ قرآن مہیمن میں ہر شے کا کھلا بیان ہے۔ وجہ ربط کے لئے اتنی بات ہی کفایت کر سکتی ہے۔

پھر سورت حجر کے اخیر میں رسول کریم کی ان تکالیف اور ایذاؤں کا بیان ہے جو حضور کو کفار کے ہاتھ سے پہنچتی تھیں۔ ان مصائب کا علاج نماز اور سچا توکل تھا۔ جب حضور اس امتحان میں پاس ہوئے تو اس سورت کے شروع میں بتلایا گیا کہ اب مومنین کی آزادی کا وقت قریب ہے۔ ہجرت کے بعد تمہاری کامیابی کا زمانہ آیگا جلدی مت کرو۔ اسوقت بہت سے مسلم ہجرت کر کے حبشہ کی طرف چلے گئے تھے[۱۴/۱۲] لیکن رسول کریم بڑے زور سے قرآن حکیم کی تبلیغ میں لگے ہوئے تھے اور ہر طرح کی مصائب اٹھا رہے تھے۔ جو مومن آنجناب کے ساتھ تھے اُن پر نہایت سختی کے ساتھ جبر نہ بھی کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ اسی سورت میں آتا ہے۔

سورت حجر کے اخیر میں توحید کا بیان ہے۔ اس سورت میں بھی توحید کی خوبیاں دکھلائی گئی ہیں۔ اور عدل و احسان کا حکم دیا گیا ہے۔ اور فحشاء اور نامعقول باتوں اور بغاوت سے روکا گیا ہے۔ اور ایفائے عہد پر بڑا زور دیا گیا ہے اور انسانی حریت

ومساوات کو ثابت کیا ہے اور یوں قرآن مہیمن کی تکمیل کو دکھلایا گیا ہے + اس سورت کے سولہ رکوعوں میں یہی مضمون لائے گئے ہیں۔

ترجمہ وتشریح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ شروع اللہ کے نام کے ساتھ جو رحمان ورحیم ہے

(۱) اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

(جب رسول کریم نے کفار کی ایذاؤں پر صبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب تمہاری آزادی کے لئے) اللہ کا حکم آگیا ہے (ابھی تمہیں کچھ اور تکلیفیں اٹھانی ہونگی) سو تم اس (حکم) کے لئے جلدی مت کرو (سورت حجر کے اخیر میں فرمایا تھا کہ غیر معبودوں کی عبادت کرنیوالے جلدی ہی جان لیں گے۔ اس لئے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کفار کو کہا گیا ہو کہ تمہارے عذاب کا وقت آگیا ہے سو تم اس کے لئے جلدی مت کرو) وہ (خدا) پاک ہے (وہ اپنے وعدے کا خلاف نہیں کریگا اور مشرکوں کو دکھادیگا کہ خدا کے سوائے اُن کو کوئی نہیں بچا سکتا۔ خدا پر بھروسہ رکھنے والے مومن ضرور کامیاب ہونگے اسلئے فرمایا) وہ اُن کے شریک بنانے سے بہت اونچا ہے۔

(۲) يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝ (شرک تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔ توحید سے نیک اعمال میں جان پڑجاتی ہے۔ اس سے ثابت کیا کہ یہ قرآن توحید کی تعلیم دیکر دنیا کو زندگی بخشنے والا ہے اسلئے فرمایا کہ) وہ (خدا) فرشتوں کو روح (یعنی وحی الٰہی کے ساتھ) اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے اُتارتا ہے (یہ فرماتے ہوئے) کہ تم (لوگوں کو) ڈراؤ کہ مجھ (خدا) کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ پس تم مجھے ہی اپنی پناہ بناؤ۔

(۳) خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

(اب آگے قدرتی دلائل دیکر اپنا تصرف دکھلایا ہے) اُس (خدا) نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے (لہذا اس پیدائش سے شرک کا نتیجہ کبھی نہیں نکل سکتا اسلئے کہ) وہ اس سے بہت اونچا ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔

(۴) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ○

اُس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا (مناسب تھا کہ انسان اپنی حقیقت کو دیکھتا اور اپنے خالق کی توحید کا قائل ہوتا۔ لیکن یہ ان چیزوں کو خدا کے ساتھ ملاتا ہے جن کو انسانی ساخت کا علم نہیں) سو جب تو یہ (اپنی ایسی عجیب پیدائش کو ملاحظہ کرکے بھی) کھلم کھلا جھگڑنے والا بن جاتا ہے۔ (اور شرم کو بالائے رکھ دیتا ہے)

(۵) وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ○

اور مویشی جو ہیں تو اُس (خدا) نے ہی اُن کو پیدا کیا۔ اُن میں تمہارے لئے گرمی پہنچانے کے سامان (یعنی پشم و کھال وغیرہ) اور دیگر فوائد بھی ہیں اور تم اُن میں سے بعض کو (اعتدال کے ساتھ) کھاتے ہو۔

(۶) وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ○

اور تمہارے لئے اُن مویشیوں میں خوبصورتی کا سامان ہے (یعنی تم اسوقت سجتے ہو اور تمہاری عزت معلوم ہوتی ہے) جبکہ تم اُن کو چرا کر شام کو گھر لاتے ہو اور جبکہ تم (صبح کو) اُنھیں چرانے کے لئے لیجاتے ہو

(۷) وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ اور وہ تمہارے بوجھوں کو اُٹھا کر اُس شہر کی طرف لے جاتے ہیں کہ تم اُس تک جان توڑنے

کے بغیر نہیں پہنچ سکتے (تم خود بھی اُن پر سوار ہوتے ہو اور تجارت کا مال بھی لادتے ہو۔ تم اُنھیں خواہ مخواہ دکھ نہ دو) بلاشبہ تمہارا پروردگار بالضرور نرمی والا رحم والا ہے۔

(۸) وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۚ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ اور گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں کو (بھی اسی خدا نے پیدا کیا) تاکہ تم اُن پر سوار ہو اور (وہ) زینت کا سامان ہوں (بڑے فائدوں کو چھوڑ کر چھوٹے فائدے کی طرف مائل ہونا جن سے ان جانوروں کی زندگی بھی مٹائی جائے ٹھیک نہیں ہے۔ آگے فرمایا) اور وہ اُن (سواریوں) کو بھی پیدا کرتا رہتا ہے جنکا تمہیں علم نہیں ہے (اس میں ریل، موٹر اور ایروپلین کی قسم کی سب سواریاں داخل ہیں)

(۹) وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ ۚ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ۝ (جب خدا نے ظاہری سفر کے لئے آرام کے سامان مہیا کر دئے ہیں تو ضرور ہے کہ وہ روحانی ہدایت کے لئے بھی سامان پیدا کرے جیسا کہ فرمایا) اور سیدھا راستہ اللہ ہی پر پہنچتا ہے اور کئی راستے ٹیڑھے ہیں (اور ہلاکت کی طرف پہنچاتے ہیں۔ یا اُسی سیدھے راستے سے ظلم عظیم ڈالنے اور راستے بھی دائیں بائیں نکالے جاتے ہیں جن کے ذریعہ سے خدا کے ساتھ بندوں کو بھی ملایا جاتا ہے اور اُنھیں دوسرا احکم الحاکمین بنایا جاتا ہے۔ خدا نے تمہیں عقل دی ہے اس سے کام لو۔ ہدایت کے لئے مجبور کرنا ٹھیک نہیں اسلئے فرمایا) اور اگر وہ (جبراً ہدایت دینا) چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیدیتا (ایسی ہدایت صاحب غنیاً داناؤں کے لائق نہیں ہے)

رکوع دوم (۱۰) هُوَ الَّذِي أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۖ لَّكُم مِّنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ ۝ (اور پر فرمایا ہے کہ

سیدھا راستہ خدا تک پہنچاتا ہے۔ مشرکانہ رستے خدا تعالےٰ کی رحمت سے دور کرنیوالے ہیں۔ اب یہاں توحید کے ثبوت دیئے جاتے ہیں۔ جس طرح قدرتی کاموں میں خدا تعالےٰ کا کوئی شریک نہیں۔ اسی سیدھے رستہ کو بنانے والا بھی اُس کے سوائے کوئی نہیں۔ خدا تعالےٰ سیدھے رستہ پر چلنے سے ملتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ خود بھی سیدھے رستہ پر ہے ۱۲/۵۶۔ اور یہ بھی ارشاد کیا ہے کہ خدا تعالےٰ عقل و اختیار والی مخلوق کو جبراً ہدایت نہیں دیتا۔ ہاں اپنے کام پیش کرتا ہے تاکہ لوگ تفکر و تعقل کے ذریعہ سے تذکر و ہدایت حاصل کریں۔ جس مالک نے جسم کے لئے اتنے انعام کئے ہیں کیا وہ باقی رہنے والی نیکیوں کے مکمل بیان میں ہی کسی قسم کی کمی و کجی کر سکتا ہے چنانچہ ارشاد ہے)

وہی تو ہے جس نے آسمان سے پانی اُتارا۔ تمہارے لئے اُس (پانی) سے پینا ہے (تاکہ تمہاری پیاس دور ہو۔ اور دورانِ خون اجل مسمیٰ تک قائم رہے) اور اُس (پانی) سے (تمہارے لئے) درخت بنتے ہیں۔ تم اُن میں چراتے ہو (پست قد مویشیوں کو پتے جھاڑ کر چرایا جاتا ہے۔ اونٹ اور پرندے درختوں پر ہی چر چگ لیتے ہیں۔ پھر چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں بھی درختوں میں ہی داخل ہیں۔ بلکہ کدو کی بیل بھی درختوں میں شامل ہے ۲۳/۹)

(۱۱) يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ وہ (خدا) تمہارے لئے اُس (پانی) کے ساتھ (خوراک کے لئے) کھیتی اور (سالن اور گھی حاصل کرنے اور چراغ جلانے کے لئے) زیتون اور (لذت حاصل کرنے کے لئے) کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے پھل اُگاتا ہے بلاشبہ اس میں تفکر (و غور) کرنیوالوں کے لئے بالضرور نشان ہے (جس سے خدا تعالےٰ کے اصل مقصود ہونے کا پتہ ملتا ہے)

(۱۲) وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ اور اُس

(خدا) نے تمہارے لئے (آرام اور کام کی خاطر) رات اور دن کو اور (دنیا کی رونق اور آبادی و حساب کے لئے) سورج اور چاند کو مفت کام میں لگا دیا۔ اور ستارے بھی اُس کے حکم کے ساتھ (عالیشان ترتیب و نظام میں) مسخر کئے گئے ہیں (پہلی آیت کی نعمتیں اس آیت کے انعاموں کے بغیر وجود ہی نہ پا سکتیں) بلاشبہ اس (حرکت و ترتیب و نظام میں ایک ہی نشان نہیں بلکہ) عقل والے لوگوں کے لئے بہت سے نشانات ہیں (اس سے قادر، مختار اور حکیم کا ثبوت ملتا ہے۔ جزاء و سزا اور نیک اعمال کے دلائل حاصل ہوتے ہیں)

(۱۳) وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ○ (نور و ظلمت اور گرمی و سردی اور ستاروں کی مختلف تاثیرات سے زمینی اشیاء میں رنگارنگی پیدا کی گئی ہے۔ اس اختلاف کے بغیر نہ کسی چیز کی شناخت ہی ہو سکتی اور نہ کوئی چیز مختلف حالتوں میں کام دے سکتی جیسا کہ ارشاد ہے) اور اُن چیزوں کو جو اُس (خدا) نے تمہارے لئے اس زمین میں پیدا کی ہیں اس حال میں (تمہارے کام میں لگا دیا) کہ اُن کے رنگ (اور حالات اور کیفیات) مختلف ہیں۔ بلاشبہ اس میں اُن لوگوں کے لئے جو نصیحت قبول کرتے (اور محسوسات سے معقولات کا پتہ لگاتے) ہیں بالضرور ایک (عالیشان) نشان ہے۔

(۱۴) وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے بہت سے زائد افضال اور آرام و زینت کے سامان مہیا کر دیئے ہیں تاکہ انسان شکر گذار بنیں۔ چنانچہ ارشاد ہے) اور وہی (خدا) تو ہے جس نے سمندر کو (تمہاری) خدمت میں لگا دیا تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اُس سے

ایسی آرائش کی چیزیں نکالو جسے تم پہنا کرتے ہو۔ اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ اُس میں چیرتی چلی جاتی ہیں (تاکہ تم قدرتی عجائبات کا علم حاصل کرو) اور تاکہ تم اُس (خدا) کے فضل کو ڈھونڈو (اور ہر ملک کے ساتھ تجارتی تعلق پیدا کرو) اور تاکہ تم شکر گذار بنو (اور اللہ تعالٰے کی نعمتوں کی قدر کرو)

(۱۵) وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ (خدا تعالٰے نے زمین کو بسنے اور ملک ملک کا سفر کرنے کے لائق بنایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے) اور اُس (خدا) نے زمین میں پہاڑ ڈالے تاکہ وہ ہلاتی نہ رہے (زمین کے اندر بہت بڑی حرارت ہے۔ زمین کی اندرونی چیزیں پگھلی ہوئی ہیں۔ ضرور تھا کہ اس میں سمندر کی طرح مدو جذر ہوتا۔ لیکن اللہ جلشانہٗ نے اُس پگھلے ہوئے مواد کو پہاڑوں اور چٹانوں کا دباؤ ڈالکر قابو میں کر رکھا ہے تاکہ وہ مواد پوست زمین کو رات دن ہلاتا نہ رہے) اور (پہاڑوں سے دریا بہائے) اور (دریاؤں کے ساتھ ساتھ اور پہاڑوں میں) رستے (اور درے ڈالے) تاکہ تمہاری رہنمائی ہو۔

(۱۶) وَعَلٰمٰتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ اور (جھیلوں اور ٹیلوں اور جھنگیوں اور مختلف رنگ کی مٹیوں اور ریگستانوں اور نخلستانوں کے) نشان ڈالے (تاکہ مسافروں کو سفر کا پتہ لگتا رہے) اور ستاروں سے بھی لوگوں کی راہ نمائی ہوتی ہے

(۱۷) اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ پھر کیا جو پیدا کرتا ہے اُس کی مانند ہو سکتا ہے جو پیدا نہیں کرتا۔ سو کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے (اور شرک سے باز نہیں آتے)

(۱۸) وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو تو تم اُن کا احاطہ نہیں کر سکتے

(پھر منعم حقیقی کا شکر کیسے بجا لا سکتے ہو) بلا شبہ اللہ بالضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

(۱۹) وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو

اور جو دکھلاتے ہو۔

(۲۰) وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ

هُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اور جن کو تم اللہ کے سوائے پکارتے ہو وہ کسی چیز

کو پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔

(۲۱) اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ (اصل زندگی

کے لحاظ سے وہ) مردے ہیں۔ زندے نہیں (اصل زندگی وہ ہے جس میں نہ اونگھ ہو اور نہ نیند۔ اصل زندگی ٹھوکروں سے محفوظ اور بے غلط ہوتی ہے۔ انسانی زندگی کے لئے ہر وقت حفاظت کی ضرورت ہے۔ اسے ہر وقت علم و ہوش ملنے کی حاجت ہے ہمارے رسول کریم کو اس زندگی میں بھی میت کہا گیا ہے ۳۹/۳۰۔ مخلوقات اصل زندگانی والی نہیں اور نہ ہو سکتی ہے۔ مخلوق کو زندگی خدا تعالٰی سے ملتی ہے۔ وہ اپنی زندگی کے لئے حقیقی زندگی والے کے محتاج ہیں) اور انھیں اتنی بھی خبر نہیں کہ کب (کسی کام پر) بھیجے جائیں گے۔

رکوع سوم (۲۲) اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ تمہارا معبود

اکیلا معبود ہے۔ سو جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ ان کے دل (اندر سے) انکاری ہیں اور وہ (اوپر سے) تکبر دکھلا رہے ہیں (فطرت انسانی جزا و سزا کی منکر نہیں ہو سکتی)

(۲۳) لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ

لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ ۝ نہیں نہیں حق یہی ہے کہ اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ دکھلاتے ہیں۔ بلاشبہ وہ (خدا) متکبروں (اور بڑائی چاہنے والوں اور اپنا وقر دکھلانیوالوں) کو دوست نہیں رکھتا۔

(۲۴) وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّکُمْ قَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝

(متکبر لوگ راستوں میں بیٹھکر آنے جانے والوں کو قرآن سے روکتے تھے۔ جیساکہ ارشاد ہے) اور جب اُنھیں کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا اُتارا ہے تو وہ (قرآنِ حکیم و مہین کے حق میں) کہتے ہیں کہ (یہ) پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔

(۲۵) لِیَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَھُمْ کَامِلَۃً یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ یُضِلُّوْنَھُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ۝ (اُن کی اس شرارت سے یہ نتیجہ پیدا ہوگا) تاکہ وہ پیشی کے دن اپنے گناہ پورے کے پورے اُٹھائیں اور اُن لوگوں کے گناہوں سے بھی (اُٹھائیں) جنہیں وہ علم کے بغیر (جھوٹ بولکر) گمراہ کرتے ہیں۔ سن رکھو جو بوجھ وہ اُٹھاتے ہیں بہت بُرا ہے (گمراہ کرنے والوں پر اپنی گمراہی کا اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا دہرا بار پڑتا ہے۔ اور گمراہ ہونے والوں کو اپنی گمراہی کا اور ظالموں کی تقلید کرنے کا پھل ملتا ہے ۔ لیکن گنہگار کی روح اپنے گناہ کے مطابق گناہ کرنے کے ساتھ ہی آلودہ ہوجاتی ہے۔ ایک شخص اپنی اولاد کی ٹھیک تربیت نہیں کرتا۔ اس کے گناہ کا اثر اُسی وقت اس کی روح پر پڑ جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ جب بیٹا بدی کرے تب اُس کے باپ پر گناہ کا اثر پڑے اور اگر وہ بدی نہ کرے تو اثر نہ پڑے۔ جو شخص ناحق کسی کو قتل کرتا ہے تو اُس پر تمام انسانوں کے قتل کا گناہ لکھا جاتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کے نمونہ کو دیکھکر اگر دوسرے قتل کریں تب اُس پر دوسرے انسانوں کے قتل کا بوجھ پڑیگا ورنہ نہیں۔ ہر قاتل قابیل ہے خواہ وہ نوعِ انسان کے شروع میں ہو یا نوعِ انسان کے آخری لوگوں میں۔ یہ نہیں

ہو سکتا کہ جب کوئی قاتل قتل کرے تو قابیل پر ہی اسکا بوجھ پڑے۔ اور آجکل کے قاتل پردہ بوجھ نہ پڑے۔

ظالموں کا ظلم مظلوموں کو مظلوم اور دکھیا بنا تا ہے۔ ظالموں کے ظلم کا گناہ اُن پر نہیں پڑتا)

رکوع چہارم (۲۶) قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ (مشرکوں نے ان مسافروں کے لئے جو مکہ کی طرف آتے تھے راستے میں ایسے آدمی بٹھلائے ہوئے تھے جو مسافروں کو راستہ میں آتے ہی نادانی کے ساتھ گمراہی کا سبق دیتے تھے اور تاکید کرتے تھے کہ قرآن سننے کے لئے مت جانا۔ مشرکوں کا یہ ایک مکر تھا۔ پہلے لوگوں نے بھی مکر کی عمارتیں کھڑی کی تھیں اُن کا نتیجہ بھی اچھا نہیں نکلا جیسا کہ ارشاد ہے) اور وہ لوگ جو اُن سے پہلے تھے مکر کر چکے ہیں۔ سو اللہ (کا عذاب) اُن کی (مکر سے بنائی ہوئی) عمارت کی طرف بنیادوں کی جانب سے آیا۔ پھر اُن پر (اُن کے مکر کی عمارت کی) چھت اُن کے اوپر سے گر پڑی (وہ سمجھتے تھے کہ ہمارے مکر قرآن کو مٹا دیں گے لیکن اُن کے مکر خود انہی پر اُلٹے پڑے) اور اُن کو عذاب وہاں سے آیا جہاں سے اُن کو خبر (اور توقع) نہ تھی۔

(۲۷) ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ۚ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ پھر پیشی کے دن وہ (خدا) اُنھیں رسوا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم (مومنوں کے ساتھ) لڑائی (اور جھگڑا) کرتے تھے (اور الگ الگ فریق بنتے تھے) ان لوگوں نے جن کو علم دیا گیا (کہ خدا کے مجرم کو کوئی پناہ نہیں دے سکتا) کہا کہ بلاشبہ آج رسوائی اور خرابی

ایسے کافروں پر ہے۔

(۲۸) اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ۪ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍؕ بَلٰۤى اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ جن کو فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔ سو وہ (اُن کی طرف) صلح ڈالتے ہیں (اور اپنی عادت کے مطابق جھوٹ کہتے ہیں کہ) ہم کوئی بدی نہیں کرتے تھے۔ کیوں نہیں بلاشبہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

(۲۹) فَادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِیْنَ ۝ سو تم جہنم کے دروازوں سے داخل ہو تم اس میں رہ پڑنے والے ہو۔ سو متکبروں کا ٹھکانا بہت بُرا ہے۔

(۳۰) وَ قِیْلَ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا مَا ذَاۤ اَنْزَلَ رَبُّكُمْؕ قَالُوْا خَیْرًاؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌؕ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌؕ وَ لَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ ۝ۙ اور متقیوں کو (جب) کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا اُتارا ہے تو وہ کہتے ہیں (عالیشان) خیر کو (اُتارا ہے) ان لوگوں کے لیے جنہوں نے نیکی کی اس دنیا میں بھی نیکی ہے۔ اور آخرت کا گھر تو اور بھی اچھا ہے۔ اور متقیوں کا گھر بالضرور بہت خوب گھر ہے۔

(۳۱) جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِیْهَا مَا یَشَآءُوْنَؕ كَذٰلِكَ یَجْزِی اللّٰهُ الْمُتَّقِیْنَ ۝ وہ ہمیشگی کے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوتے ہیں۔ ان (باغوں) کے نیچے سے نہریں جاری ہیں۔ ان (باغوں) میں اُن کے لئے وہ چیزیں ہیں جو وہ

چاہتے ہیں۔ اسی طرح اللہ ان متقیوں کو جزا دیتا ہے۔

(۳۲) الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ جن کو فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاکیزہ زندگی گذارتے ہوتے ہیں۔ وہ (فرشتے) کہتے ہیں تم پر سلام ہے۔ تم اس جنت میں اپنے عملوں کے سبب داخل ہو جاؤ

(۳۳) هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○ (قرآن کے اس بیان سے جنت و جہنم کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ لیکن ضدی لوگ اس دنیا میں ملائکہ کو اور اپنے آخری نتیجہ کو دیکھنا چاہتے ہیں اسلئے فرمایا) یہ صرف اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ اُن کے پاس (اس دنیا کی زندگی میں) فرشتے آئیں یا تیرے رب کا حکم (یعنی غلبۂ اسلام یا دارِ آخرت سامنے) آجائے۔ اسی طرح وہ لوگ کرتے رہے ہیں جو ان سے پہلے تھے۔ اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

(۳۴) فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○

پھر اُنھیں اپنے کاموں کی برائیاں پہنچیں اور اُنھیں اس (عذاب) نے گھیر لیا جس کے ساتھ وہ ٹھٹھا کرتے تھے۔

رکوع پنجم (۳۵) وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ

اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ (تمام مذاہب کا اپنی اپنی خصوصیات پر اجماع ہوتا ہے۔ یہ اجماع
اپنے آپ میں کسی بات کے حق ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے
اگرچہ باپ دادوں نے اپنی اولاد کی بہتری کا خیال کرکے ہی اُس اجماع کو جاری کیا ہو۔ تمام
نبیوں کی قوموں میں بھی ایسے ہی اجماع چلے آتے ہیں۔ قومیں بعد میں کسی وجہ یا ضرورت کے
سبب سے بگڑ جاتی ہیں۔ اگر اجماع اپنی ذات میں کسی بات کی راستی کو دکھلاتا ہے تو یہ حکم
تمام اجماعوں پر صادق آنا چاہیئے۔ کسی بات کی راستی پہلے عقل اور صحیفۂ فطرت سے دیکھنی
چاہیئے۔ پھر یہ بھی غور کرنا چاہیئے کہ موجودہ اجماع قوموں کو کسی خوبی کی طرف لے جا رہا ہے
یا تنزل کی طرف مائل کر رہا ہے۔ جب قوموں کا اجماع گھُن کی طرح انھیں کھاتا جاتا ہے
تو یہ دلیل اجماع کے باطل پر قیام ہوگی۔ اجماع غلطی کو درست نہیں کرسکتا بلکہ غلطی اجماع
کو باطل ٹھہراتی ہے۔ شکر گذار اعمال صالح والے لوگ ہمیشہ کم رہے ہیں ۲۴/۳۸ و ۲۳/۱۰ اور
اگر اکثریت کا خیال کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو فرماتا ہے: اگر تو بہتوں کی
جو اس دنیا میں ہیں پیروی کرے تو تجھے اللہ کے راستے سے گمراہ کردیں گے وہ تو صرف
ظنوں اور اٹکلوں کی پیروی کرتے ہیں ۶/۱۱۶ مطلب یہ کہ اُن کے پاس کوئی سچی دلیل نہیں ہوتی۔
صرف اپنے اپنے اجماعوں کو ہی سند بنالیتے ہیں۔ آجکل کے اکثر مسلمانوں نے اسی کو کسی بات کی
حجیت کا معیار ٹھہرایا ہوا ہے۔ دنیا گدھوں کی طرح شرک کے مردار پر گرتی ہے۔ جو لوگ نام
کے مواحد ہیں وہ بھی دو حکم الحاکمینوں اور دو اصل مطاعوں کو مانتے ہیں۔ خدا کو اپنی ذات
سے احکم الحاکمین ٹھہراتے ہیں اور رسول کو خدا کا بنایا ہوا احکم الحاکمین بناتے ہیں اور
اطاعت میں دونوں کو یکساں ٹھہراتے ہیں اور اگر کہا جائے کہ رسولوں کی اطاعت اس
بات میں کرو جو خدا کے حکم کے مطابق ہو تو اُس پر ٹھٹھا کرتے ہیں دو حکم مطلق کا مسئلہ ان لوگوں
کی ہی ایجاد ہے۔ جب انھوں نے بخاری کی صحت کو مانا تو اس وقت کے بعد اس کو بھی
کتاب اللہ میں داخل کردیا حالانکہ خود رسولؐ کا کلام بھی کلام اللہ کو کسی صورت سے
منسوخ نہیں کرسکتا۔ رسولوں کا کام کھلم کھلا پہنچا دینا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے) اور
مشرکوں نے کہا اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے بغیر کسی چیز کی عبادت نہ کرتے
نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادے اور اس کے بغیر کسی چیز کو حرام نہ بناتے۔
(بقول مشرکین ایسا اجماع غلطی پر نہیں ہوسکتا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) **اسی طرح**

ان لوگوں نے بھی کیا جو اُن سے پہلے تھے رسولوں کو وہ اسی طرح کہا کرتے تھے
کہ ہم اجماع کے پیرو ہیں۔ ہم اُن کی روایات کے مقتدی ہیں ۲۵؎۔ رسول خدا کی طرف سے
جو بات لاتے وہ ان کی اجماعی روایات سے اھدیٰ ہوتی تھی اسلئے فرمایا) پھر کیا رسولو
پر کھُلم کھُلا پہنچانے کے بغیر کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔

(۳۶) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَ
اجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ
عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُكَذِّبِينَ ○ (وہ اجماعی رسوم مشرکانہ تھیں اور لوگوں کو گھُن کی طرح کھا رہی تھیں۔
جیسا کہ ارشاد ہے) اور یقیناً ہم نے ہر ایک اُمت میں رسول بھیجا یہ فرماتے
ہوئے کہ اللہ کی عبادت کرو اور سرکشی کے سامانوں سے اجتناب کرو
پھر اُن میں سے بعض کو تو اللہ نے ہدایت دیدی اور بعض ایسے لوگ
بھی رہے جن پر گمراہی ثابت ہوگئی (ہدایت کو صرف اللہ ہی سے مانگنا چاہیئے)
سو تم زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا (یہ
اسی گھُن کا نتیجہ تھا جو اُنھیں کھا رہا تھا)

(۳۷) إِن تَحْرِصْ عَلَىٰ هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَن يُضِلُّ ۖ
وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ○ (یہ لوگ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے
پر اُترے ہوئے ہیں۔ خدا تعالےٰ ایسے لوگوں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا۔ جیسا کہ ارشاد ہے)
اگر تو اُن کی ہدایت پر حرص کرے تو یاد رکھ کہ بلاشبہ اللہ اُس کو ہدایت
نہیں دیا کرتا جو دوسروں کو گمراہ کر رہا ہو (اور گمراہی کا فتوے لگاتا ہو) اور اُن کے
لئے کوئی مددگار نہیں ہیں (اگرچہ فوج بنکر بھی آویں)

(۳۸) وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَن يَمُوتُ ۚ

بَلٰى وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقًّا وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝ (مشرک کہتے ہیں کہ اگر ہمارا
اجماع صحیح نہیں تو نہ ہو جزا سزا پر بھی کوئی دلیل نہیں ۔ یہ لوگ خدا کو مانتے تھے اور اس کی قسمیں پختہ کرکے کھاتے تھے اور خدائے عادل وحکیم کے متعلق دعوے کرتے تھے کہ وہ انصاف نہیں کریگا جیسا کہ ارشاد ہے) اور اُنھوں نے اللہ کی قسمیں پکی کرکے کھائیں کہ اللہ اس کو پیش نہیں کرتا جو مر جاتا ہے (اللہ تعالے فرماتا ہے) کیوں نہیں یہ اُس (خدائے عادل وحکیم) پر ثابت شدہ وعدہ ہے ولیکن اکثر آدمی نہیں جانتے

(۳۹) لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِىۡ يَخۡتَلِفُوۡنَ فِيۡهِ وَلِيَـعۡلَمَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنَّهُمۡ كَانُوۡا كٰذِبِيۡنَ ۝ (روز جزا کی چھوٹی سی دلیل یہ ہے) تاکہ وہ (خدا) اُن (آدمیوں) کے لئے (جن میں مومن و کافر سب داخل ہیں) اُن باتوں کو کھلا کھلا دکھلا دیوے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں (اس جگہ ہر شخص اپنے آپکو سچا کہتا ہے اور ظنیات و توہمات اور بعض روایات سے اپنی اپنی بات کو سچا بناتا ہے ۔ اس دنیا میں اختلاف سے جنگ تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور تمام لوگ حق کا اقرار نہیں کرتے ۔ لیکن روز حساب میں حق کے متعلق شک کرنے کا موقعہ نہیں رہیگا ۔ پس حق و انصاف کی حقانیت دکھلانے کے لئے روز حساب کا واقع ہونا ضروری ہے) اور تاکہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹ بولنے والے تھے (جب کافر جہنم میں جلنے لگیں تو وہ کسطرح کہہ سکتے ہیں کہ روز جزا کوئی چیز نہیں ۔ اُسوقت آخرت کا ایمان اضطراری طور پر پیدا ہوگا سچا ایمان وہ ہے جو حق کو خواہش نفسانی اور توہمات پر ترجیح دیکر لایا جائے اور مصائب کی کوئی پروا نہ کی جائے ۔ یہ ایمان دنیا میں حاصل ہوسکتا ہے ۔ جہنم کو دیکھکر تو ہر شخص مومن بنسکتا ہے)

(۴۰) اِنَّمَا قَوۡلُـنَا لِشَىۡءٍ اِذَاۤ اَرَدۡنٰهُ اَنۡ نَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ۝

(خدا تعالے کو کسی کام کے کرنے میں محنت کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ وہ حکم کرتا ہے تو تمام مناسب اسباب اکٹھے ہو جاتے ہیں ۔ تمام کام اسی طرح سے کئے جاتے ہیں لیکن آخرت کا کام اسباب کے لحاظ سے بالکل ہلکا ہے ۔ سوئے ہوئے کو جگانا بالکل سہل ہے

اسی طرح بیہوش روح ونسمہ کو ایک ہی ڈانٹ سے جگایا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے)
سوائے اس کے نہیں کہ ہمارا حکم۔ جب ہم کسی چیز کا بھی ارادہ کرتے ہیں تو صرف اتنا ہی ہوتا ہے کہ ہم اس (کی تیاری) کے لئے اس (کے سامان) کو کہہ دیتے ہیں کہ تو (اس صورت میں) ہو جا۔ سو وہ (حکم الٰہی کے مطابق جلدی یا دیر سے) ہو جاتا ہے (ہر قدرتی شے کے پیدا ہونے کا یہی طریق ہے)

رکوع ششم (۴۱-۴۲) وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ (جب روز حساب کا ثبوت یقینی طور پر پیش کیا گیا تو کفار کو دکھلایا کہ جن لوگوں پر تمنے صرف اللہ تعالےٰ کو ماننے کی خاطر ظلم کیا اور وہ اپنے ایمان کو بچانے کی خاطر گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اُن کے اس صبر و توکل کے لئے ضرور ہے کہ دنیا میں بھی اجر ملے اور آخرت کا اجر دنیا سے بھی بڑا ہو۔ دنیا کا اجر آخرت کے اجر کے لئے ثبوت بنیگا۔ جیسا کہ ارشاد ہے) اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کئے جانے کے بعد اللہ کے معاملے میں ہجرت کی تو (اللہ فرماتا ہے کہ) ہم بالضرور اُنھیں دنیا میں اچھی جگہ دینگے اور آخرت کا اجر تو اور بھی بڑا ہوگا کاش یہ لوگ (اپنے اختیار اور شوق سے) جانتے (یہ لوگ وہ ہیں) جنہوں نے صبر کیا اور (آئندہ کے لئے) اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں (کہ خدا ہمیں دنیا میں بھی اجر دیگا اور آخرت کا اجر اس سے بہت زیادہ ہوگا۔ جب دنیا میں اُن پر ایسا ظلم و جبر کیا گیا تو کیا مناسب نہیں ہے کہ عدل الٰہی اُنھیں آئندہ ترقیات پر پہنچائے اور نیکی کا نتیجہ خیز ہونا دکھلائے اور ساتھ ہی قیامت کا ثبوت بھی مل جائے)

(۴۳) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔــلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (رسل و انبیاء نے بھی ہجرتیں کیں اور گھر بار سے نکالے گئے جس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کی طرح

ہی انسان تھے ۔ ہاں اللہ تعالےٰ جب چاہتا تھا اُن کی طرف وحی کرتا تھا اور اس سے اُنھیں صبر و توکل حاصل ہوتا تھا ۔ جیسا کہ ارشاد ہے) اور ہم نے تیرے پہلے صرف آدمیوں کو ہی (رسول بنا کر) بھیجا تھا ۔ ہم اُن کی طرف (خود ہی) وحی کیا کرتے تھے سو اگر تمہیں علم نہ ہو تو یاد والوں سے سوال کر و (اور یوں بحث و مباحثہ کر کے تحقیقاً کر لو ۔ ان رسولوں کا پیدا ہونا ۔ بچپن ۔ جوانی ۔ شادیاں کرنا اور بوڑھے ہو کر مر جانا وغیرہ وغیرہ صاف دکھلاتے ہیں کہ وہ نوع بشر سے ہرگز ہرگز خارج نہیں تھے)

(۴۴) بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۗ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (ان رسولوں کو ہم نے بھیجا تھا) واضح باتوں اور صحیفوں کے ساتھ (جن سب کا خلاصہ ہم اس قرآن میں لے آئے ہیں) اور ہم نے تیری طرف یہ ذکر (یعنی قرآن) اُتارا تاکہ تو اُسے سنا کر تمام لوگوں کے لئے بیان کر دے جو جو اُن کی طرف اُتارا گیا ہے (تاکہ اُن کو معلوم ہو جائے کہ یہ قرآن اُن کی کتابوں کا مصدق ہے مخالف نہیں ہے ۔ لوگوں کے پاس وہی تعلیم آئی ہے جو پہلے بھی اُن کی طرف آئی تھی ۔ ایسی تعلیم کی مخالفت کرنا ہرگز زیبا نہیں ۔ ہاں اگر کسی کو شبہ ہو تو فرمایا) اور تاکہ وہ غور کریں (اور دیکھ لیں کہ یہ قرآن تمام صحیفوں کا مجموعہ اور تفصیل ہے جو تمام پیغمبروں پر نازل کئے گئے ۔ کوئی دینی وحی اس سے باہر نہیں رکھی گئی جس کی آدمیوں کے لئے ضرورت ہو)

(۴۵) اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (کیا یہ قرآن ایسا جامع نہیں ہے) پھر وہ لوگ جو برائی کی تدبیریں کر رہے ہیں بےخوف ہو گئے کہ اللہ اُنھیں (زلزلہ بھیج کر) زمین میں دھنسا دے یا اُن پر عذاب وہاں سے آئے جہاں سے اُنھیں خبر بھی نہ ہو (اُن کی چالیں ہی اُن کے لئے عذاب کا موجب بن جائیں یا اُن میں وبائیں پھوٹ پڑیں وغیرہ وغیرہ)

(۴۶) اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِىْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ یا (اللہ) اُنھیں اُن کے آنے جانے (اور سفر کرنے) میں ہی پکڑ لے۔ پھر وہ خدا تعالٰے کو عاجز کرنے والے نہیں۔

(۴۷) اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

یا اُنھیں ڈرا ڈرا کر (اور اطلاع دیکر) پکڑ لے (اور ڈرانے سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ بچ جائیں اور اپنی اصلاح کرلیں) اسلئے کہ بلاشبہ تیرا رب بالضرور نرمی والا رحم والا ہے۔

(۴۸) اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ۝ (جو غلبہ حق پر چلنے اور اعمال صالحہ بجا لانے سے ملتا ہے وہ دیرپا ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالٰے تلک الایام نداولها بین الناس ۱؎ کے طریق پر بھی۔ کفار کو اقبال دیدیتا ہے۔ یہ اقبال ڈھلتی پھرتی چھاؤں کی طرح آتا ہے اور جاتا رہتا ہے۔ اللہ تعالٰے کی اس نرمی اور رحمت پر کفار مغرور نہ ہوں۔ اسلئے سایوں کے متعلق فرمایا) اور کیا وہ ہر شے کی طرف نظر نہیں کرتے جو اللہ نے پیدا کی ہے۔ اُس کے سائے (جب وہ سایہ افگن ہوتی ہے تو) اللہ کے آگے ساجد (و ذلیل) ہو کر دائیں طرف سے اور بائیں اطراف سے مڑتے (اور لوٹتے) رہتے ہیں۔ اور (وہ سائے اُسی طرح ذلیل وخوار ہیں جسطرح) وہ (لوگ جن کے وہ سائے ہیں) ذلیل (وخوار) ہیں۔

(اگر ہم دریا کے کنارے پر کھڑے ہو کر اس طرف کو رُخ کریں جدھر دریا بہتا ہے تو ہمارا دایاں دریا کا دایاں کنارہ اور ہمارا بایاں دریا کا بایاں کنارہ ہوگا۔ زمین بھی مغرب سے مشرق کی طرف سفر کرتی ہے۔ پس زمین کا دایاں جنوب ہے اور بایاں شمال ہے۔ شمال کے معنی بھی بائیں کے ہیں اور شمائل اُس کی جمع ہے۔ زمین کی اس حرکت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورج اور چاند اور ستارے مغرب کی طرف آرہے ہیں۔ زمین کے جنوبی طرف کی اشیاء کے سائے

زمین کے دائیں طرف سے مڑتے ہیں اور شمالی اشیاء کے سائے بائیں اطراف سے لوٹتے ہیں یہی حال دائرہ قطب جنوبی اور دائرہ قطب شمالی کی اشیاء کا بھی ہوتا ہے۔ جبکہ وہاں سورج کی روشنی کئی مہینوں تک پڑتی رہتی ہے۔

زمین کے جنوب کی طرف آبادی بہت کم ہے اور سایہ افگن چیزیں بھی قلیل ہیں۔ اس قلت کے اظہار کے لئے یمین کا لفظ مفرد لایا گیا ہے۔ اور شمال کی طرف بہت زیادہ آبادی ہے اور پہاڑ وغیرہ بھی زیادہ ہیں۔ اس کثرت و جمعیت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے شمائل کا لفظ آیا ہے۔ خدا تعالے کے علم میں تمام اشیاء نقشوں اور سایوں کے رنگ میں ہیں۔ مخلوقات میں تغیر و تبدل پیدا کرنا خدا کے لئے ایسا ہی سہل ہے جیسا کہ سایوں کو ادل بدل کر دینا)

(۴۹) وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ اور اللہ ہی کے لئے ساجد (ذلیل و خوار) ہیں۔ ہر وہ جاندار جو آسمانوں میں ہیں اور جو (جنس) زمین میں اور فرشتے بھی اور وہ (اپنی حد سے نکلکر خدائی صف میں نہیں بیٹھ سکتے اور) بڑے نہیں بنتے ۔

(یہ سجدہ ہر شے سے سیکھا جا سکتا ہے۔ اگر جبریل انسانوں کے لئے نماز کے متعلق نمونہ بن سکتا ہے تو کفار کا اعتراض صحیح ہو جائیگا جو وہ کہتے تھے کہ فرشتہ رسول بنکر آئے بھولنے والوں کے لئے نمونہ بھولنے والا ہی ہونا چاہئے۔ قرآن مجید میں ہے کہ اہل کتاب نزول قرآن کے وقت بھی نمازیں ادا کرتے تھے پس اس کے لئے جبریلی نمونہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے)

(۵۰) يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

وہ (تمام جاندار اور عقول) اپنے رب سے جو اُن کے اوپر (غالب و متصرف و محیط) ہے ڈرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو اُنھیں حکم دیا جاتا ہے (انسان کو بھی چاہیئے کہ ہمیشہ اپنے رب کے ہی حکم پر چلے اور اس میں کسی دوسرے کو اس کے ساتھ نہ ملائے۔ ایماندار لوگ اپنا اختیار خدا تعالے کے ہاتھ میں بیچ دیتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے

کہ اہلحدیث اس کے یہ معنی لیتے ہیں کہ دو کو اصل مطاع اور دو کو احکم الحاکمین اور دو کو منتہائے سوال اور دو کو حکم مطلق سمجھا جائے اور دونوں کی یکساں طور پر اطاعت کی جائے۔ اور دوسرے کی اطاعت کو اگرچہ وحی نہ ہو اسلئے وحی قرار دیا جائے کہ خدا اس کی اطاعت کا حکم کرتا ہے۔ اولی الامر کی اطاعت کا حکم دینے سے یہ نتیجہ کسی طرح نہیں نکلتا کہ ان کی باتیں بہرصورت وحی ہیں)

رکوع ہفتم (۵۱) وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْۤا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ (کیا ایسی مخلوق حکم وعلم میں خدا کی شریک بن سکتی ہے۔ فرشتے تو خدا کی طرف سے وحی لاتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے) اور اللہ نے فرمایا کہ دو معبود مت پکڑو (جب دو معبود منع ہوئے تو تین چار اور زیادہ کیوں محال نہ ہونگے۔ اسلئے فرمایا) سوائے اس کے نہیں کہ وہ اکیلا ہی معبود ہے سو (میں فرماتا ہوں کہ) اکیلے مجھی سے ڈرو (اور میری ہی ہیبت کو اپنے دل میں بٹھاؤ مقدم خوف صرف اسی خدا کا ہے جسطرح مقدم مرضی صرف اسی کی ہے۔ باقی تمام مرضیاں اس کے آگے توڑی چھوڑی جاسکتی ہیں رسول بھی فرماتے ہیں کہ انی کنت من الظالمین)

(۵۲) وَلَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۝ اور اُسی (خدا) کی ملک ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور اُسی کے لئے عبادت (اور دینی معاملات کا بجالانا) لازم ہے پھر کیا تم اللہ کے غیر کے ساتھ بچاؤ ڈھونڈتے ہو۔

(۵۳) وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْــَٔــرُوْنَ ۝ اور تمہارے پاس جو کچھ بھی نعمت ہے سو اللہ کی طرف سے ہے (پھر کیا وحی کی نعمت میں ہی جو خاصۂ الٰہی ہے دو شریک ہوسکتے ہیں) پھر جب تم کو تکلیف پہنچتی ہے تو اُسی کے آگے بلبلاتے ہو (اور اسی کی دُھائی دیتے ہو)

(۵۴) ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنكُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنكُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ۝ پھر جب وہ تم سے ضرر کو کھول دیتا ہے تو تم میں سے ایک فریق اپنے رب کے ساتھ شریک بناتے ہیں۔

(۵۵) لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۚ فَتَمَتَّعُوا ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝

(جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے) تاکہ وہ اُس کی نا قدری کریں جو ہمنے انھیں دیا ہے۔ سو تم فائدہ اُٹھالو پھر قریب ہی جان لوگے۔

(۵۶) وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ ۗ تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ۝ اور یہ لوگ ان کے لئے جن (کی حاجتروائی) کا انھیں علم نہیں اس میں سے جو ہمنے انھیں دیا ہے ایک حصہ ٹھہراتے ہیں۔ خدا کی قسم ضرور ہی تم اُس سے جو تم کرتے ہو پوچھے جاؤگے۔

(۵۷) وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ ۙ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ۝

اور وہ خدا کے لئے بیٹیاں ٹھہراتے ہیں (حالانکہ) وہ پاک ہے۔ اور اُن کے لئے (بیٹے) ہوں جو وہ چاہتے ہیں۔

(۵۸) وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ اور جب اُن میں سے کسی کو لڑکی کی خوشخبری دیجاتی ہے تو اسکا مُنہ سیاہ ہوجاتا ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے۔

(۵۹) يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ اور اس عار کے مارے جس کی اُسے خوشخبری دی گئی ہے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے

(اور خیال کرتا ہے) آیا اُسے ذلت کے ساتھ رکھ لے یا اُسے مٹی میں گاڑ دے۔ سُن رکھو جو کچھ یہ فیصلہ کرتے ہیں بہت ہی بُرا ہے (انسانوں کے لئے بیٹیاں بھی بیٹوں کی طرح ضروری نعمت ہیں لیکن خدا اپنے لئے بیٹے بیٹیوں سے بے نیاز ہے۔ اس کی خدائی اور حکومت میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا)

(۶۰) لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ بُرے وصف تو اُن کے لئے ہی ہیں جو آخرت کو نہیں مانتے اور اللہ کے لئے اعلیٰ صفت ہے اور وہ غالب درست کار ہے (اُس کو نہ کسی سے مدد مانگنے کی ضرورت ہے اور نہ مشورہ پوچھنے کی حاجت ہے پس اُس کی اعلیٰ صفت یہی ہے کہ وہ لاشریک لہٗ ہے)

رکوع ہشتم (۶۱) وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ (اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی دنیا کو مہلت دے رہی ہے تاکہ لوگ کچھ نہ کچھ اصلاح کرلیں۔ ورنہ دنیا میں ظلم و ستم اور جبر و فساد بہت بڑھ گیا ہے اور لوگ آئندہ نسلوں کو بھی گمراہ کرنے کی فکر میں ہیں اس لئے فرمایا) اور اگر اللہ آدمیوں کو اُن کے ظلم کے سبب سے پکڑ لیتا تو اس (زمین) پر کوئی چلنے پھرنے والا نہ چھوڑتا ولیکن وہ (خدا محض اپنی رحمت سے ہی) اُنکو ایک وقت مقرر تک مہلت دیتا ہے (تاکہ لوگ اپنی اصلاح کرلیں اور یہ مہلت ہمیشہ کے لئے نہیں مل سکتی) سو جب اُن کی اجل آجاتی ہے تو ایک گھڑی بھی پیچھے نہیں رہ سکتے اور نہ آگے ہی ہو سکتے ہیں۔

(اس سے معلوم ہوا کہ سوائے خدا کے کوئی ابدال و انبیاء بھی دنیا کو نہیں بچا سکتے۔ صرف خدا کی رحمت ہی کام آتی ہے)

(۶۲) وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُونَ وَتَصِفُ أَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ
أَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى لَا جَرَمَ أَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَأَنَّهُمْ مُّفْرَطُونَ ۝ اور
یہ لوگ اللہ کے لئے وہ چیزیں ٹھہراتے ہیں جن کو خود (اپنے لئے) ناپسند
کرتے ہیں (کوئی نہیں چاہتا کہ مجھ پر جبر کیا جائے لیکن خدا کا حکم قرار دیکر دوسروں پر جبر
کرتے ہیں۔ کوئی نہیں چاہتا کہ میرا غلام میرے مال میں شریک ہو لیکن خدا کے غلاموں کو خدا
کا شریک بناتے ہیں۔ کوئی نہیں چاہتا کہ میری بات کو کوئی کاٹے لیکن خدا کی بات کو کاٹ دیتے
ہیں) اور (باوجود ایسی حرکات کے) اُن کی زبانیں جھوٹ کا بیان کرتی ہیں کہ
ہمارے لئے بہتری (اور نیک نتیجہ) ہے۔ نہیں نہیں حق یہی ہے کہ اُن کے
لئے آگ ہے اور (چونکہ وہ اللہ پر اپنا تقدم جتاتے اور اپنی امامت دکھاتے ہیں۔
اسلئے وہ آگ میں بھی) آگے بھیجے جاتے ہیں۔

(۶۳) تَاللّٰهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلٰى أُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ
الشَّيْطٰنُ أَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝
(پہلے رسولوں کے وقت میں بھی ایسا ہی ہوتا آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے) اللہ کی قسم
(یعنی میں اللہ کو کامل و مطلق ہونے کی حیثیت سے شہادت کے طور پر پیش کرتا ہوں کہ)
بالضرور ہمنے اُن اُمتوں کی طرف جو تجھ سے پہلے تھیں رسول بھیجے سو
(اُسوقت بھی جنس) شیطان نے اُن کے لئے اُن کے عملوں کو زینت
دی (سو وہی (جنس شیطان) آج بھی اُن کا دوست ہے اور (اس دوستی کا
نتیجہ ہے کہ) اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(۶۴) وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي
اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ ۝ (دنیا میں
آج تک شیطان کے زینت دینے سے بڑے بڑے اختلافات پڑ گئے ہیں۔ قرآن اُن
اختلافات کو مٹانے کے لئے آیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے) اور ہمنے تجھ پر یہ کتاب

صرف اسلئے اُتاری ہے تاکہ تو ان (راستوں) کے لئے اُن باتوں کو بتلا دے جن میں اُنھوں نے اختلاف کیا اور (تاکہ یہ کتاب) مومنوں کے لئے (معقول) رہنمائی اور (نتیجے کے لحاظ سے) رحمت ہو۔

(۶۵) وَاللّٰهُ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُونَ ۝ (جب تمہاری جسمانی پرورش کے لئے نعمتیں نازل ہوتی ہیں تو کیا روحانی پرورش کے لئے اختلاف مٹانے والی کتاب نہ آنی چاہئے جیسا کہ ارشاد ہے) اور اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا سو اُس کے ساتھ زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کیا (پس روحانی زندگی کا موجب یعنے قرآن کا آنا بھی ضروری ہے) بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے ایک (مایشان) نشان ہے جو (سمع قبول سے) سنتے ہیں۔

رکوع نہم (۶۶) وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْقِيكُمْ مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشَّارِبِينَ ۝ (جسطرح بارش ہونے سے زمین زندہ ہو جاتی ہے اسی طرح وحی الٰہی سے دنیا کو زندگی ملتی ہے۔ زندگی کے بعد بچپن کا درجہ ملتا ہے جس کی مناسب غذا دودھ ہے جیسا کہ فرمایا) اور بلاشبہ تمہارے لئے مویشیوں میں بالضرور عبرت (یعنی نصیحت پکڑنے کا موقعہ) ہے۔ ہم تم کو ان چیزوں سے جو اُن کے پیٹوں میں ہیں گوبر اور خون کے درمیان میں سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہوتا ہے (مویشی گھاس پات چرتے ہیں۔ پھر جگالی کرتے ہیں۔ معدے میں گوبر رد جاتا ہے جو انسانی غذا نہیں ہے۔ خوراک کا اثر ایک لعاب کی صورت میں نکلتا ہے اور سفیدی کی رنگت بنتا جاتا ہے۔ پستانوں میں پہنچکر دودھ بن جاتا ہے۔ باقی لعاب کا قوام پختہ ہو کر خون کی صورت پاکر جسم میں دوران کرتا ہے۔ خوراک کا فضلہ گوبر ہوتا ہے اور لعاب جو اس سے نکلتا ہے پختہ قوام پاکر خون بن جاتا ہے۔ گوبر اور خون دونوں ہی انسان کی مناسب غذا نہیں ہیں دودھ ان

دونوں کی درمیانی حالت سے ملتا ہے۔ وہ پینے والوں کے لئے خوشگوار ہوتا ہے۔ اس میں گوبر کی طرح بدبو اور خون کی طرح بدمزگی نہیں ہوتی۔ یہ دونوں قسم کی بے لطفیوں سے پاک اور خالص ہوتا ہے)

(۶۷) وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ (دودھ کے بعد عمدہ روزی اور سرور کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے) اور کھجوروں اور انگوروں کے پھلوں سے تم نشہ اور عمدہ روزی حاصل کرتے ہو (نشہ بھی بعض بیماریوں اور فکروں میں نعمت کا کام دیتا ہے اور عمل جراحی کی تکالیف سے امن کا باعث ہے) بلاشبہ اس میں عقلمند لوگوں کے لئے بالضرور نشان ہے۔

(۶۸) وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝ (یہی کل حالت میں شہد کی مانند ہوتی ہے جو تمام پھلوں اور پھولوں سے حاصل کیا جاتا ہے اور شفا کا موجب بنتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے) اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ پہاڑوں سے اور درختوں سے اور اُن چیزوں سے جو لوگ اونچی جگہ (رہنے کے لائق جگہ) بنا لیتے ہیں گھر بنا۔

(۶۹) ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ پھر تو تمام میووں سے کھا اور اپنے رب کے آسان بنائے ہوئے راستوں پر چلی جا (شہد کی مکھی خوراک کی تلاش میں دور دور تک نکل جاتی ہے اور کبھی راستہ نہیں بھولتی) اُن کے پیٹوں (یعنی جسم کی اندرونی مشینری) سے ایک پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں (شہد کے رنگ سفید۔ زرد۔ سُرخ اور سیاہی مائل وغیرہ بھی ہوتے ہیں) اُس

(شہد) میں آدمیوں کے لئے شفا ہے (مناسب بدرقے کے ساتھ بہت سے امراض میں کام آتا ہے۔پھل اس کے ذریعے سے دیر تک تازہ حالت میں رکھے جاسکتے ہیں اور اس کے سبب سے معجونیں مدت دراز تک صحیح وسالم رہتی ہیں) بلاشبہ اس میں سوچنے والے (اور اس میں غور وفکر کرنے والے) لوگوں کے لئے ضرور ایک نشان ہے۔

(بارش بادلوں سے حاصل ہوتی ہے۔بادل پوجا کے لائق نہیں۔منعم حقیقی ہی پوجا کے لائق ہے دودھ مویشیوں اور گھاس پات سے ملتا ہے۔یہ بے اختیار چیزیں بطور مشینری کے کام دیتی ہیں کام کرنیوالا صرف خدا ہے۔سرور و رزق حسن کھجوروں اور انگوروں کی قسم کے پھلوں سے نکلا جاتا ہے۔ان کے لیے کھجوروں اور انگوروں کی پوجا نہیں کرنی چاہیئے۔پوجا کے لائق وہی خدا ہے جو اُن سے اِن چیزوں کو بنانے کا اصل سبب ہے۔شہد کی مکھی سے شہد ملتا ہے مکھی کی پوجا سراپا فضول ہے۔پوجا کے لائق صرف معبود واحد ہی ہے۔وحی الٰہی خاصۂ خدا ہے۔رسل وانبیاء وحی کو اپنی مرضی سے نہیں لے آتے پس وحی کی اطاعت حکمبرداری کے لحاظ سے صرف ایک خدا کی اطاعت ہے زندگی کے ساتھ سنتا پیدا ہوتا ہے۔دودھ کے ساتھ جذب وشرب کی طاقت کو مدد ملتی ہے۔جوانی کے ساتھ عقل سے کام لیا جاتا ہے۔تجربہ کاروں کے لئے تفکر ضروری ہوتا ہے جیسا کہ سابقہ آیات سے ظاہر ہے)

(۷) وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْــًٔا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ (اوپر اللہ تعالیٰ کے اختیارات دکھلائے گئے ہیں۔اس آیت میں انسان کی کمزوری کا پردہ فاش کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے) اور اللہ نے تم کو پیدا کیا۔پھر وہ تمہیں فوت کرتا ہے اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو نکمی عمر کی طرف موڑے جاتے ہیں تاکہ جاننے کے بعد (اور علم کے اندر موجود ہونے کے باوجود) کچھ بھی نہ جانیں۔بلاشبہ اللہ ہی علم والا قدرت والا ہے۔

رکوع دہم (۱) وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ

فِيهِ سَوَآءٌ ۚ أَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُونَ ○ (پھر انسان میں بخل کا جذبہ بڑے زور شور سے کام کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ادنیٰ لوگوں کو اعلیٰ لوگوں کی صف میں بٹھایا جائے اور غلاموں کو بادشاہ بنایا جائے لیکن لوگ اس مال میں جو خدا نے انھیں دیا ہوا ہے غلاموں کو اپنے مساوی بنانا نہیں چاہتے وہ اپنے مال کو خدا کا انعام نہیں سمجھتے بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اس مال کو ماں کے پیٹ سے ہی ساتھ لیکر آئے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا) اور اللہ نے ہی تمہارے بعض کو دوسرے بعض پر روزی میں فضیلت دی ہے۔ سو وہ لوگ جن کو فضیلت دی گئی ہے اپنی روزی کو غلاموں پر موڑنے والے نہیں ہوتے (بایں خوف) کہ وہ اس میں برابر ہو جائیں کیا (وہ ایسا کریں گے اور اپنے مالوں کو اپنی نعمت سمجھیں گے) پھر اللہ کی نعمت کا انکار کریں گے۔

(۷) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُم بَنِينَ وَحَفَدَةً وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ۚ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُونَ ○ (پھر انسان کی ہوا پرستی کا یہ حال ہے کہ کھاتا رب العالمین کا ہے اور گن اُن لوگوں کے گاتا ہے جن کو اُس نے بت بنایا ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے) اور اللہ نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے جوڑے (یعنی میاں بیوی) پیدا کئے اور تمہارے لئے تمہارے جوڑوں (یعنی میاں بیوی) سے بیٹے اور پوتے بنائے (اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بیٹے یا پوتے میاں بیوی کے ملاپ کے بغیر ہرگز پیدا نہیں ہو سکتے۔ باپ اسی کو کہتے ہیں جس کا کوئی نہ کوئی مولود ہو اور ولد اُسی کو کہیں گے جس کا کوئی نہ کوئی والد ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ولد اور ابن کا لفظ بولا گیا ہے پس وہ بھی اس قاعدے سے ہرگز ہرگز باہر نہیں ہو سکتے۔ ولد کا لفظ والد اور والدہ کو چاہتا ہے اور اسی لئے فرمایا ہے کہ خدا کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے جس حال میں کہ اس کی صاحبہ نہیں۔ آگے بیٹوں اور پوتوں کی پرورش کے لئے فرمایا) اور تمہیں طیبات سے رزق دیا (جسطرح پوتے پرورش میں شریک ہیں اسی طرح جب اُن کا باپ نہ ہو بیٹوں کے ساتھ حصہ پا سکتے ہیں) پھر کیا یہ

لوگ باطل (یعنی غیروں کی پرستش اور بتوں کے حق مارنے) کو مانتے اور اللہ کی نعمت کی ناقدری کرتے ہیں۔

(۷۳) وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ (جب انسان ایسا جاہل بخیل اور ہوا پرست ہے تو کیا اُسے توحید کی تعلیم دینے کے لئے وحی الٰہی کا آنا ضروری نہیں چنانچہ کفار کی شکایت کی گئی ہے) اور یہ لوگ اللہ کے سوائے اُن کو پکارتے ہیں جو اُن کے لئے آسمانوں اور زمین سے روزی کا کچھ اختیار نہیں رکھتے اور نہ (اس سامان پرورش کے حصول کے بغیر) کوئی طاقت رکھتے ہیں۔

(۷۴) فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

(جب خالق اور مخلوق کا ایسا فرق ہے تو مخلوق کو خالق کی مثل ہرگز ہرگز مت ٹھہراؤ بلکہ زبان پر بھی مت لاؤ۔ چنانچہ ارشاد ہے) سو اللہ کے لئے مثالیں مت بیان کرو (اور کسی کو اُس کے ساتھ کسی بات میں بھی مثلہ معہ مت ٹھہراؤ) بلاشبہ اللہ ہی عالم ہے اور تم کو کوئی علم نہیں۔

(۷۵) ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (اکثر لوگ فرشتوں کو اوتار سمجھتے ہیں حالانکہ وہ مخلوق انسانوں جیسے بھی نہیں بلکہ اُن کے آگے ساجد ہیں جیسا کہ ارشاد ہے) اللہ نے ایک بے اختیار غلام کی جو کسی چیز پر (اپنی ذات سے) قدرت نہیں رکھتا اور اس (آزاد) کی جسے ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی دی ہے پھر وہ اس سے پوشیدہ و ظاہر خرچ کرتا ہے مثال بیان کی ہے۔ کیا ایسے اشخاص برابر ہو سکتے ہیں (پھر بندہ اور خدا کسطرح

شلاً معوا بنائے جاسکتے ہیں) سب خوبیاں خدا کے لئے ہیں (پھر کوئی مخلوق مخلوقات سے الگ کرکے خدا کی صف میں نہیں بٹھائی جاسکتی) نہیں ۔ نہیں بلکہ اکثر اُن کے علم نہیں رکھتے ۔

(۷۶) وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَىْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِىْ هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (مجوسی لوگ اہرمن کی پوجا کرتے ہیں اور ٹھگ اور ڈاکو شیاطین کو پوجتے ہیں ۔ یہ معمولی انسان سے بھی بدتر ہیں) اور اللہ نے دو آدمیوں کو مثال کے طور پر بیان کیا ہے ۔ ایک اُن میں سے گونگا ہے جو کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتا (اور کام صحیح طور پر نہیں کرسکتا) اور وہ اپنے آقا کے اوپر بوجھ ہے ۔ جہاں کہیں وہ اُسے بھیجتا ہے تو وہ کسی خیر کو نہیں لاتا ۔ کیا ایسا شخص اور وہ جو عدل کے ساتھ حکم کرتا ہے اور وہ سیدھے راستے پر ہے یکساں ہیں؟ (جب سیدھے راستے والا انسان پوجا کے لائق نہیں تو کیا اہرمن اور شیاطین ہی معبود بن سکتے ہیں)

رکوع یازدہم (۷۷) وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (اس رکوع میں اللہ تعالٰے کے انعام جتلا کر اسلام کی طرف بلایا گیا ہے اور اسلام کو صفائی کے ساتھ قرآن ہی اصل دین بیان کرتا ہے ۔

مخلوقات کی کمزوری دکھلا کر اس آیت میں خدا تعالٰے کا عالم الغیب اور قادر مطلق ہونا دکھلایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے) اور آسمانوں اور زمین کے غیب اللہ تعالٰے کے لئے ہی ہیں (کوئی مخلوق غیب دان نہیں ہے ۔ ہاں اگر خدا کسی غیب پر اپنی وحی کے ذریعہ سے خبردار کرنا چاہے تو یہ اُس کا اپنا فعل ہے ۔ مخلوق کا اس میں کوئی دخل نہیں ۔ پیشی کی گھڑی ہر انسان پر آتی ہے ۔ جسطرح انسان ڈانٹنے سے جاگ اُٹھتا ہے یہی حال خدا تعالٰے کے ارادے سے ہر انسان پر پیدا ہوجاتا ہے اسلئے فرمایا) اور تمہاری پیشی کا معاملہ

صرف ایسا ہے جیسا کہ آنکھ جھپکنا (یہ اتنی جلدی واقع ہوجاتا ہے جسطرح آنکھ کا ایک پوٹا دوسرے پوٹے سے مل کر کھل جاتا ہے) یا وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے ۔ بلا شبہ اللہ ہر چاہی ہوئی چیز پر قادر ہے ۔

(۷۸) وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (اس آیت میں انسان کو اس کی حالت دکھلائی گئی ہے کہ کسطرح اُسے سننا۔ دیکھنا اور سمجھنا حاصل ہوتا ہے ۔ چنانچہ ارشاد ہے) اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حال میں کہ تم کچھ نہیں جانتے ہوتے اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنائے (ان سے تم علم حاصل کرتے جاتے ہو اور خدا تعالےٰ کے انعامات کو دیکھتے ہو ۔ مطلب اس سے یہ ہے) تاکہ تم شکر کرو

(۷۹) اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (خدا تعالےٰ نے آسمان میں بے شمار اجرام بنائے ہیں جو پرندوں کی طرح اُڑتے پھرتے ہیں اور بڑے بڑے گدھ بھی پیدا کئے ہیں جو جنگوں میں انسانی لاشوں کو کھانے کے لئے آجاتے ہیں ۔ خدا ہی اُنھیں تمہاری ضرر رسانی سے روکتا ہے اور اجرام بھی اسی کے حکم سے نازل ہو کر دنیا میں نئے نئے تغیرات پیدا کر دیتے ہیں ۔ تم خدا پر ایمان رکھو تو اس کے متعلق تمہیں بہت سی نشانیاں ملینگی جیسا کہ فرمایا) کیا اُنھوں نے اُڑنے والی چیزوں کی طرف نہیں دیکھا جو آسمان کے پھیلاؤ میں قابو کی گئی ہیں ۔ اُن کو اللہ کے سوائے کوئی روکے نہیں رکھتا ۔ بلا شبہ اس میں ایماندار لوگوں کے لئے بہت سے نشانات ہیں (یہ جو مزار تعالےٰ کے لئے کارآمد ہیں)

(۸۰) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ

اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ (پھر خدا نے تمہاری حفاظت کے سامان بنائے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے) اور اللہ نے تمہارے گھروں سے (جو اینٹ، لکڑی اور پتھر سے بنائے جاتے ہیں) تمہارے لئے آرام کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لئے مویشیوں کے چمڑوں سے (بھی نقل مکانی کے لائق) گھر بنائے ہیں (جو خیموں کی صورت میں ہیں) جنہیں تم اپنے اپنے کوچ کے دن اور اپنے اپنے قیام کے دن ہلکا پاتے ہو (انہیں لپیٹ کر رکھ لیتے ہو) اور ان کی (یعنی بھیڑوں کی) پشم سے اور ان کی (یعنی اونٹوں کی) اون سے اور ان کے (یعنی بکریوں کے) بالوں سے (تمہارے لئے) گھر بار کے سامان (بنائے جیسے فرش فروش اور بستر اور پیٹیاں وغیرہ) اور اور سامان (بھی جو دوکانوں اور سفروں میں استعمال کرتے ہو اور جانوروں پر گدیاں وغیرہ ڈالتے ہو بنائے) جن سے تم ایک وقت تک (کام لیتے ہو۔ پھر آئندہ ضرورت کے لئے تیار کرتے ہو اور اس طرح تمہارے تجارت کے سلسلے جاری رہ سکتے ہیں)

(۸۱) وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ اور (تمہاری ابتدائی حالت میں) اللہ نے تمہارے لئے اس سے جو اس نے پیدا کیا ہے سائے بنائے (تاکہ تم درختوں اور پہاڑوں کے سایوں میں آرام کرو) اور تمہارے لئے پہاڑوں سے غاریں بنائیں (تاکہ تم سردی اور گرمی سے بچ رہو اور دشمن سے تمہاری حفاظت ہو) اور تمہارے لئے ایسے کرتے بھی بنائے جو گرمی سے بچاتے ہیں اور ایسے کرتے بھی جو تمہاری جنگ سے حفاظت کرتے ہیں۔ اس طرح وہ تم پر اپنی نعمتیں پوری کرتا جاتا ہے (اور عقل و وحی کے سامان بھی اسی نے تیار کر رکھے ہیں) تاکہ تم (اس خدا کے) مسلم بن جاؤ۔

(۸۲) فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○ پھر اگر یہ لوگ (ایسے انعاموں کو پہچان کر بھی)
مُنہ موڑیں تو سوائے اس کے نہیں کہ تجھ پر (وحی الٰہی کا) کھلم کھلا پہنچا دینا ہے (یہ وحی الٰہی مومن اور کافر سب کو پہنچائی جاتی ہے۔ باقی وہ کام رہ جاتے ہیں جو رسول مومنوں کے ساتھ مل کر بجا لاتے ہیں۔ غیر وحی کے کاموں میں رسول و غیر رسول انسانی کوششوں اور شوریٰ وغیرہ سے ہی کام لیتے ہیں)

(۸۳) يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ○

یہ لوگ خدا کی (ظاہری اور باطنی) نعمت کو پہچانتے ہیں پھر (متکبر بن کر اوپر سے) ایسے انجان بنتے ہیں (اور تجاہل عارفانہ اختیار کرتے ہیں) اور اکثر اُن کے کافر (اور ناقدردان) ہیں۔

رکوع دوازدہم

(۸۴) وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ○ (انسان کے اپنے ہاتھ پاؤں اور جلود اس پر گواہی دیتے ہیں ۲۴/۲۴۔ تمام حرکات کے نقشے صحیفہ فطرت میں قائم رہتے ہیں اسلئے صحیفہ فطرت شاہد ہے ۲۶/۱۴۔ ہر خیرخواہ واعظ بھی شاہد ہو سکتا ہے کہ میں نے اس کو اچھی طرح سے سمجھا دیا مگر یہ اسلام نہیں لایا اور کفر سے باز نہیں آیا ۲۲/۱۱۔ انسانی گواہ صرف اپنے وقت کے ہی ہوتے ہیں جن کو اصل گواہی کا پتہ ہو۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں اُن پر گواہ تھا جب تک اُن کے درمیان تھا سو جب تو نے مجھے فوت کر لیا تو تو ہی اُن پر نگہبان تھا ۵/۱۱۷۔ ان تمام گواہیوں سے حاصل یہ ہے کہ کافروں کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اس آیت میں ان کافروں کو جن کا ذکر پہلی آیت میں ہے ڈرایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے) اور جس دن ہم ہر اُمت سے (خواہ وہ ایک آدمی کی ہو یا زیادہ اشخاص کی ۱۶/۱۲۰ و ۲/۱۲۸) گواہ کھڑا کرتے ہیں (جو اُن کے حالات سے واقف ہوتا ہے) پھر (ایسی تحقیقات کے بعد) کافروں کے لئے (بہانے بنانے کا) اذن نہیں دیا جاتا اور نہ اُن کو عتاب کے دُور کرنے کا موقعہ دیا جاتا ہے (کوئی شخص ذلیل

وشفیع بن کر خدا کے ساتھ اُن کی صلح نہیں کرا سکتا۔)

(۸۵) وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ۝ اور جب ظالم لوگ عذاب دیکھتے ہیں تو اُن سے (اُن کے عذاب میں) کوئی تخفیف نہیں کی جاتی اور نہ اُن کو ڈھیل ہی دیجاتی ہے۔

(۸۶) وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِن دُونِكَ ۖ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ اور جب مشرک لوگ اپنے شریکوں کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار یہ ہمارے شریک ہیں جن کو ہم تیرے سوائے پکارا کرتے تھے۔ تو وہ (شریک) اُن کی طرف بات کو (بطور جواب) ڈالتے ہیں کہ بلاشبہ تم جھوٹے ہو (مشرکوں نے بن دیکھے ہی شریک بنالئے ہوتے ہیں)

(۸۷) وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ ۖ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ اور (ایسے حالات کو دیکھکر اور غیروں کی مدد سے مایوس ہوکر) یہ (مشرکین) اللہ کی طرف اس دن صلح ڈالتے کرے ہیں اور اُن سے گم ہو گئے جنکا وہ افترا کرتے تھے۔

(۸۸) الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ۝ (خدا تعالیٰ اُن سے صلح نہیں کرتا بلکہ عذاب پر عذاب دیکر اُن کی بگڑی ہوئی حالت کی اصلاح کرتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے) وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے (جبرًا) روکا۔ ہم نے اُن کے لئے اُن کے بگاڑوں کے سبب سے عذاب پر عذاب

بڑھایا۔

(۸۹) وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ○ (مشرکین آخرت کی شہادتوں میں

پڑکر عذاب کے مستحق بنتے ہیں۔ کیوں وہ اس دنیا کے نیک شاہدوں کی شہادت کو نہیں مانتے۔ خدا تعالےٰ نے قرآن مجید کو مکمل۔ معقول۔ رحمت اور مسلمین کے لئے خوشخبری بناکر بھیجا ہے۔ یہ قرآن خاتم الکتب ہے۔ نوع انسان کے خاتمے تک جو شاہد آئیں گے وہ اس کے مطابق ہی شہادت دیں گے ۱۴/۱۴ و ۲/۱۔ چنانچہ ارشاد ہے) اور جس دن ہم ہر ایک اُمت میں اُن کے اوپر اُنہی میں سے (کوئی نہ کوئی وحی الٰہی کی) شہادت دینے والا کھڑا کرتے ہیں اور تجھ کو اُن لوگوں پر (وحی الٰہی کی) شہادت دینے والا بناکر لائے اور تجھ پر ایسی کتاب اُتاری ہے جو ہر ایک شے کا کھلا کھلا بیان ہے اور (فرمانبرداروں کے لئے رہنمائی اور رحمت اور خوشخبری ہے (آیت ۲/۱ ۸ بھی دیکھی جائے)

(خدا تعالےٰ نے قرآن مجید کو خاتم الکتب اسی لئے بتایا ہے کہ وہ ہمارے لئے مکمل ہدایت نامہ بن سکے۔ اگر یہ قرآن بذات خود مکمل نہیں ہے تو خاتم الکتب کیسے بن سکتا ہے تمام نبیوں کا دین۔ تمام نبیوں کی ہدایت اسی میں آجاتی ہے۔ پھر رسول کریم کی وحی والی ہدایت اس سے باہر کس طرح رہ سکتی ہے۔ اس قرآن میں تو مومنوں اور رسول کریم کی معقول باتوں کی بھی تصدیق کی گئی ہے۔ اہلحدیث خدا تعالےٰ کی مصدقہ باتوں کے ساتھ غیر مصدقہ باتوں کو بھی مثلہ معہ بناتے ہیں اور یوں دو احکم الحاکمین۔ دو اصل مطاع اور دو حکم مطلق کا اعتقاد مسلموں میں جاری کرتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے دین کو نصیحت کے لحاظ سے آسان بنایا ہے۔ اس سے ہر طالب نصیحت نصیحت پا سکتا ہے "سورۃ القمر" خدا تعالےٰ نے جو پابندیاں انسان پر ڈالنی پسند کی ہیں اُن کا ذکر قرآن میں ہی کر دیا ہے۔ بعض لوگ زیادہ پابندیاں چاہتے تھے۔ خدا تعالےٰ نے

ان سے روکا ہے اور نہایت زور سے فرما دیا ہے کہ اللہ نے اُن کی طرف سے درگذر کر رکھا ہے ۳۲۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو باتیں قرآن سے باہر ہم سے مانگی جاتی ہیں خدا نے اُن کی طرف سے درگذر فرمائی ہوئی ہے۔ پس ایسے سوالات کرنیوالے سرتا پا غلطی پر ہیں۔ اہل اسلام رسول کریم کی زندگی میں ہی قرآن کے وارث بنائے گئے تھے۔ اگر اسوقت کوئی اور چیز بھی قرآن کے ساتھ مثلاً معاً تھی اور وہ قرآن سے مقدار میں حدیثوں کی طرح زیادہ ہوتی تو ضرور تھا کہ وہ اس بڑی چیز کے بھی وارث بنائے جاتے ۳۲/۱۴

حق اللہ تعالیٰ کا منشا ہے۔ حق اپنی ذات کے لحاظ سے ہی تسلیم کئے جانے کے قابل ہے۔ حق کسی کے محض کہہ دینے سے ہی حق نہیں بنتا۔ تورات میں ان النفس بالنفس یعنی قصاص کا حکم تھا۔ یہودی رسول کریم کے پاس قصاص کا مقدمہ لائے۔ حضور نے فرمایا کہ تمہارے پاس اللہ کی کتاب ہے اس میں یہ حکم موجود ہے۔ کیوں تم اسپر فیصلہ نہیں کرتے۔ تمام انبیاء مسلم تھے۔ یہودیوں کے لئے تورات پر ہی فیصلہ دیا کرتے تھے۔ یہ حکم تورات میں ہوتے ہوئے بھی خدائی حکم تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ تجھ کو کیونکر حکم بناتے ہیں حالانکہ اُن کے پاس تورات ہے اس میں اللہ کا حکم ہے پھر وہ اس کے پیچھے مُنہ موڑتے ہیں اور وہ مومن نہیں ہیں یعنی خدا کے حکم کو بھی جو خود اُن کے پاس ہے نہیں مانتے ۵/۴۳۔ خدا کا حکم جہاں بھی ہو جب اُس کا حکم الٰہی ہونا معلوم ہو جائے تو اس سے انکار کرنا مومنوں کا کام نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ نبی کریم کو فرماتا ہے کہ ایسی صورت میں تجھ کو حکم بنانے کے کوئی معنی نہیں۔ قرآن کی وحی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی لیکن قرآن محمد رسول اللہ کے محض کہہ دینے سے ہی کتاب الٰہی نہیں بن گیا بلکہ اس کے کتاب الٰہی ہونے کی شہادت اس کے اندر موجود ہے۔ قرآن کا کتاب الٰہی ہونا رسول کی رسالت کو ثابت کرتا ہے محض رسول کے کہہ دینے سے قرآن کتاب الٰہی نہیں بن سکتا۔ کفار ہمارے رسول کو کہا کرتے تھے کہ تو رسول نہیں۔ اسپر رسول مقبول نے یہ ہی نہیں کہا کہ قرآن اسلئے خدا کی کتاب ہے کیونکہ میں کہتا ہوں بلکہ بحکم الٰہی اسپر دو اپنی ذات سے خارج گواہ پیش کئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو کہہ دے کہ میری رسالت پر اللہ گواہ ہے اور وہ لوگ گواہ ہیں جن کے پاس کتابوں کا علم ہے ۱۳/۴۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے رسول کی رسالت کے

گواہ اللہ یعنی (وحی) قرآن ہے اور دوسری کتابیں بھی اپنی پیشگوئیوں وغیرہ سے ہمارے رسول کی گواہ ہیں پس یہ کہنا قطعًا غلط ہے کہ ہم قرآن کو محض رسول کے کہنے سے ہی خدا کی کتاب جانتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ سورہ انعام میں کئی نبیوں کا ذکر کرکے اور اُن کے ہدایت یافتہ باپوں اور بیویوں اور اولاد کا ذکر فرما کر ارشاد کرتا ہے کہ یہی لوگ ہیں جن کو ہم نے ہدایت دی تھی سو تو اُن کی ہدایت کا مقتدی بن یعنی تو اُن کو اپنا امام سمجھ ۶/۱۲ ان رسولوں اور دیگر نیکوں کی ہدایت قرآن مجید میں ہی آگئی ہے۔ پس رسول کریم قرآن کی وحی کے ہی پیرو تھے۔ ملت ابراہیمی کا بیان بھی قرآن میں ہی آچکا ہے۔ قرآن میں ہجرت کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے صحابیوں کے نمونے کو اصل ٹھہرایا ہے حالانکہ اسوقت رسول کریم اور آپ کے صحابی ہجرت کر چکے تھے۔ خدا نے اُن کی اس ہجرت کی غلطیاں نکالیں اور بیان کیا کہ اس ہجرت کے لئے ابراہیم اور اس کے اصحاب سچا نمونہ تھے پس ہم نے حق کو ماننا ہے خواہ وہ ابراہیمؑ کے اصحاب میں پایا جائے یا ہمارے رسول کریم کے اصحاب میں۔ مومن آل فرعون کی تعلیم نبیوں جیسی تھی۔ اُس کو اس کی حقانیت کے لحاظ سے ماننا لازم ہے کسی مخلوق شخصیت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ اصحاب کہف کی بہادری کو اس لئے ماننا ضروری ہے کہ اُنھوں نے بہادری دکھلائی اسلئے نہیں مانا جائیگا کہ رسول کریم کہتے ہیں کہ اُنھوں نے بہادری دکھلائی۔ اُن کی بہادری کو دکھلانے والا اور رسول کریم کو بھی اس کی تعلیم دینے والا خود خدا ہے جب تک قرآن مجید مکمل نہیں ہوا ہمارے رسول کریم بھی تورات سے علم حاصل کرتے تھے۔ اور اُس کے متبع تھے ۲۰/۸ ، ۲۶/۲

سموئیل نبی سے ہمارے رسول کریم نے یہ سیکھا کہ قتال کے لئے بادشاہ کی ضرورت ہے ۲/۱۶

اگر نبی خود بادشاہی کے انتظام کے لائق نہ ہو تو بادشاہ دوسرا شخص بنایا جاسکتا ہے جسطرح حضرت سموئیل نے طالوت کو بحکم الٰہی بادشاہ بنا لیا لیکن طالوت خود نبی نہیں بن گیا تھا۔ اور بعض نبیوں میں رسالت اور حکومت دونوں عہدے اکٹھے ہوجاتے ہیں۔ رسالت کا عہدہ رسالت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ اور حکومت کا عہدہ اسی طرح

بجالایا جاتا ہے جسطرح دوسرے نیک حاکم بجالاتے ہیں۔ بادشاہ آج تک بھی ہوتے ہیں لیکن قرآن کے بعد رسالت بند ہوگئی۔ رسول کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ ایک حیثیت یہ ہے جبکہ وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے وحی لاکر ابتداً لوگوں کو پہنچاتا ہے اصل رسول وہ اسی حالت میں ہی ہوتا ہے۔ دوسری حیثیت کے لحاظ سے وہ بطور عہدے کے رسول کہلاتا ہے بالفعل رسول نہیں ہوتا۔ اسوقت وہ رسول تازہ وحی کا منتظر ہوتا ہے اور جب تک وحی نہ آئے۔ عقل و حکمت اور شوریٰ سے ہی کام لیتا ہے۔ رسول کے اس وقت کے لحاظ سے اس کے معلومات دوسرے نیک لوگوں کی مانند ہی ہوتے ہیں۔ وحی کی تعریف میں یہ بات شامل نہیں ہے کہ رسول شوریٰ کرے اور بلا تصدیق الٰہی وہ وحی بن جائے۔ ہر شخص کا امتحان اُسی کے مطابق ہوتا ہے جو خدا نے اُسے دیا ہے ۷/۱۱ و ۱/۱۴ وغیرہ۔ ایسی حالت میں خدا تعالےٰ پہ لازم نہیں ہوتا کہ خواہ مخواہ بے موقعہ ہی ہدایت دے دیا کرے۔ رسول کریم ضرور ہے کہ مکے میں صحابہ کے ورثے تقسیم کیا کرتے ہوں لیکن اس کی صحت آپ کو پندرہ سال کے بعد مدینے میں جاکر بتلائی گئی۔ یہاں فرمایا یبین اللہ لکم ان تضلوا یعنی اللہ تمہارے لئے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہی میں پھنسے نہ رہو جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلا طریقہ تقسیم ایسا تھا جس میں ضلال میں پھنسنے کا اندیشہ تھا۔ کیا خدا تعالےٰ کے فیصلے کے آنے سے پہلے رسول کی اطاعت حاکمانہ اطاعت ہوتی تھی یا از خود وحی بن جایا کرتی تھی۔ جس کے لئے بعد میں ہی یہ اُتارنا ضروری ہو کہ تم غلطی میں نہ پھنسے رہو۔ رسالت کی اطاعت عام ہے اور حکومت کی اطاعت انہی لوگوں کے لئے ہے جنکا اس حکومت کے ساتھ تعلق ہو۔ وہ مومن جن کی حکومت الگ ہے۔ ان کا معاملہ بھی الگ ہے جیساکہ اس آیت میں صاف طور پر فرما دیا ہے والذین اٰمنوا ولم یہاجروا مالکم من ولایتھم من شیٔ حتی یہاجروا الخ پ۱۰ اور جیساکہ اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا الخ ۲۶/۱۳۔ اس اطاعت میں اگر رسول کسی کو اپنے علاقے سے نکال دے تو پچھلے حاکم اُس کو مناسب دیکھکر واپس بلا سکتے ہیں اور اگر رسول کی کسی کے ساتھ محبت ہو تو پچھلے حاکم اس کو سزا کے لئے شہر بدر کر سکتے ہیں۔ اعراب جنہوں نے فتح مکہ پر ساتھ نہیں دیا تھا اور پلبے سفر پہ بھی جانا نہیں چاہا۔ رسول کی زندگی میں اُن کو کبھی مدد کے لئے نہیں بلایا گیا۔

لیکن یہ اجازت بھی کہ رسول کے بعد کوئی اور خلیفہ اُنھیں بلاسکتا ہے اور اس کی اطاعت فرض ہے ۲۶/۱۰ ۔ یہ تمام معاملات حکومت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا علاقہ رسالت کے ساتھ نہیں۔ لیکن یہ اطاعت بھی اپنے وقت پر فرض ہے اور جو اس سے مُنہ موڑے اس کو عذاب الیم آئیگا ۲۶/۱۰ ۔ سبیل المومنین جو شوریٰ سے قائم ہوتا ہے اس کی مخالفت کرنے والے کے لئے بھی جہنم کا عذاب ہے جو بہت بُری جائے بازگشت ہے ۵/۱۴ ۔ اگر کوئی مطلقہ عورت اپنے طلاق دینے والے شوہر سے اپنے پیٹ کے بچے کو چھپائے تو اس انتظامی اطاعت کے لحاظ سے بھی یہ کہنا صحیح ہوگا ان کن یؤمن باللہ والیوم الاخر ۲/۱۲ ۔ جیسا کہ ردوہ الی اللہ والرسول ۵ کے بعد بھی یہی لفظ آئے ہیں۔ مومن لوگ جب عہد کرتے ہیں تو اللہ کو سامنے رکھکر اور اُسے کفیل بنا کر عہد کرتے ہیں۔ اُن کا عہد جو کافروں کے ساتھ بھی ہوتا ہے دراصل اللہ کے ساتھ ہی ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا و اوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم ۱۴/۱۹ ۔ ہر ایک کے ساتھ عہد کرنا اور ہر ایک کی بیعت کرنا دراصل خدا کے ساتھ ہی عہد و بیعت کرنا ہوتا ہے۔ مومن کسی آدمی کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ پر نہ سمجھے بلکہ سمجھے کہ میرے ہاتھ پر خدا کا ہاتھ ہے اور اس نیت کے ساتھ عہد کرنے میں ضرور عاقبت کا بھی فائدہ ہوگا۔

ایک شخص جو امن پسند ہے اور اس نے لڑائی کی بنا نہیں ڈالی اور کسی شخص کو قتل بھی نہیں کیا تو ایسے شخص کو اگرچہ وہ اعتقاد کے لحاظ سے کافر ہو قتل کرنے کی سزا بحکم خدا یہ ہے کہ اس نے تمام دنیا کے آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ پھر کیا ایسا شخص جہنم کی سزا سے بچ جائیگا۔ انتظام میں خلل ڈالنا نہایت ہی بُرا ہے لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا ۱۴/۶ ۱۸/۵ ۔ رسول کا جہاں ذکر دیگر اولوا الامر یا خلفا کے ساتھ آتا ہے وہاں اطاعت حاکمانہ ہی مراد ہوتی ہے۔ جہاں صدقات کا بانٹنا اور غنیمتوں کا تقسیم کرنا رسول کے ذمے ڈالا گیا ہے وہ رسول کی زندگی کے ساتھ ہی تعلق رکھ سکتا ہے۔ رسول کا شوریٰ دوسرے بندوں کے شوریٰ کی مانند ہی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جب اُن کے پاس امن یا خوف سے کوئی خبر آتی ہے تو یہ اس افواہ کو پھیلا دیتے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں سنسنی اور خوف کو ڈال دیتے ہیں اور اگر وہ رسول اور دوسرے حاکموں کی طرف اس افواہ کو موڑتے تو اُن میں سے جو صحیح استنباط کرنے

والے ہیں اس کی حقیقت کو جان لیتے الخ ۵۔اس جگہ رسول کی اطاعت حاکموں کی مانند ہی ہے۔دوسرے حاکم بھی اسی طرح صحیح استنباط کر سکتے ہیں۔یہ کام ہمیشہ حاکموں سے ہی لیا جائیگا۔اس کے لئے رسول کو اس دنیا سے چلے جانے کے بعد واپس نہیں بلا یا جائیگا۔اگر رسول کی زندگی میں رسول کا ہر ایک اجتہاد و استنباط و شوریٰ از خود ہی وحی بن جاتا تو مومنوں کو الگ شوریٰ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔وہ رسول سے ہی پوچھ لیتے کیا مومنوں کا شوریٰ جبکہ وہ رسول سے الگ ہو کر کریں تو وحی نہیں ہوتا اور رسول کے اپنی بشری عقل سے پسند کرنے کے سبب وحی بن جاتا ہے؟

قرآن مجید میں رسول کا لفظ بطور عہدے کے بھی لایا گیا ہے مثلاً حتی یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصر اللہ الخ ۲ اور حتی اذا استایئس الرسل ۱۲ وغیرہ۔حاصل یہ ہے کہ غیر وحی میں رسول کی اطاعت حاکمانہ ہی ہوتی ہے۔رسول کریم جنگ میں بھاگنے والوں کو پکارتے تھے اور امر جامع سے بلا اجازت نہیں جانے دیتے تھے۔یہ سب اطاعتیں حاکمانہ ہی ہیں۔ہم دنیا میں بھی بہتری چاہتے ہیں۔اور آخرت میں بھی بہتری چاہتے ہیں۔آخرت کی بہتری تو مرنے کے بعد ملیگی اور دنیا کی بہتری اب بھی ہم کو اسی طرح منظور ہے جسطرح رسول خدا کے وقت میں ضروری تھی۔رسول خدا دنیا کے انتظامات میں تجربہ کار تھے۔اہلحدیث کا یہ کہنا کہ رسول دنیا کے کاموں میں دوسرے لوگوں سے کم علم رکھتا ہے بلکہ ان سے بھی گیا گزرا ہوتا ہے ہرگز صحیح نہیں بعض لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ قرآن کے باہر رسول کے اسوہ پر چلنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔یہ سوال یقیناً غلط ہے۔قرآن میں تمام انبیاء کی وحی اکٹھی کی گئی ہے۔اس میں جن باتوں کا امر ہے اسپر چلنا ہی نیک نمونہ ہے اس کے لئے باہر جانے کی کونسی ضرورت باقی رہتی ہے اور جن باتوں سے بچنے کا حکم ہے اُن سے بچنا ہی نیک نمونہ ہے۔اور جن باتوں میں آزادی دیگئی ہے ان میں عقلی طور پر اعلیٰ و ادنیٰ صورتیں نکل سکتی ہیں۔اعلیٰ پر عمل کرنے والا بشرطیکہ ادنےٰ صورتوں کا انکار نہ کرے اور خدا کی کسی اجازت کو نکما نہ ٹھہرائے قرآن کے نمونہ پر ہی چلتا ہے۔

رسول کریم کے پاس ایک نابینا آیا۔اُس کو تعلیم کا شوق تھا۔اگر رسول خدا کو اسوقت کوئی مصروفیت اس اندھے کی طرف متوجہ ہونے سے روکتی تھی تو اس کو زی

سے فرما دیتے کہ آپ اپنا مکان بنا جائیں ہم کل آپ کو بلالیں گے۔ لیکن رسول کریم نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ ترشروئی دکھلائی اور اس سے مُنہ موڑ لیا۔ یہ نمونہ ہرگز قابل عمل نہیں پس نمونہ وہی ہے جو قرآن کی تعلیم کے مطابق ہو۔ قرآن کے ساتھ دوسری وحی ٹھہرا کر نمونہ بنانا قرآن کی تعلیم کے خلاف ہے۔ قرآن کریم ہی جو زندہ حق کا حقیقی منشا ہے حکم مطلق ہے۔ رسولؐ اسکا پیرو ہے اسپر حاکم و قاضی نہیں بن سکتا۔

اللہ تعالےٰ نے حق بحقدار پہنچانے کے لئے مومنوں کو حاکم بنایا اور فرمایا کہ جب تم لوگوں کے درمیان حکم و فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کیا کرو۔ خدا تم کو بہت اچھی بات کا حکم دیتا ہے۔ اسوقت عدالتیں قائم کی گئی تھیں اور عدالت اپیل اور ماتحت حکام کا انتظام کیا گیا تھا۔ رسول کریم اعلیٰ حاکم ہونے کے سبب عدالت اپیل قرار دیئے گئے تھے۔ منافقوں کو کہا گیا تھا کہ طاغوت کی طرف فیصلے مت لے جاؤ لیکن وہ باز نہیں آتے تھے اور ملک کے اصلی حاکموں کی مخالفت کرتے تھے۔ زبان سے کہتے تھے کہ ہم قرآن اور تمام پہلی کتابوں کے مومن ہیں لیکن حاکموں کی اطاعت سے روکتے تھے۔ جو لوگ حاکموں کی اطاعت سے روکتے ہیں اور ملک میں بدامنی پھیلانا چاہتے ہیں وہ کسی الٰہی کتاب کے ماننے والے نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب تک یہ لوگ اپنی آپس کی اُلجھنوں میں حکومت کی ضرورت کے قائل نہیں ہونگے تب تک یہ کسی الٰہی کتاب کے ماننے والے نہیں بن سکتے ۵-۹۔ اس آیت کا مومنوں کی تکفیر کے ساتھ جو کسی دوسرے مکان و زمان میں ہوں کیا علاقہ ہوسکتا ہے۔ کیا اس شخص کی ہر بات وحی ہوسکتی ہے جس کو حکم ہو کہ انشاء اللہ کہنے کے بغیر کوئی وعدہ نہ کرے۔ اگر کوئی رسول یہ کہے کہ میں کل اس بات کا فیصلہ کرونگا تو اُس کا یہ کہنا ہی وحی نہیں سمجھا جاسکتا۔ لازم ہے کہ وہ کہے کہ اگر خدا نے چاہا تو میں فیصلہ کرونگا ورنہ نہیں۔ پس الٰہی تصدیق کے بغیر کوئی بات وحی نہیں بن سکتی۔ رسولوں کو خدا کی ہدایات کا انتظار رہتا ہے خود ہی کسی بات کو زبان سے نکال کر وحی نہیں بنا سکتے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن میں تمام دینی مسائل نہیں پائے جاتے یہ قطعاً غلط ہے۔ یہ لوگ اپنے خیالی طریقوں کو ہی مسائل سمجھتے ہیں۔ قرآن کے مسائل کو اصل مسائل نہیں جانتے۔ اگر قرآن کسی بات میں اختیار دیتا ہے تو یہ پابندی عاؔ

کرنے والے کون۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول کریم ہر مقدمے کے متعلق اپنی سمجھ سے نئے نئے فیصلے دیا کرتے تھے۔ ایک مقدمے میں ہی بے شمار مختلف جزیات نکل سکتی ہیں جن کے لحاظ سے اُن کے فیصلے بھی مختلف ہونگے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رسول کی حکومت ویسی ہی تھی جیساکہ آجکل کے نیک اور سچے حکام فیصلہ دیا کرتے ہیں۔ ان کی اطاعت بھی ویسی ہی ضروری ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ اطاعتیں اپنی سمجھ کے مطابق وحی قرآن کے ماتحت ہی بجالانی چاہئیں۔ اور جب غلطی معلوم ہو تو اصلاح کے لئے ہمیشہ تیار رہنا چاہئے۔ رسول خدا نے اسی نمونہ پر ہم کو چلایا ہے۔ عقلمندوں کے لئے یہی نمونہ کافی ہے)

رکوع سیزدہم (۹۰) إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○ (اوپر مذکور ہے کہ قرآن مجید ہر ایک شے کا کھلا بیان ہے۔ یہاں قرآن مجید کی تکمیل کا ایک نقشہ دکھلایا ہے جیساکہ ارشاد ہے) بلاشبہ اللہ عدل (یعنی حریت و مساوات) اور احسان (یعنی ہر کام کو درستی اور معقولیت کے ساتھ کرنے) اور قریبیوں کی طرح (بلاخیال عوض و معاوضہ) دینے کا حکم کرتا ہے اور بےحیائی (یعنی دوسروں کے حقوق کو چھین لینے) اور برا اور نامعقول و ناپسندیات) اور بغاوت (وسرکشی) سے منع کرتا ہے۔ وہ (یعنی خدا) تمہیں وعظ (یعنی موثر نصیحت) کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ (اور ان اوامر و نواہی کے مطابق رنگ اختیار کرو۔ عدل کا معاملہ حقوق کے ساتھ ہے۔ تم اپنے حقوق کی نگہداشت کرو اور کسی کے حقوق میں دخل نہ دو۔ عدل کے برخلاف فحشا ہے جس میں ایک دوسرے کے حقوق کی پروا نہیں کی جاتی اور ایک دوسرے کی عزت و عفت پر حملہ کیا جاتا ہے۔ تمام جانداروں کو ضرور کھانا ملنا چاہیئے اور اُن کے آرام و آزادی میں روکاوٹ نہ ڈالنی چاہیئے۔ قرآنی عہد کے مطابق اُن سے کام لینا چاہیئے۔ ہاں اُن کے لئے ایسی سہولتیں اور آرام مہیا کرنے چاہئیں جن سے کسی عہد کی مخالفت نہ ہو۔ یہ احسان ہے اور اس کے مقابل منکر یعنی

نامعقول اور نامناسب باتیں ہیں ۔ انسان دوسرے کے ساتھ وہ کام نہ کرے جسے وہ
اسی حالت میں اپنے ساتھ کیا جانا پسند نہیں کرتا ۔ احسان جب ترقی کی حالت پر پہنچ جاتا ہے
تو وہ عوض و معاوضہ کے خیال کے بغیر کیا جاتا ہے ۔ جیسے ماں اپنے بچے کے ساتھ کسی
معاوضے کے خیال کے بغیر محبت کرتی ہے ۔ یہ احسان کا انتہائی درجہ ہے یہی ایتائے
ذی القربٰی ہے ۔ اس کے برخلاف بغی یعنی بغاوت و سرکشی و فساد کا پھیلانا ہے ۔
داناؤں کے لئے یہ ایک موثر وعظ ہے ۔ انسان کو چاہئے کہ اس رنگ سے رنگین ہو جائے
انسان میں اللہ تعالیٰ نے تین قوتیں رکھی ہیں ۔ ایک قوت شہویہ جس سے وہ اپنے
حقوق کی حفاظت کرتا ہے ۔ پس ہمیں بھی چاہیئے کہ ہر ایک کے حقوق کی حفاظت کریں
دوسری قوت غضبیہ ہے اس کے ذریعے سے ہم دوسری چیزوں سے محفوظ رہنے کی
کوشش کرتے ہیں ۔ پس ہمیں چاہئے کہ دوسری چیزوں کو بھی ظالموں کے ظلموں سے
بچائیں اور انھیں اپنے بھائی سمجھکر اُن کے ساتھ مروت سے پیش آئیں ۔ تیسری قوت
عقلیہ ہے ۔ تمام قوتوں سے اُس کے ماتحت ہوکر کام لینا چاہیئے ۔ اس قوت عقلیہ کا
ٹھیک استعمال عدل سے شروع ہوتا ہے ۔ پھر وہی احسان کی صورت اختیار کرتا ہے
پھر برادرانہ محبت پیدا ہو جاتی ہے اور ان قوتوں کا خلاف بے حیائی میں ڈالتا ہے
اور شرک و توہمات میں پھنساتا اور بغاوت پیشہ بنا دیتا ہے ۔ پہلی تین خوبیاں احسان
کی کمی بیشی سے پیدا ہو جاتی ہیں ۔ اور دوسری تین برائیاں منکر کے ہی اجزا ہیں)

(۹۱) وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ
بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ
يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (اس آیت میں آپس کے عہد و پیمان بجالانے پر زور دیا گیا
ہے ۔ جیسا کہ ارشاد ہے) اور اللہ کے عہد کو پورا
کرو (اللہ کا عہد یہ ہے) جبکہ تم ایک دوسرے کے ساتھ عہد کرتے ہو
(اور خدا کو ضامن بنا کر قسمیں کھاتے ہو کسی کے ساتھ عہد کرنے میں یہ نہ سمجھو کہ میں نے
ایک معمولی آدمی کے ساتھ عہد کیا ہے بلکہ یہ خیال کرو کہ میرا یہ عہد اللہ کے ساتھ ہے ۔
وہ اللہ مجھ سے ضرور اس عہد کی بابت سوال کریگا جیسا کہ ارشاد ہے) اور قسموں

کو اُن کے موکد کرنے کے بعد مت توڑو حالانکہ تم نے اپنے آپ پر اللہ کو ضامن بنالیا ہے۔ بلا شبہ اللہ جانتا ہے جو تم کر رہے ہو (اور تاویلیں کرکے عہدوں کو توڑ رہے ہو)

(۹۲) وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا ط تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ط إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللَّهُ بِهِ ط وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ○

(آگے عہد کے توڑنے والے کی مثال دی ہے کہ وہ دیر تک سوت کاتتا رہتا ہے اور پھر یک لخت غصّے میں آکر اُسے توڑ پھوڑ دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے) اور تم اس عورت کی مانند مت بنو جس نے اپنے سُوت کو (اُس کو) مضبوط بنانے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کرکے توڑ پھوڑ دیا۔ تم اپنی قسموں کو (بہانے کے طور پر) دخیل بناتے ہو یہ دیکھکر کہ کوئی جماعت کسی دوسری جماعت سے بڑھی ہوئی ہے (تاکہ تم ایسے دھوکوں سے دوسروں کو فریفتہ کرلو اور قسموں کا پاس کرنے کی بجائے اس بڑھی ہوئی قوم کا پاس کرنے لگو) سوائے اس کے نہیں کہ اللہ تم کو اس کے ساتھ ابتلا میں ڈالتا ہے (اور تمہیں نکھارنا چاہتا ہے۔ تم اپنے اختلافات کی وجہ سے ایسے کام مت کرو) اور (خدا چاہتا ہے) تاکہ تمہارے لئے پیشی کے دن کھولکر بیان کردے کہ تم کن باتوں میں اختلاف کرتے تھے (اور ایک دوسرے کے حقوق کو تلف کرتے تھے۔ کیا تمہارے لئے ایسا کرنا لائق تھا)

(۹۳) وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ط وَلَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ○

(بس اے لوگو! اختلاف خیالات کے سبب ایک دوسرے کو ضرر نہ پہنچاؤ۔ تم میں چھوٹے چھوٹے اختلافات ہمیشہ رہیں گے جیسا کہ ارشاد ہے) اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو (جبراً)

ایک اُمّت بنا دیتا (اور سب کو ہدایت پر چلاتا۔ لیکن ایسی جبری ہدایت نکمی ہوتی اس لئے فرمایا) ولیکن وہ (اللہ اپنی حکمت کے مطابق) جسے چاہتا ہے (اُس کے عملوں کے نتیجے میں) گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور تم ضرور اپنے عملوں سے سوال کئے جاؤ گے۔

(۹۴) وَلَا تَتَّخِذُوٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اور (جب بات یہ ہے تو) تم اپنی قسموں کو آپس میں کھوٹ کا ذریعہ نہ بناؤ۔ مبادہ (تمہارا) کوئی قدم اپنے قیام کے بعد پھسل جائے۔ اور تم اللہ کے راستے سے روکنے کے سبب بدی کو مت چکھو۔ اور تمہارے لئے بڑا عذاب ہو۔

(۹۵) وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اور (رشوت لے کر بھی) اللہ کے عہد کو دنیا کی تھوڑی قیمت پر مت بیچو۔ بلاشبہ جو اللہ کے پاس (روحانی خیر و خوبیاں ہیں) وہ تمہارے لئے بہتر ہیں اگر تم کو علم ہو۔

(۹۶) مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ جو تمہارے پاس (دنیاوی نعمتیں) ہیں خرچ ہو جاتی ہیں اور جو اللہ کے پاس (روحانی خوبیاں) ہیں وہ باقی رہنے والی ہیں۔ اور (ہمارا ارادہ ہے) تاکہ ہم ان لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا اُن کے اجر اُن کے بہتر کاموں کے مطابق دیں۔

(۹۷) مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

(اس اجر میں مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا سب کو اُن کی نیک نیتوں کا پھل ملیگا جیسا کہ ارشاد ہے) جو صلاحیت والے عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ (خدا کو) ماننے والا ہو تو ہم اُسے پاک زندگی عنایت فرمائیں گے اور ضرور ہم ان کے اجر اُن کے احسن کاموں کے مطابق دیں گے۔ (اگرچہ عملاً اس میں کمی بھی رہ گئی ہو یا حسب منشا بھی واقع نہ ہوا ہو۔ ہم بہر صورت ان کا اجر اُن کے احسن کام کے مطابق دیں گے)

(۹۸) فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ (تجھے بھی قرآن جیسی نعمت کے پڑھتے وقت تنگی محسوس ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے) سو جب تو قرآن کو پڑھے تو شیطان مردود سے خدا کی پناہ میں آجا (اور خیال رکھ کہ تیرے کسی خیال میں شیطان نے دخل تو نہیں کیا)

(۹۹) إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ (خدا کی پناہ میں آنے والے کو خدا تعالےٰ بچائے رکھتا ہے) بلا شبہ بات یہ ہے کہ اس (شیطان) کا غلبہ ان لوگوں پر نہیں جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

(۱۰۰) إِنَّمَا سُلْطٰنُهُ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُوْنَ ○ سوائے اس کے نہیں کہ اس کا غلبہ اُن لوگوں پر ہے جو اس (شیطان) کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں اور جو اس کے سبب سے شرک میں پھنس جاتے ہیں (اور خدا تعالےٰ کو گرا کر اس شیطان کے ساتھ ملاتے ہیں۔ جو لوگ نفس پرستی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں وہ اپنی ہوٰئی کو اصل جانتے ہیں۔ خدا کا نام دھوکے کے طور پر لیتے ہیں ورنہ اُن کا مقصود اصلی شیطان ہی ہوتا ہے)

رکوع چاردہم (۱۰۱) وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

(گزشتہ رکوع میں قرآن مجید کی حقیقی تعلیم کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں عدل واحسان اور ایتائی ذی القربیٰ کا حکم کیا گیا ہے اور فحشا اور منکر اور بغی سے روکا گیا ہے۔ اور اس دنیا کے امن اور روحانی صفائی پر زور دینے کے لئے فرمایا ہے کہ اپنے عہدو پیمان کو قائم رکھو اور اختلاف خیالات کے سبب کسی کے حق میں غلط فیصلہ نہ دو۔ اور کسی قوم کی ترقی کو دیکھکر عہدوں کو بدل نہ دو اور دنیا کے لالچوں اور رشوتوں میں پھنسکر کبھی عہد کے توڑنے کا نام نہ لو۔ مرد ہو یا عورت جو بھی اپنی روحانی حالت سنواریگا خدا اُسے پاک زندگی عنایت فرمائیگا۔ تمام ترقی کا راز اسی میں ہے کہ ہر بات میں خدا کو سامنے رکھو اور اسی کی ضمانت پر بھروسہ کرو اور شیطان کے دخل سے ہر وقت اُسی خدا کی پناہ میں آنے کی کوشش کرو۔ اس تعلیم کو سُنکر کفار کہنے لگے کہ اس نے یہودیوں کی تعلیمات کو چھوڑ دیا ہے اسے یہ تعلیم کوئی عیسائی سکھاتا ہے۔ رسول کریم کو فرمایا کہ تو ایسے شیطانوں کے اعتراضوں سے ملول نہ ہو۔ یہودیوں میں بہت سے سزائی احکام موجود تھے۔ وہ ظاہرداری پر بڑا زور دیا کرتے تھے۔ سبت کے دن کی خاص عزت کیا کرتے تھے۔ قرآن نے سزائی حکموں کو دور کردیا۔ کافران سزائی حکموں کے دور کئے جانے پر کہتے تھے کہ تو خدائی حکموں کو بدل رہا ہے حالانکہ وہ اصل شرعی احکام نہ تھے۔ صرف اُن کی جہالت کے سبب سے اُن پر ڈالے گئے تھے جیسا کہ ارشاد ہے) اور جب ہم (تورات کے) کسی (سزائی) حکم کو بدلکر کوئی (روحانی صفائی کا) حکم لاتے ہیں اور اللہ (اس کی درستی کو) خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ اُتارتا ہے تو یہ (کفار) کہتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ تو اپنے جی سے افتراء کرنیوالا ہے۔ نہیں نہیں بلکہ اُن کے اکثروں کو حقیقت کا علم ہی نہیں۔

(۱۰۲) قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ○ تو کہہ روح القدس

(یعنی پاکیزگی کی روح) نے اس کو تیرے رب کی طرف سے اصل حق کے ساتھ اُتارا ہے (اس میں سزائی حکموں کا کوئی دخل نہیں) تاکہ وہ (خدا) مومنوں کو ثابت قدم رکھے (اور عہد شکنی سے بچاتا رہے) اور اسلام والوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہو۔

(۱۰۳) وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۝ اور ضرور ہم جانتے ہیں کہ وہ (کفار) کہتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ اس کو کوئی بشر سکھاتا ہے۔ اس شخص کی زبان جس کی طرف اس بات کو (ظلم کے ساتھ) منسوب کرتے ہیں عجمی ہے (وہ عربی جانتا ہی نہیں جب وہ عربوں کو سمجھا نہیں سکتا تو سکھاتا کیونکر ہے) اور یہ قرآن واضح عربی میں ہے

(۱۰۴) اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ تحقیق وہ لوگ جو خدا کی (قدرتی) آیات (یعنی نشانیوں) پر ایمان نہیں رکھتے اللہ اُن کو رستہ نہیں دکھایا کرتا اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(۱۰۵) اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ سوا اس کے نہیں کہ جھوٹ تو وہ لوگ افتراء کیا کرتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی اصل جھوٹے ہیں (وہ ایسی مصیبتوں کو اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ جس کو وہ دل سے جھوٹ جانتے ہیں اس پر کس طرح زور دے سکتے ہیں)

(۱۰۶) مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ

غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (اوپر کی آیت میں ہے کہ اللہ کی آیات کو نہ ماننے
والے جھوٹ کا افترا کرتے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ اس آیت میں ارشاد کیا ہے کہ یہ بے ایمان اور جھوٹے کون لوگ ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں) جنہوں نے اللہ کے ساتھ اپنے ایمان کے بعد کفر کیا مگر (اس کا معاملہ الگ ہے) جس پر جبر کیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے ولیکن جس نے اپنے سینے کو کفر کے ساتھ کھول دیا (اور کھلے بندوں کافر ہو گیا) تو اُن پر اللہ کا غضب ہے اور اُن کے لئے بڑا عذاب ہے۔

(۱۰۷) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَ
اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِينَ ۝ یہ (سزا) بسبب اس کے ہے کہ اُنھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اور بسبب اس کے کہ اللہ ایسے کافر لوگوں کو (بغیر سزا کے) ہدایت نہیں دیا کرتا۔

(۱۰۸) اُولٰٓئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ
وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُونَ ۝ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مُہر لگا دی اور یہی لوگ اصل غافل ہیں۔

(۱۰۹) لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۝ نہیں۔نہیں حق یہی ہے کہ آخرت میں یہی لوگ اصل گھاٹے والے ہیں۔

(۱۱۰) ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ
جٰهَدُوا وَصَبَرُوا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝
(جو شخص راستی کا اقرار کر کے قتل ہو جاتا ہے وہ نہایت مبارک ہے۔ لیکن جو شخص زبان

پر کلمہ کفر لے آوے مگر اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو تو وہ شخص مومن ہے لیکن ناقص۔ پھر جب اسے ہجرت کا موقعہ ملے اور خدا کے راستے میں کوشش کرے اور صابر بنے تو اس کا نقص جاتا رہتا ہے اور اللہ اس کے لئے غفور رحیم ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے) پھر بلاشبہ تیرا رب اُن لوگوں کے لئے جنہوں نے فتنے میں پڑنے (اور مجبور ہونے) کے بعد ہجرت کی۔ پھر جان توڑ کوشش کی اور صبر کیا تو بلاشبہ تیرا رب اس کے بعد بالضرور غفور رحیم ہے۔ (جن کا معاملہ پہلے الگ کیا گیا تھا۔ اُن کا فیصلہ اس آیت میں لایا گیا ہے۔ وہ لوگ اس میں شامل نہیں ہیں جن کے دلوں پر مُہر لگ گئی ہے اور وہی اصل غافل اور آخرت میں خاسر ہیں)

رکوع پانزدہم (۱۱۱) يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا وَتُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ (پہلے اصلاح نفس پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ سب سے مقدم شے اصلاح نفس ہی ہے۔ پیشی کے دن ہر شخص نفسی نفسی کہتا ہوا ہی آتا ہے۔ جب بات یہ ہے تو اصلاح نفس سے غافل رہنا اور ظاہرداری پر زور دینا کیسے زیبا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے) جس دن ہر شخص اپنے نفس (یعنی ذات) کے لئے ہی جھگڑا کرتا آتا ہے (اُس دن کسی شخص کو دوسرے کا خیال نہیں ہوتا۔ پھر کسی غیر اللہ پر بھروسہ کرنے کے کیا معنی؟) اور ہر شخص کو جو اُس نے کمایا ہوتا ہے پورا پورا دیا جاتا ہے اور اُن پر (کسی طرح کا) ظلم نہیں کیا جاتا۔

(۱۱۲) وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّن كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝

(اور یہ صرف اصلاحِ نفس کا ہی بیان ہے۔ جسمانی سنگار اور ہتیسرا اور کھان پان

کا کوئی اشارہ نہیں کیا گیا۔ اُن لوگوں نے جو ڈاڑھی ۔سو نچھ اور قوی لباس پر بڑا زور دیتے ہیں اور اصلاح نفس کی پروا نہیں کرتے بلکہ کھان پان کے حرام و حلال میں ہی اُلجھے رہتے ہیں
...... قرآن پر اعتراض کیا کہ یہ تورات کے احکام کی پروا نہیں کرتا۔ حالانکہ تورات میں بہت سے حکم سزا کے طور پر ڈالے گئے ہیں ۔کیا مومنین و مسلمین کے لئے یہی حق ہے کہ وہ ہمیشہ سزائی احکام میں ہی پھنسے رہیں اور رحمت کے ساتھ اُن کی خبر گیری نہ کی جائے ۔ اور اُنھیں سچی بشریٰ نہ پہنچائی جائے۔
مکہ اور نواح مکہ میں سخت قحط پڑا۔ اسوقت لوگوں کو کسی حرام و حلال کھانے کا خیال نہ رہا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ یہ تمہارے لئے خدائی نعمتوں کی ناقدردانی کی سزا ہے ۔جیسا کہ ارشاد ہے)

اور اللہ نے ایک بستی (یعنی مکہ) کی مثال بیان کی ۔وہ امن اور اطمینان کی حالت میں تھی ۔اُس (بستی) کو اس کی روزی بافراغت آتی تھی ۔پھر اُس نے (مغرور ہوکر) اللہ کے انعاموں کا کفر کیا ۔سو اس کو اللہ نے اُن کی کرتوتوں کے سبب بھوک اور خوف کا لباس چکھایا (بھوک اور خوف اُن پر لباس کی طرح لپٹ گیا اور اُن کی پنڈلیاں گوشت سے برہنہ ہوگئیں)

(۱۱۳) وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ اور (اُن کی رہنمائی کے لئے) ایک رسول اُنہی میں سے آیا (وہ رسول فوق البشر نہ تھا اور نوع انسان سے الگ ہوکر نہیں آیا تھا۔ وہ دوسرے بندوں کی طرح بھولنے والا بندہ تھا۔ ہاں الٰہی وحی لیکر آیا تھا) سو اُنھوں نے اس کو جھوٹا کہا ۔پھر اُنھیں عذاب نے اُن کے ظالم ہونے کی حالت میں پکڑ لیا۔

(۱۱۴) فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ (جب بات یہ ہے)

سو اُس سے کھاؤ جو اللہ نے تمہیں حلال یعنی صحت بخش روزی دی ہے۔ اور اللہ کی نعمت کا شکر (اور قدر) کرو۔ اگر تم خاص اسی کی پوجا کرنے والے ہو (تم پر حیف ہے۔ تم غیروں کی پیروی کے سبب خالق کی حلال بنائی ہوئی چیزوں کو حرام بنا رہے ہو۔ اور بڑے لوگوں کی عزت دکھلانے کے لئے بلا کسی حکیمانہ وجہ کے کسی طیب چیز کو بھی حرام قرار دیتے ہو۔ تاکہ وہ بزرگ تم سے راضی ہوں۔ بزرگوں کی محض رسموں یا قولوں سے کسی چیز کو حرام و حلال بنانا۔ اُن کو معبود سمجھنا ہے۔ غیر اللہ کی ایسی اطاعت یقیناً حرام ہے۔ ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یاذن بہ اللہ ۲۲)

(۱۱۵) إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ سوائے اس کے نہیں کہ اُس (اللہ) نے تم پر مردار کو اور (بہتے ہوئے) خون اور خنزیر کے گوشت کو اور اُس چیز کو جس پر خدا کے غیر کی پکار کی جائے حرام کیا ہے۔ پھر جو بیقرار ہو۔ سرکش اور حد سے نکلنے والا نہ ہو (اور وہ ان چیزوں کو کھا بھی لے) تو بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے (اُس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس کے لئے سورت انعام کے آخری رکوعوں کا مطالعہ کرو۔

ہر ایک شے کا خالق خدا ہے۔ ہر شے سے مناسب و جائز کام لینے کے لئے خدا تعالیٰ کا نام لینا ہی باعث برکت ہے۔ اس برکت کے خیال سے موسیٰ و مسیح و محمد علیہم السلام کا نام لینا بھی ویسا ہی شرک ہے جیسا کہ لات و عزیٰ و منات کا نام لینا +

زندگی کا داتا بھی وہی خدا ہے۔ کسی جاندار کی زندگی کو خدا کی اجازت کے بغیر لینا ممنوع ہے۔ اور کسی حیوان کو جس کے استعمال کی اعتدال کے ساتھ اجازت ہے غیر کے نام پر ذبح کرنا اور خوشی کے ساتھ اس نذر میں شریک ہونا مشرک بنا دیتا ہے۔ ایسے نذرانوں میں شامل ہونا مشرک بننا ہے۔

ہر کام میں خدا تعالیٰ کی رضامندی کو چاہنا اور خدا تعالیٰ کی مخالفت سے بچنا اصل

مقصود ہے۔ مقدم مرضی اور مقدم خوف صرف اسی خدا کا ہے۔ ہر کام میں اسی کی رضامندی منظور ہے۔ اور اصل خوف بھی اُسی کا ہے۔ انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کو جب معلوم ہوتا ہے کہ فلاں شخص اللہ تعالےٰ کی رضامندی پر چلتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی نافرمانی سے بچتا ہے تو وہ اُسے دیکھکر بہت خوش ہوتے ہیں اور اس طرح اپنی نیکی کو ہی بڑھاتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا بھائی ہے اور ہماری جماعت میں ہی داخل ہے۔ وہ اس بات کو دیکھکر اسلئے ناراض نہیں ہوجاتے کہ ہیں یہ شخص تو نرے خدا کو مانتا ہے اور صرف اسی کا ہی مخلص ہے۔ یہ کیوں ہمیں خدا تعالےٰ کے ساتھ نہیں ملاتا اور ہماری شفاعت پر بھروسہ نہیں رکھتا۔ اور ہمیں الگ حکم مطلق کیوں نہیں مانتا۔ اور ہمیں دوسرا احکم الحاکمین کیوں نہیں جانتا۔ یہ شخص ہماری باتوں کو حکم الٰہی کے مطابق دیکھکر لیتا ہے۔ لیکن ہمیں دوسرا منتہائے سوال نہیں سمجھتا۔ یہ ہمارے اپنے اجتہادوں اور استنباطوں کو خدا تعالےٰ کی وحی کی طرح بلا چون وچرا تسلیم نہیں کرتا۔ اور ہمارے لئے حجوں کی طرح وحی الٰہی میں حق و اختیار کے دیئے جانے کا دل سے دشمن ہے۔ یہ دو یکساں اطاعتوں کا قائل نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ کوئی رسول ایسی فضولیات کو زبان پر بھی نہیں لاسکتا۔ اور اگر لائے تو اُس کے دل پر مہر لگادی جائے اور اُسے کہا جائے کہ فما بلغت رسالتہ $\frac{6}{14}$

الحاصل مقدم رضامندی اللہ تعالےٰ کی ہی ہے۔ جب غریبوں کو کھانا کھلایا جائے تو اُسی کے حکم کی اطاعت میں کھلایا جائے اور اسی کی خوشنودی و ثواب کا اُمیدوار بنا جائے۔ اگر کسی کھانے پر غیر کے تقرب و مقدم رضا کی پکار کی جائے تو ایسے کھانے میں شامل ہونا یقیناً حرام ہے۔)

(۱۱۶) وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۝ (خدا کے وحی کو مانو اور طیب و خبیث کے حکیمانہ قاعدہ پر چلو) اور نہ اُن (روایتوں) کے لئے جن کو تمہاری زبانیں جھوٹ موٹ بیان کردیا

کرتی ہیں (شہادت در شہادت کی بنا پر) یہ مت کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے (اس کا نتیجہ یہ نکلیگا) تاکہ تم اللہ پر جھوٹ کا افتراء کرو (اور یاد رکھو کہ) بلاشبہ وہ لوگ جو اللہ پر جھوٹ کا افتراء کرتے ہیں کبھی فلاح نہیں پاتے۔

(جس دن سے مسلمانوں نے حدیثوں کو وحی قرار دیا ہے حاصل کردہ فلاح سے بھی نکلتے جا رہے ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک یہ رسول کی بے ادبی ہے کہ وہ اپنے تجربات سے کوئی بات حاصل کرے۔ یا داناؤں کے شورے سے فائدہ اُٹھائے یا اپنی انسانی عقل وحکمت سے ہی کام لے۔ لیکن بقول اُنکے رسول کا ادب یہ ہے کہ اُسے ہائیکورٹ کے ججوں کی طرح وحی الٰہی میں بھی اضافہ کرنے کا وہ حق اور اختیار دیا جائے جو کسی دوسرے حکمت والے مومن کو نہیں مل سکتا۔ خدا تعالٰے کے حکم کے مطابق جن غیر وحی والے لوگوں کو حکمت ملی ہے انھیں بڑی خوبی ملی ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک شاید اس کو بھی وحی کہتے ہونگے جسکا حق واختیار کسی صاحب اختیار اور جوابدہ انسان کو دیا جائے۔ حیف صد حیف +

جسطرح آجکل لوگ نوکروں پر حکومت کرتے ہیں اور رعایا کی نگرانی کرتے رہتے ہیں اور جہاد کے لئے نئے نئے اوزار بناتے رہتے ہیں اور فوجوں کو مناسب مقاعد پر بٹھلاتے ہیں اور کسی کی تجویز سے خندقیں بھی کھودتے ہیں اور شورے اور کمیٹیوں سے کام لیتے رہتے ہیں رسول کریم کے عہد میں بھی یہ سب کام اسی طرح کئے جاتے تھے۔ رسول کی یہ حاکمانہ اطاعت بھی لازم تھی۔ یہ اطاعت حاکم کی وفات کے بعد یقیناً منتقل ہوتی رہتی ہے۔ لیکن قرآن کریم کی اطاعت میں تمام رسولوں اور نیکوں کی وہ اطاعت ساتھ ہی آجاتی ہے جو منصدقۂ الٰہی ہے۔ رسولوں اور نیکوں کی یہ اطاعت دائمی ہے اور دراصل یہ اطاعت اکیلے خدا ہی کی ہے اور بس)

(۱۱۷) مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اللہ پر افتراء کرنے والوں کو اس دنیا میں) تھوڑا سا سامان ملتا ہے اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(۱۱۸) وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ
قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ٥

(تورات میں بہت سے محرمات یہودیوں کی رسم پرستی کی سزا میں ڈالے گئے تھے۔ جیساکہ سورت انعام کے رکوع ۱۸ میں فرمایا ہے۔ وعلی الذین ھادوا حرمنا کل ذی ظفر الخ اس کے متعلق یہاں بھی ارشاد ہے)

اور ہم نے یہودیوں پر وہ چیزیں حرام کی تھیں جو ہمنے تجھ پر پہلے بیان کر دی ہیں (اور یہ سزائی حکم تھے جن کا دور کیا جانا ضروری تھا) اور (ت) ہم نے اُن پر (اپنی طرف سے) ظلم نہیں کیا تھا۔ ولیکن وہ (خود ہی) اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے (اور خود ہی اپنے آپ پر ایسے بوجھوں کو اُٹھانا چاہتے تھے)

(۱۱۹) ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ٥ (قرآن ایسی غلطیوں کی اصلاح کرنے کے لئے آیا ہے)

پھر بلاشبہ تیرا ربّ اُن لوگوں کے لئے جنھوں نے نادانی سے بدی کی پھر اس کے بعد توبہ کی اور سدھر گئے تو بلاشبہ تیرا رب اس کے بعد غفور۔ رحیم ہے۔

(کیا ایسی اصلاحوں کا لانے والا رسول مفتری ہو سکتا ہے۔ بہت سے نیک لوگ بھی ان غلطیوں میں پھنسے چلے آتے تھے۔ عام غلطی کو لوگ نیکی کی طرح بجا لاتے ہیں جو شخص اس کی اصلاح کرتا ہے تو اس کے متعلق فتویٰ دیا جاتا ہے کہ یہ قومی شیرازہ کو توڑ رہا ہے۔ کسی کے کرنے سے کوئی بدی کبھی نیکی نہیں بن سکتی)

رکوع شانزدہم (۱۲۰) اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا
لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ۭ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ٥ (ملت ابراہیمی ایسی بہت سی اُنشوں سے پاک تھی۔ اگر جماعت کی بات غلط ثابت ہو تو وہ اجماع ہیچ ہے،

اور اگر ایک شخص کی بات صحیح ہو تو اس کی صحیح بات ہی بمنزلہ اجماع کے ہے جیسا کہ ارشاد ہے) بلاشبہ ابراہیم ایک اُمت تھا جو اللہ کا فرمانبردار (یعنی) مائل بحق تھا۔ اور وہ (اللہ کی اطاعت میں کسی کو) ساتھ ملانے والوں (یعنی مشرکوں) سے نہ تھا۔

(۱۲۱) شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

(وہ) اُس (خدا) کی نعمتوں کا شکرگزار تھا (وہ انھیں ضائع نہیں کرتا تھا) اُس (خدا) نے اُسے چُن لیا اور اُسے سیدھے رستہ کی طرف ہدایت کی

(۱۲۲) وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۝ اور ہم (خدا) نے اُس کو اس دنیا میں بھی بھلائی دی اور بلاشبہ وہ آخرت میں بھی نیکوکاروں سے ہے۔

(۱۲۳) ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ پھر ہم (خدا) نے تیری طرف وحی کی کہ تو ابراہیم کے طریق کی پیروی کر۔ اور وہ مشرکوں سے نہ تھا۔ (خدا کی اطاعت میں کسی کو اُس کے ساتھ نہیں ملاتا تھا۔ ملتہ ابراہیم کی اتباع وہی ہے جو قرآن میں ہے۔ ہمارے رسول کریم بحکم خدا ملتہ ابراہیم کے متبع تھے۔ پس ہمارے رسول کریم کی مصدقہ الٰہی اطاعت قرآن میں ہی آجاتی ہے۔ لیکن حاکمانہ اطاعت بدلتی رہتی ہے)

(۱۲۴) إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ

(ابراہیمؑ سبت کو جانتے بھی نہ تھے۔ اسلئے فرمایا)
سوائے اس کے نہیں کہ سبت (بطور سزا کے) اُن لوگوں پر ڈالا

گیا تھا جنھوں نے اس میں (یعنی اصل ملت ابراہیمی) میں اختلاف کیا اور بلاشبہ تیرا رب پیشی کے دن اُن کے درمیان ایسی (فضول) باتوں میں فیصلہ کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے تھے

(رسول کریم سے پہلے عرب میں کسی خاص یوم الجمعہ کو کوئی شخص نہیں جانتا تھا ایسی چیزوں کا کوئی قدرتی تقرر نہیں ہے۔ جس دن حاکم اکٹھ کے لئے بلائے وہی یوم الجمعہ ہے۔ شورے کے کاموں کا شورے پر ہی فیصلہ ہو سکتا ہے)

(۱۲۵) اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۚ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ قف وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ

(جاہل لوگ رسموں کے دلدادہ ہیں۔ حکیمانہ باتوں پر مخول اُڑاتے ہیں اس لئے فرمایا)

تو اپنے رب کے رستہ کی طرف حکمت اور نیک (موثر) وعظ کے ساتھ بلا اور اُن کے ساتھ ایسی طرح سے جھگڑا کر جو بہت خوب ہے۔ بلاشبہ تیرا رب ہی اُس کو خوب جانتا ہے جو اُس (خدا) کے رستہ سے گمراہ ہوا۔ اور وہی ہدایت حاصل کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

(دلوں کی بیماریوں اور علاجوں سے وہی واقف ہے۔ پس تم سمجھانے میں کسی طرح کی سختی مت کرو۔ اور کسی طرح کا پیچ مت ڈالو۔ محض معارضہ کا پہلو اختیار کرکے اپنا پیچھا چھڑانے کی کوشش نہ کیا کرو۔ ہمارے لئے ضرور ہے کہ ہم اپنے مدعا کو دوسرے کے ذہن نشین کرنے کی پوری کوشش کریں۔ مغالطے دیکر بحث کو اُلجھنوں میں نہ ڈالیں)

(۱۲۶) وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ○ (ظالم مجادلہ کرنے والے طعن و تشنیع اور گالی گلوچ سے کام لینگے
اور ایک دوسرے کی ہتک عزت کرینگے اور قتل کی دھمکیاں دینگے۔ اس کے متعلق فرمایا)
اور اگر تم سزا دینا چاہو تو اُس کی مثل سزا دو جو تکلیف کہ تمہیں پہنچائی گئی ہے اور اگر تم صبر کرو تو یہ (صبر کرنا) بالضرور صابروں کیلئے بہتر ہے۔

(۱۲۷) وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ○ اور تو (اے پیغمبر) صبر ہی کر۔ اور تیرا صبر کرنا اللہ کی مدد سے ہی ہو سکتا ہے اور تو اُن (کی ایذاؤں) پر افسوس (اور غم) نہ کر اور اُن کے مکروں سے تنگی میں نہ پڑ۔ (اللہ کی حفاظت میں آجا)

(۱۲۸) اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ○

بلاشبہ اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے (خواہ وہ نبی ہوں یا غیر نبی) جنہوں نے خدا کا خوف رکھا اور وہ لوگ جو محسن (یعنی نیکوکار) ہیں۔ (بلاشبہ حق ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے)
(اللہ تعالیٰ ہمیں متقی اور محسن بنائے اور اپنی معیت میں رکھے اور ہم سے مونہہ نہ پھیر لے۔ آمین)

تمت بالخیر

محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تیسری منزل بھی ختم ہوئی۔ یہ مجھ نادان اور ہیچمدان پر اللہ تعالیٰ کا ہی فضل ہے۔ نقمان جیسے لوگ نادانوں کے بیانوں سے بھی فائدہ اُٹھاتے ہیں سد زیادہ والسلام کمترین احمد الدین